# نیاز نامہ

یعنی ایک خط عام بنام برادران اہل اسلام

جسکو مولوی صفدر علی انسپکٹر مدارس ضلع جبلپور متوطن اکبرآباد و رئیس دھولپور نے

بجواب خطوط اپنے احباب و آشنایان ممالک مغربی و شمالی

و اودھ و پنجاب و ممالک متوسط کے لکھا

نارتھ انڈیا ٹراکٹ سوسایٹی کی امداد سے


لکھنؤ

امریکن مشن پریس مین مطبوع ہوا

سنہ ۱۸۷۸ عیسوی

طبع ثانی

۳۰۰۰ جلد

| باب | خلاصہ مضمون خط | از صفحہ | تا صفحہ |
|---|---|---|---|
| ۱ | دیباچہ . . . . . . . . . . . . . . | ۱ | ۶ |
| ۲ | قرآن وحدیث کتاب مقدس کو کلام اللہ بتلاتے ہین اور اُسکی صداقت کی کامل شہادت دیتے ہین مگر اوسی کے مطالب و مقاصد کے برخلاف سکھاتے ہین لہذا کامل یقین ہی کہ قرآن کلام اللہ نہین اور نہ حدیث بالہام اللہ . . . . . . . | ۶ | ۷ |
| ۳ | کتاب مقدس کے مطالب و مقاصد وغیرہ جنکے برخلاف قرآن وحدیث سکھاتے ہین جن سے دریافت ہوتا ہی کہ اگر بموجب تصدیق قرآن اور حدیث کے کتاب موصوف کلام خدا ہی تو قرآن وحدیث خدا کی طرف سے نہین ہوسکتی ہی . . . | ۷ | ۶۵ |
| ۴ | قرآن وحدیث کی مخالفت حقیقی اور معنوی ہی کسی تاویل اور تفسیر سے رفع نہین ہوسکتی ہی . . . . . . . . . . | ۶۵ | ۶۸ |
| ۵ | اکثر اہل اسلام دعوی کرتے ہین کہ کتاب مقدس محرف اور منسوخ ہی اسی واسطے قرآن وحدیث اُسکے مخالف ہی . . . . . | ۶۸ | ۷۰ |

| نمبر | خلاصہ مضمون خط | شروع صفحہ | ختم صفحہ |
|---|---|---|---|
| | **تحقیقاتِ دعویٰ تحریف** | | |
| ۶ | تحریف کے معنی . . . . . . . . . . | ۷۱ | ۷۲ |
| ۷ | علماے محمدی جب کتاب مقدس کی تحریف ثابت نہ کر سکے تو تحریف ہی کے معنی بدل ڈالے اور اون باتون کو تحریف تبلایا جنسے کوئی کتاب محرف نہین ہوتی ہی . . . . . . . . . | ۷۲ | ۷۳ |
| ۸ | اختلاف تفاسیر و تاویلات سے کوئی کتاب محرف نہین ہوجاتی ہی مثال اوسکی قرآن سے . . . . . . . . . | ۷۳ | ۷۵ |
| ۹ | سب ترجموں کا متحد اللفظ و متفق المعنی ہونا ممکن نہین ہی اور یہہ کہ ترجموں کے اختلاف سے اصل کتاب محرف نہین ہوتی ہی مثال اسکی قرآن کے مختلف ترجموں سے . . . . . . | ۷۵ | ۹۸ |
| ۱۰ | اختلافِ قرأت سے جو کاتبوں کی سہو و نسیان سے ہوتے ہیں کوئی کتاب محرف نہین شمار کی جاتی ہی مثال اسکی قرآن کے اختلافِ قرأت سے جو کتابِ مقدس کی بہ نسبت بدرجہا بڑے ہین . . . . . . . . . | ۹۸ | ۱۰۰ |

| باب | خلاصه مضمون خط | صفحه | صفحه |
|---|---|---|---|
| ۱۱ | صحاح ستہ کے اختلافات قرأت کا جو کثرت سے ہین اور اہل اسلام اونکو معتبر جانتے اور متواتر کہتے ہین حالانکہ اگر اونکو تحریف کہین تو بجا ہی اور کتاب مقدس کے اختلافات قرأت کو جو بدرجہا اونسے کم ہین تحریف بتلاتے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ | ۱۰۰ | ۱۰۲ |
| ۱۲ | اگر ثابت ہوتا کہ کتاب مقدس میں یہہ صحیفے نہ تھے یا یہہ مطالب نتھے تو تحریف ثابت ہوتی مگر ان جزئی اور خفیف باتون سے تحریف نہین ثابت ہوسکتی ہی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ | ۱۰۲ | ۱۰۴ |
| ۱۳ | دعوی تحریف کے امور تنقیح طلب ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ | ۱۰۴ | ۱۰۵ |
| | **قرآن وحدیث کی گواہی کتاب مقدس کے باب مین** | | |
| ۱۴ | (۱) کتاب مقدس کلام اللہ ہی اور راہ خدا بتلاتی ہی کامل اور فضائل وکمالات مین جامع ہی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ | ۱۰۵ | ۱۰۷ |
| ۱۵ | (۲) مسلمانوں کو ساری کتاب پر ایمان لانا اور اہل کتاب کو اوسپر عمل کرنا فرض ہی بلکہ خود محمد کو اوسپر ایمان لانا اور اوسکی ہدایتون کی پیروی کرنا واجب ہی | ۱۰۷ | ۱۱۲ |

| باب | خلاصہ مضمون خط | صفحہ سے | صفحہ تک |
|---|---|---|---|
| ۱۶ | (۳) کتاب مقدس محمد کے زمانہ مین موجود اور مروج اور مشہور تھی نہ صرف مکے اور مدینے مین بلکہ دوسرے ملکوں اور شہروں میں بھی بکثرت تمام . . . . . . . . . | ۱۱۲ | ۱۱۷ |
| ۱۷ | (۴) قرآن مین ایک جگہہ بھی کتاب مقدس کو محرّف نہین کہا بلکہ پوری گواہی دی ہے کہ وہ صحیح و اصلی ہے۔ ہان چند آیتون مین مدینے کے یہودیون کو الزام دیا ہے کہ وہ نادانی یا شرارت سے اصل مدعا چھپاتے ہیں یا غلط مطلب بتاتے ہیں وغیرہ جنسے کتاب کی تحریف کا دعوی نہیں نکل سکتا ہے . . . . . . . . . | ۱۱۷ | ۱۲۸ |
| ۱۸ | (۵) وہ آیات جنسے یقین ہوتا ہے کہ قرآن اپنے وقت کی مروّج کتاب مقدس کو بلا تحریف و تبدیل اصلی اور صحیح بتلاتا ہے بلکہ ہمیشہ ایسی ہی رہیگی . . . . . . . . . | ۱۲۸ | ۱۳۸ |
| ۱۹ | (۶) احادیث و تفاسیر سے کتاب مقدس کی اصلیت وصحت کی گواہی . . . . . . . . . | ۱۳۸ | ۱۴۵ |
| ۲۰ | حال کے علماے محمدی کے تعصبات و اعتراضات کے جواب | ۱۴۵ | ۱۸۷ |

| باب | خلاصہ مضمون خط | صفحہ سے | صفحہ تک |
|---|---|---|---|
| | **کتاب مقدس کی صحت و اصلیت کے ثبوت** | | |
| ۲۱ | عہد عتیق کی . . . . . . . . . . | ۸۷ | ۱۹۳ |
| ۲۲ | عہد جدید کے . . . . . . . . . . | ۱۹۳ | ۲۰۷ |
| ۲۳ | قرآن وحدیث کی گواہی اور ان ثبوتوں کا نتیجہ . . . . | ۲۰۸ | ۲۰۹ |
| ۲۴ | اہل کتاب کو تحریف کرنے کی کوئی غرض تھی ۔ اور نہ ممکن تھا کہ کوئی تحریف کر سکے . . . . . . . . | ۲۰۹ | ۲۱۵ |
| ۲۵ | نتیجہ اس تمام تحقیقات کا یہہ ہے کہ دعوی تحریف سب طرح غلط ہے . . . . . . . . . | ۲۱۵ | ۲۱۸ |
| | **تحقیقات دعوی نسخ** | | |
| ۲۶ | اس دعوے اور عذر سے بھی جو مخالفت قرآن وحدیث کے مضامین کو کتاب مقدس کے ساتھ ہے رفع نہیں ہو سکتی ہے . . . . . . . . . . | ۲۱۹ | ۲۲۱ |
| ۲۷ | نسخ کے معنی . . . . . . . . . | ۲۲۲ | ۲۲۲ |

| نمبر باب | خلاصہ مضمون | از صفحہ | تا صفحہ |
| --- | --- | --- | --- |
| ۲۸ | کتاب مقدّس کو منسوخ جاننا اور ماننا قرآن کے خلاف ہی | ۲۲۳ | ۲۲۵ |
| ۲۹ | حدیث میں بھی کہیں نہیں کہا کہ وہ منسوخ ہی . . . . . | ۲۲۵ | ۲۲۶ |
| ۳۰ | اجماع سے کتاب اللہ منسوخ نہیں ہوسکتی ہی . . . . | ۲۲۷ | ۲۲۸ |
| ۳۱ | اصول و قواعد نسخ کے بموجب کتاب مقدس کا منسوخ ہونا خلاف ہی . . . . . . . . . . . | ۲۲۸ | ۲۳۴ |
| ۳۲ | قرآن اپنے اُترنے کا کیا سبب بتلاتا ہی . . . . . . | ۲۳۵ | ۲۳۶ |
| ۳۳ | انجیل سے توریت منسوخ نہیں ہوئی اور نہ توریت کے کل شرائع و احکام اور نہ بعض رد و باطل ہوئے بلکہ اون کی تشریح و تفصیل اور تکمیل انجیل سے ہوئی ہی اور شریعت محمدیہ سے شرائع و احکام سابق کی تشریح و تفصیل نہیں ہوسکتی ہی بلکہ اون کو باطل اور رد کرتی ہی تو اس سے صاف دلیل ہی کہ شریعت محمدیہ خدا کی طرف سے نہیں . . | ۲۳۶ | ۲۷۷ |
| ۳۴ | کتاب مقدّس کی گواہی کہ انجیل منسوخ نہوگی . . . . . | ۲۷۷ | ۲۸۰ |
| ۳۵ | خاتمہ . . . . . . . . . | ۲۸۰ | ۲۸۲ |




یعنی ایک خط عام بنام برادرانِ اہل اسلام

جسکو مولوی صفدر علی انسپکٹر مدارس ضلع جبلپور متوطن اکبرآباد و رئیس دھولپور نے

بجواب خطوط اپنے احباب و آشنایانِ ممالک مغربی و شمالی

و اودھ و پنجاب و ممالک متوسطہ کے لکھا

نارتھ انڈیا ٹراکٹ سوسائٹی کی امداد سے

لکھنؤ

امریکن مشن پریس مین مطبوع ہوا

۱۸۷۸ع

طبع ثانی

۲۰۰۰ جلد



مانگو تو تمہیں دیا جائیگا - ڈھونڈھو تو تم پاؤگے - کھٹکھٹاؤ تو تمہارے لئے کھولا جائیگا

کیونکہ جو مانگتا ہے لیتا ہے - اور جو ڈھونڈھتا ہے پاتا ہے - اور جو کھٹکھٹاتا ہے اوسکے واسطے کھولا جائیگا ÷ (وعدہ یقینی خداوند یسوع مسیح)

بخدمت جناب مخدومان و مکرمان جملہ برادران اہل اسلام دام عنایتہم

احقر العباد فی البلاد نیاز مند خفی و جلی صفدر علی بعد سلام اشتیاق التیام عرض پرداز ہے کہ ایک عرصے سے اکثر احباب و آشنایان قریب و بعید حال تبدیل مذہب خیر خواہ استفسار کرتے اور اون دلائل یقینیہ کو طلب فرماتے ہیں جنسے احقر کو ثبوت کامل پہونچا کہ فی الواقع دین محمدی من جانب اللہ نہیں اور نہ محمد رسول اللہ - بلکہ صرف مذہب مسیحی حق اور خدا کی طرف سے ہے اور محض ایمان خداوند یسوع مسیح پر جملہ

بنی آدم کی نجات منحصر ہے اور فقط وہی شافع المذنبین ہے اور بس ٭ ہرچند احقر سے
بباعثِ قلتِ فرصت و شدتِ علالت اس امرِ واجب العرض کے اظہار مین خیلے
توقف ہوا مگر عالمِ مجبوری تھا اُمید کہ سب عنایت فرما معذور فرمائین ٭

اب یہ خیرخواہ اپنے تمام دوستون اور عنایت فرماؤن کی خدمت مین بہت
سے عرض کرتا اور شکرگزار و ممنونِ نوازش فرمائی ہوکر عرض پرداز ہے کہ اے عزیزو تمام
دنیا و مافیہا ہمہ گیر گذشتنی و گذاشتنی ہے آخر خدا ہی کو منہ دکھانا ہے اور ہر شخص کو اپنی
نسبت بجناب الٰہی جواب دینا ہے لہذا ہر فرد بشر پر فرض ہے کہ اپنے خالق و رازق
و مالک کی مرضی پہچانے اور ارشاد فرمودہ کو بدل و جان بجالاوے کیونکہ جو شخص
اوسکی مرضی بخوبی دریافت نکریگا یا جان بوجھ کر اوسکے ارشاد کی بجا آوری مین
کاہلی و سستی یا نافرمانی و سرتابی کریگا وہ بیشک اوس دائمی عذاب و عقوبت و
قہرِ الٰہی مین گرفتار ہوگا جہان سے خلاصی پانے کی ہرگز مطلق اُمید نہیں اور کوئی
دکھ اور مصیبت اوسکے برابر نہیں۔ مگر جو اوسکی مرضی دریافت کرکے اوسکے حکم کو
بجا لائیگا وہی بلاریب خوشحالی غیر فانی مین ابدالآباد خرسند و ارجمند و مقبول
درگاہِ الٰہی ہوگا ٭

بنا برعلیہ تمام انسانون پر فرضِ عین ہے کہ ایک ساعت فروگذاشت نکرین اور
ایک لمحہ غافل نہون۔ تعصب و طرفداری و حجت و کج بحثی دور کرکے صاف دلی
و انصافِ قلبی و پاک مزاجی سے بہمہ دل و جان متوجہ ہوکر تلاش و تحقیقات

کریں اور خداے مجیب الدعوات سے شبانہ روز بالحاج وزاری بکمال تجز وخاکساری دعاے ہدایت راہِ راست کریں کہ جو مذہب اوسکا دیا ہوا ہی اور جو کتاب اوسکی جانب سے ہی اور جو راہ نجات آدم زاد کی اوسنے مقرر کی ہی اپنے فضل وکرم سے ظاہر کردیوے۔ (کیونکہ جو ایسا نہین کرتا ہی اوسپر سچا دین اور خدا کی کتاب اور راہ حق کا ظاہر ہونا نہایت دشوار ہی) ؛

پھر جو مذہب مِن جانب اللہ متیقن ہو اور جو کتاب کلام اللہ ثابت ہو اور جو راہ خدا کی فی الحقیقت معلوم ہو اوسکے قبول کرنے میں دیر نہ کریں بلکہ بطوع خاطر ورغبتِ دل مطیع ومنقاد ہو ویں ؛

خداے ارحم الراحمین میرے سب مسلمان بھائیوں کو ایسی ہی توفیق دے آمین

مگر اہل اسلام کو مذاہب بت پرستوں کی تحقیقات کی حاجت نہیں اسواسطے کہ اونکے قصص مذہبی اور طریق عبادت ہی شہادتِ کامل دیتے ہیں کہ وہ مذہب مِن جانب اللہ نہیں۔ خدا کی ذات وصفات اور اوسکے ارادہ کی نسبت ایسے نامناسب خیالات وتوہمات بیان کئے کہ آدمی کو بت پرستی وناپاکی کی راہ دکھاتی اور ہلاکتِ ابدی کی جانب لیجاتے ہیں۔ لہذا کسی مسلمان کو اونکی تحقیقات ضرور نہیں ہی ؛

البتہ نہایت ضرور یہ ہی کہ کماینبغی تحقیقات کریں کہ آیا قرآن وحدیث جس کو اہلِ اسلام من جانب اللہ مانتے ہیں فی الواقع خدا کی طرف سے ہیں یا کتابِ

مقدس یعنی مجموعۂ توریت و انجیل و صحفِ انبیاے کرام جو مسیحیوں میں مروّج ہے اور جسکو وہ من جانب اللہ مانتے ہیں فی الحقیقت خدا کی طرف سے ہے۔ پھر جو حق ٹھہرے اوسے قبول کرنا واجب ہے ٭

اب میں آپ کا خیرخواہ جو محض آپکی بہبودِ آخرت کا بدل خواہاں ہے باقتضاے محبت و اخوت یہ عریضہ لکھتا ہے اور آیندہ بھی خداے تعالیٰ کی مدد سے ارادہ تحریر رکھتا ہے۔ قبل از شروعِ مطلب چار امر عرض کرتا ہے ٭

اوّل یہ کہ سابق ازین ارادہ تھا کہ اکثر دلائل ایک ہی خط میں لکھے۔ مگر اسمیں چند قباحت تھیں اگر اختصار کیا جاتا مفید مطلب کم ہوتا اور اگر بقدرِ ما وجب لکھتا اسکو ایک عرصہ درکار ہے دیر پر دیر ہوتی اور پڑھنے والوں کو بھی ملالت ہوتی۔ اسکے سوا خلطِ مبحث ایک کا دوسرے سے ہوتا۔ لہذا اس نیاز نامہ میں اول ایک ہی امر اہم پیش کرتا ہوں کچھہ تفصیل دیکر تا کہ جب یہ امر طے ہو جاوے پھر دوسرا امر شروع ہو۔

دوم اگر کوئی صاحب جواب تحریر فرمائیں یا کوئی امر دریافت کریں تو کوئی بات خارج از مبحث ذکر نہ کریں بلکہ ابھی خاص اسی امر میں گفتگو کریں جب یہ طے ہو چکے اوسوقت دوسرے امر کا موقع و محل ہوگا +

سوم یہہ کہ یہہ عریضہ محض بنظر خیرخواہی و خیراندیشی آپ صاحبوں کے لکھتا ہوں پس جو جو امر اسمیں مذکور ہیں یا آیندہ گذارش کیے جاوینگے صرف بغرضِ اظہار

حالِ واقعی مذکور ہیں اور ہونگے - کوئی صاحب گراں نہ سمجھیں اور ناخوش نہوں
کہ احقر کی نیت ہرگز آپ صاحبوں کی رنجدہی نہیں ہے - مطلق محمول بہ تشنیع وطعن
نہوں - بلکہ صرف بیانِ نفس الامر ہے - اور حتی الوسع جابجا گزارش بپاس
آداب تحریر ہونگی ٭

چہارم یہہ ہے کہ پہلے میں اون براہین کو پیش کرنا شروع کرتا ہوں جنسے ظاہر
و ہویدا ہے کہ قرآن و حدیث من جانب اللہ نہیں ہیں اسواسطے مذہب محمدی
حق نہیں ہے - جب یہہ بات طے ہوچکے گی اوس وقت تذکرہ قرآن و حدیث
نہ آویگا بلکہ صرف وہ دلائل عرض کیجاوینگی جنسے ثابت و متحقق ہے کہ مذہب مسیحی
بلا ریب من جانب اللہ ہے ٭

## آمدم برسرِ مطلب

واضح ہو کہ منجملہ اون براہین کے جنسے یقینِ کامل ہوتا ہے کہ قرآن و حدیث محمدیہ
خدا کی طرف سے نہیں ہیں ایک یہہ ہے کہ (باوجودیکہ قرآن و احادیث میں کتاب
مقدس یعنی مجموعۂ توریت و انجیل و صحفِ انبیاے کرام کو سچا اور کلام اللہ بتلایا
ہے اور جابجا اوسکی اِس درجہ تصدیق کی ہے اور اِس رتبہ اوسکے فضل و کمال
و ہدایت و تعلیم و تکمیل کی تعریف و توصیف مرقوم کی ہے جس سے زیادہ خیال ہیں

نہیں ہو سکتی ھی - مگر باینہمہ پھر وہی قرآن و احادیث اوسی کتاب کے مخالف و مباین و معارض ہیں نہ صرف فروع اور بالائی امروں میں بلکہ خاص مطالب و عمدہ مقاصد اصولِ ایمانیہ و ارکانِ دین میں بھی بکثرتِ تمام - لہذا ناممکن ھی کہ قرآن و حدیث من جانب اللہ ہوں ❖

کچھ حاجت نہیں کہ میں اُن آیاتِ قرآنی کو اِس جگہہ نقل کروں جنمیں صاف صاف اقرار کیا ھی اور علانیہ شہادت دی ھی کہ کتابِ مقدس تمام و کمال کلام اللہ اور ہدایت و منبع فیض الٰہی ھی جس کا ماننا ضروری ھی کیونکہ اہل اسلام کا ہر فرد اس سے واقف ھی اور سب مسلمان جانتے ہیں ❖

پس جبکہ بموجب تصدیق قرآن کے کتابِ مقدس کلام اللہ ھی اور فرض کرو کہ قرآن و حدیث بھی منجانب اللہ ہین تو اِس حالت میں نہایت ضرور و لابد تھا کہ قرآن و حدیث کتابِ مقدس کے ساتھہ موافق و مطابق ہوتے - مگر موافق کہاں وہ دونوں تو اصولِ ایمانیہ و ارکانِ دین و تعلیمات و ہدایات و قصص و اخبار سب میں کتابِ موصوف کی مخالف و مباین و معارض و مناقض ہین بشدت و کثرتِ تمام - اور ظاہر ھی کہ خدای تعالیٰ عالم الغیب و غیر متغیر و صادق ھی - لہذا بخوبی تمام ظاہر بلکہ اظہر ھی کہ بلا شبہہ قرآن و حدیث منجانب اللہ نہیں ہو سکتے ہین -

بعض احباب نے دریافت فرمایا ھی کہ قرآن و حدیث کس کس امر مین مخالف و مباین کتابِ مقدس کے ہیں ❖

کتاب مقدس کے مطالب و مقاصد دیکھو بحث ... قرآن و حدیث ... ۱۲

ہر چند اس بیان کو ایک بڑا رسالہ درکار ہے اور جو شخص قرآن وحدیث کا کتاب مقدس
کے ساتھ مقابلہ کرے وہ فی الفور یقین کریگا کہ بلاشبہہ اگر کتاب مقدس خدای
حیّ القیوم کا کلام ہے تو بلاریب قرآن وحدیث اوسکی طرف سے نہیں ہو سکتے ہیں
ادنی گنجایش تاویلات بعیدہ کی بھی نہیں ہے جسکے ذریعہ سے اون میں موافقت
ومطابقت متصور ہو *

لیکن تاہم حسب فرمایش اون احباب کے بقدر ضرورت چند مخالفت عرض
کیجاتی ہیں - ناظرین نیاز نامہ ہذا کی خدمت میں التماس ہے کہ ان بیانات کو بغور
ملاحظہ فرماکر انصاف کریں *

پہلا اختلاف - کتاب مقدس میں توحید فی التثلیث او تثلیث فی التوحید
کی تعلیم صاف صاف پائی جاتی ہے - یعنی اگرچہ یہ بات بلاشبہہ مذکور ہے کہ خدا واحد
ہے تاہم اوسکی ذات واحد میں تین اقنوم ہونے کی تلقین بھی واضح ولائح ہے یعنی
اب وابن وروح القدس ان تینوں اقانیم میں سے ہر ایک خدا ہے تاہم تین خدا
نہیں بلکہ خداے واحد لاشریک ہے *

اگر کوئی کہے کہ یہ بات مطلق میرے فہم میں نہیں آتی ہے تو اس باب میں اسقدر
عرض کافی ہے کہ یہ ہی مقام تعجب نہیں *

ذات الہی تو بلاشبہہ ہماری عقل وفہم سے بیرون اور قیاس ووہم سے افزون ہے
لہذا اوسکی ماہیت کے اسرار اور اوسکی ذات کے رازونکو کسطرح عقل سے جان سکتے ہیں

اگر کتابِ مقدس خداے تعالی کا برحق کلام نہ ہوتا تو صرف مسئلہ تثلیث کیا بلکہ اُسکی جملہ تعلیمات قابلِ اعتماد و اعتقاد نہوتیں - مگر درحالیکہ وہ فی الواقع و فی الحقیقت خداے حی القیوم کا برحق کلام ہے جسکے ثبوت کامل ہیں پس اِس حالت میں کون جرأت کرکے کہہ سکتا ہے کہ میں نے خداے تعالی کی ذات کو بالکل دریافت کرلیا اور اُسکی ماہیت معلوم کرلی اور اوسکی تھاہ میں نے پالی اور میں یقیناً کہہ سکتا ہوں کہ اوسکی ذات میں تین اقانیم ممکن نہیں ہیں *

حاشا و کلا - عقل محدود و قاصر میں یہہ تاب و تواں کہاں کہ ذاتِ مطلق و مغیب و بے منتہا کے ادراک کا دعوی کرے یا اوسکی ماہیت کے اسرار کو بیان و عیاں کرسکے کہ میں نے ماہیّتِ ذاتِ الہی دریافت کرلی اور مجھے معلوم ہوگیا کہ ناممکن ہے کہ ذاتِ الہی ایسی عجیب و غریب و لاامثال و لانظیر ہو کہ باوجود اقانیم ثلثہ کے وہ واحد رہے ہرگز ہرگز نہیں - عقل عاجز و قاصر صاف صاف شہادت اپنی نارسائی کی اِس مقام سے دیتی ہے اور ادراکِ ذات و اسرار ماہیّت سے اِنکار بحت کرتی ہے *

**مصرع** کہ کس نکشود و نکشاید بحکمت ایں معما را *

للہ در من قال

خدایا منزہ ز اوہام خلق | توخلاقِ ارواح و اجسامِ خلق
چو ادراکِ صنعت ندانیم ما | کجا درکِ ذاتت توانیم ما
خیال و گماں فہم و وہم و قیاس | چو نتواں بردپے بدرک حواس

جہان آفریں را چہ داند کہ چیست      شناسائی کنہ جلالِ تو کیست

الغرض مسئلہ تثلیث جو اسرارِ ماہیت ذات مغیّب و مستتر خدائے ذو الجلال سے
ھے دلائلِ عقلی سے اوسکا ثبوت و بطلان دونوں ناممکن ہیں بلکہ محض کلام اللہ
سے ثابت و متحقق ہے جسکا من جانب اللہ ہونا دلائلِ یقینیہ سے ثابت ھے۔ پس کلام اللہ
کے روبرو کسی دلیل کی حاجت نہیں اور کسی برہان کو اسکے روبرو رتبہ نہیں ✤
مگر اس بات کو فراموش نکرنا چاہیئے کہ ابھی یہ گفتگو نہیں ھے کہ آیا تعلیم تثلیث درست
ھے یا نہیں بلکہ اس وقت صرف یہ دکھایا جاتا ھے کہ یہ تعلیم کتابِ مقدس میں صاف
و صریح موجود ھے جسکو قرآن و حدیث بار بار بتلاتے اور تصدیق کرتے ہیں کہ کلام اللہ
لیکن افسوس یہہ ھے کہ باوجود اس تصدیق کے پھر اوسی کتاب کی ایسی اول و
خاص تعلیم کو جھٹلایا چاہتے ہیں تو اسطرح سے آپ ہی اپنے کو رد کرتے ہیں ✤
جب یہ بات انصافِ دلی سے ثابت ہو چکے اوس وقت اس امر کے دریافت
کرنیکا موقع و محل ہو سکتا ھے کہ جس کتاب میں تثلیث کی تعلیم ھے وہ کلام اللہ ہو سکتی ہے یا نہ

دوسرا اختلاف۔ کتابِ مقدس سے خداوند یسوع مسیح کی الوہیّت و ابنیّت
صاف صاف نصوصِ صریحہ سے ثابت ھے۔ یعنے ہر چند لکھا ھے کہ اوسنے جب نجات
آدم زاد کے واسطے جامۂ انسانی کو مشرف فرمایا تب سوائے گناہ کے جس سے
وہ بالکل منزّہ و مبرّا تھا باقی جملہ لوازمِ انسانیت و ذاتِ انسانی اختیار
فرمائی ✤

یہ بھی قدرتِ الٰہی کا عجیب و غریب راز ہے جسکے فہم و ادراک میں عقل حیران و سرگردان ہے
اور خداوند مسیح کی ابنیّت سے مراد انسانی اور نفسانی طور کا تولد ورشتہ نہیں
ہے جسکو مسلمان لوگ ناحق اپنے دل میں گمان کرکے مسیحیوں پر کفر کی تہمت لگاتے
ہیں۔ بلکہ بموجب تعلیمات و مطالب کتابِ مقدس ابنیّت سے مراد وہ روحانی علاقہ
اتحاد و یکتائی ہے جو الوہیت میں اقنوم ثانی اقنوم اوّل سے رکھتا ہے * وہ ربانی و روحانی
اور ابدی و ازلی علاقہ جو ہمارے فہم و خیال سے برتر ہے۔ کوئی اوسکا بیان کر سکتا
ہے نہ ہم اوسکی مثال بتلا سکتے ہیں۔ ورنہ ہم انسانوں کی زبان کے الفاظ اوس رازِ
الٰہی کے ظاہر کرنے میں قدرت رکھتے ہیں +

الغرض یہہ تعلیم کتابِ مقدس میں صاف و صریح ہے۔ مگر قرآن و حدیث گویا آج
بات کے درپے ہیں کہ اِس تعلیم کو جڑ سے اکھاڑیں۔ اور ہماری دانست میں اگر
دوسری وجہ نہ ہوتی تو یہی ایک امر اتنا بڑا تھا کہ قرآن و حدیث کے من جانب اللہ
ہونے کے دعوے کو بالکل رد کر سکتا ہے +

کیونکہ جیسا میں نے آگے کہا ایسا ہی پھر کہتا ہوں کہ ابھی یہہ دریافت کرنا منظور
نہیں کہ آیا یہہ تعلیم درست ہے یا نادرست۔ پر اگر قرآن کی تصدیق کے بموجب کتابِ
مقدس خدائے اصدق الصادقین کا برحق کلام ہے اور وہ صاف سکھاتا ہے کہ
کہ خداوند مسیح اللہ ہے اور اگرچہ اوسنے انسان کی نجات کیواسطے انسانیت کا جامہ
پہن لیا اور اُس جامہ کے ساتھ انسلکے سب کام سوائے گناہ کے کئیے تو پھر یہہ کہنا

* [illegible]

بڑی بے ایمانی اور کفر کی بات ہی کہ وہ اللہ نہیں بلکہ صرف بشر اور مخلوق ہی*
تیسرا[۳] اختلاف - توریت اور انجیل اور صحفِ انبیاے کرام ہم آواز ہو کر پکارتے
ہیں اور صاف صاف شہادت دیتے کہ خدا نے گنہگاروں کی نجات کے واسطے
صرف ایک ہی راہ ٹھہرائی - اِس بات میں کتابِ مقدس کی یہ مراد معلوم ہوتی ہی
کہ اگرچہ خداے تعالی رحمت و محبت سے معمور ہی تاہم اوسکی پاک و نیک نظر میں گناہ
و معصیت نہایت بری اور مکروہ چیز ہی - اوسکی پاک نظر اور گناہ میں ایسا اختلاف ہی
جیسا نور اور تاریکی میں - پس اگر وہ اپنی محض رحمت سے گنہگار کو بخشدے تو
اُسکی قدوسیت اور عدالت کے خلاف ہی - اور گنہگاروں میں یہ تاب و توان نہیں
کہ وہ اپنے اعمال سے اپنے گناہوں کا کفارہ کر سکیں - اِسکے دو باعث ہیں
اول یہ کہ جتنے اعمالِ نیک اِنسان کرسکتا ہی سب کی تعمیل اوسپر فرض ہی ہر ایک
متنفس اپنے فرائض واجب الادا سے زائد خداوند کی خدمت بجا نہیں لاسکتا ہی
پس جبکہ جملہ اعمالِ صالح جو اِنسان کرسکتا ہی اوسکی فرضِ واجب الادا میں داخل
ہین تو بھلا اپنے بے شمار گناہوں کے عوض میں کیا دیسکتا ہی - دوسرا سبب یہ کہ
آدمی ہرگز ایسے کامل بے نقص اعمال نہیں کرتا ہی کہ خیرِ محض ہوں جنکو اگر خداے تعالی
اپنی پاک نظر اور کامل عدالت سے ملاحظہ کری تو پسندیدہ ہوں اور بے عیب نکلیں
بلکہ سچ تو یہ ہی کہ اوس قدوسِ سبحان کی عدالتِ کاملہ میں آدمی اپنے نیک اعمال
کے سبب بھی قصوروار اور سزا دہی کہ وہ بھی پُر از معصیت اور گناہ آمیز ہوتے ہین*

ان دونوں امروں پر بخوبی غور ہو کہ فی الواقع انصاف دلی آدمی کو بار بار ان دونوں
امروں کو تبلاتا اور جتلاتا ہی +

لہذا ایسے اعمال کے ذریعہ گناہ کا کفارہ تو کیا دیسکتا ہی وہ اعمال خود جنکو لوگ
غفلت میں آکر صالح جانا کرتے ہیں نافرمانی و گناہ سے بھرے اور بدی سے لدے ہوتے ہیں
آہ تو گنہگار کی رہائی پانے اور خلاصی حاصل کرنیکی کونسی راہ ہی جس سے خدا تعالی
بیحد رحمت اور کامل عدالت دونوکی دونوں جلال پاویں کوئی بھی ناقص اور نا کامل نہو
خدائے ذوالجلال کی نظر مبارک میں صرف ایک ہی راہ ٹھہری ہی وہ یہ ہی کہ جیسا
کلام مقدس میں ارشاد ہوا کہ (خدا نے جہان کو ایسا پیار کیا کہ اپنے اکلوتے
بیٹے کو بخش دیا کہ جو کوئی اوسپر ایمان لاوے ہلاک نہووے بلکہ ہمیشہ کی زندگی پاوے)
جسکا مطلب کتاب مقدس کے اور سب مقاموں کے ملانے سے یہ معلوم ہوتا ہی
کہ خدا کا ازلی و ابدی بیٹا انسان کی نجات کے لئیے اس جہان میں آیا اور اوسنے
انسانیت کے جامہ کو اختیار کرکے خادم کی صورت پکڑی اور وہ سب خدمت
جو انسان کو کرنی تھیں مگر اوس سے نہوئیں اونکا ضامن اور عوضی ہو کر اوسکی بدلے
اوسنے کامل اور پوری کیں تاکہ جو کوئی اپنے ناقص اعمال کا بھروسا چھوڑ کر اوسپر
ایمان لاوے اوسکو وہ اپنی راستبازی لا انتہا سے عنایت فرما کر راستباز ٹھہراوے
اور اوسنے انسان کے گناہوں کے عوض انواع و اقسام کے تصدیعے اور تکلیفیں
اوٹھا کر مظلوم ہو کر صلیب پر اپنی جان کو کفارہ میں دیا۔ تاکہ آدمیوں کے بدلے

× یوحنا ۳ باب ۱۶ آیت

اونکے گناہوں کی سزا آپ اُٹھا کے خدا کی عدالت کو پورا کرے اور گنہگار کو سزاے ابدی سے رہائی بخشے۔ اور اب خداوند فرماتا ہی جو کوئی گنہگار سچی توبہ کرکے مسیح پر ایمان سیرہ لاویگا اوسکو میں مسیح کی راستبازی سے مفت راستباز ٹھہراؤنگا اور اُسکے تصدیعہ اوٹھانے کے باعث اوسکے گناہ معاف کرونگا +

اسطرح خداے تعالیٰ نے مفت انسان کی نجات فرماکر اپنی بے حد رحمت اور محبت کو اور اپنی کامل پاکی اور عدالت کو بزرگی بخشی۔ کیونکہ اس سے زیادہ کیا محبت ہو سکتی ہی کہ انسان کی نجات کے واسطے اپنے عزیز اور یکتا بیٹے کو بخش دینا اور اس سے بڑی رحمت کیا متصور ہی کہ گنہگار کو مفت نجاتِ ابدی مرحمت کرنا اور اس سے زیادہ خدا کی عدالت کا ظہور کس بات میں ہو سکتا ہی کہ خدا کا ازلی وابدی بیٹا اگر گنہگاروں کے بدلے تصدیعہ اوٹھاوے۔ ہاں اگر ہر ایک گنہگار ابد الآباد جہنم میں سزا پاتا جیسا کہ مستحق تھا تو بھی خداے تعالیٰ کی عدالت اور صفت کی کاملیت ایسی ظہور میں نہ آتی +

اے گنہگارو اس بات کو اپنے دل میں سوچو اور اپنی جانوں پر رحم کرکے خداے تعالیٰ کی اس بڑی نجات کو مفت لو اور یقین جانو کہ تم اپنے اعمال صالحہ سے جنھیں تم کبھی غفلت میں آکر صالح جانتے ہو ہرگز ہرگز اپنے کو نہ بچا سکوگے اور گنہگار کا بچنا اور خدا کی عدالت کا کامل ہونا ایسا آسان نہیں کہ کوئی مخلوق چاہے نبی ہووے یا فرشتہ تمھیں بچا سکے ؞

پر اوپر جو مذکور ہوا کہ خدا گنہگاروں کو مسیح پر ایمان لانے سے مفت نجات دیتا ہے
کیونکہ مسیح نے آپ گنہگاروں کی سزا کو اٹھا لیا۔ اِسکو سنکر کتنے لوگ نادانی سے
یہ کہتے ہیں کہ اب تو مسیح پر ایمان لاکر آدمی چاہے جس قدر گناہ کیا کرے تو بھی
نجات ہونی ضرور ہے*

مگر یہہ امر باطل ہے اور خیال خام۔ کیونکہ جب خداے تعالی نے سچی توبہ اور
بیر یا ایمان کو شرط ٹھہرایا تو کیونکر ممکن ہے کہ کوئی جان بوجھکر گناہ کرے اور بدل
وجان خدائی مرضی پر چلنے کی کوشش نہ کرے۔ کیونکہ اگرچہ ایماندار کے نیک اعمال
اوسکی نجات کے باعث نہیں ٹھہر سکتے ہیں جیسا کہ اوپر مذکور ہوا تو بھی اوسکا
گناہ سے باز رہنا اور خداے تعالی کی مرضی پر چلنے کے لئے بدل وجان کوشش
کرنا اوسکے ایمان کی سچائی کا واجبی نشان ہے۔ پر جو ایسا نہیں کرتا ہے اوسکے حق
میں کتاب مقدس کا صاف صاف فرمودہ ہے کہ اوسکا ایمان مردہ یعنی باطل ہے
پس کتاب مقدس میں یہی ایک راہ گنہگاروں کی نجات کے لئے ظاہر کی ہے
ہاں توریت اور تمام انبیاؤں کی کتاب اسی پر گواہی دیتی ہیں۔ صاف لکھا ہے
کہ توریت میں جانوروں کی قربانی چڑھانے وغیرہ کی جتنی رسوم تہیں وہ سب
اُسی بڑی قربانی یعنے خداوند مسیح کی قربانی اور اوسکے متعلق باتوں کے نشان
تھے اور پیشخبری کے طور پر اوسپر گواہی دیتے تھے۔ پس کلام اللہ کے سب صحیفوں
سے ثابت ہوتا ہے کہ شروع سے خداے تعالی نے یہی راہ ٹھہرائی اور آخر تک یہ قایم رہیگی

مگر قرآن وحدیث اسکو رد کرکے دوسری کئی طرح بطرح کی راہ نجات ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن کیا ممکن ہی کہ خدا کا ابدی وازلی بیٹا انسان کو نجات بخشنے کے واسطے آگر آپ اوسکے واسطے دکھ اور تصدیعہ پاکر اوسکے لیئے کامل نجات کو طیار کرے اور بعد اوسکے کوئی گنہگار بشر آکر اوس بات کو اوٹھاوے اور کوئی دوسری راہ اپنی عقل ناقص سے ٹھہراوے۔ کیا ممکن ہی کہ خدا کی ہوئی بات ایسی ناکامل ٹھہرے کہ کوئی انسان اوس سے افضل راہ مقرر کرے۔ کیا ہو سکتا ہی کہ خدا کے نزدیک ایک وقت تو اپنی عدالت کا کامل کرنا اور اپنی قدوسیت وپاکیزگی کی بزرگی وعظمت وجلال ظاہر کرنا اس قدر ضرور معلوم ہو کہ سوا اوسکے کہ وہ اپنے عزیز وہمتا بیٹے کو گنہگاروں کا ضامن ٹھہراوے اور وہ اونکے گناہوں کی سزا آپ اوٹھاوے اور کوئی صورت گنہگاروں کے بچنے کی نہ ٹھہراوے اور دوسرے وقت وہی قدوس وعادل خدا اپنی عدالت کا پورا کرنا ایسا بے فائدہ وفضول جانے اور اپنے بیٹے کا قربان ہونا ایسا ناحق سمجھے کہ وہ ایسی چھوٹی چھوٹی باتونکو جنھیں قرآن وحدیث بتلاتے ہیں گنہگاروں کی بخشایش کے واسطے کافی سمجھے۔ کیا ممکن ہی کہ جب خدا نے ایسا کہا ہو کہ دنیا کے شروع سے بلکہ اوسکے پیشتر سے یعنے ازل سے ایک ہی راہ میں نے گنہگاروں کی نجات کے لیئے مقرر کی ہے اور آخر تک یہی رہے گی اور اوسی راہ کے ظاہر کرنے اور بتلانے کے واسطے آدمی کے دلوں اور عقلوں کو طیار کرنے کو شروع آفرینش سے انبیا

اور مرسلین کو متواتر بھیجے اور بڑے بڑے انتظام و بند و بست فرماوے جیسا کہ کتاب مقدس سے ظاہر ہے اور پھر وہی اپنی بات کو جھوٹھا کر دے اور اپنے سارے کئے کرائے بند و بست کو باطل اور ناحق اور لغو سمجھے اور یکایک ایک نئی راہِ نجات کی مقرر کرے*

میں برائے مزید احتیاط پھر عرض کرتا ہوں جیسا کہ سابق ازیں کہا کہ ابھی یہ گفتگو نہیں ہی کہ آیا وہ سبیلِ نجات جو کتاب مقدس میں مذکور ہی اور خلاصہ اوسکا اوپر عرض کیا گیا درست ہی یا نادرست۔ خواہ آپ اسکو درست جانیں خواہ نادرست خیال کریں مگر جس کتاب کو قرآن و حدیث خدائے حیّ القیوم کا برحق کلام تبلاتے ہیں اوسمیں اول سے آخر تک اوسی راہ کو ٹھہرایا ہی اور اوسی کتاب میں صاف صاف کہا ہی کہ صرف یہی راہِ نجات کی ہی اور یہی آخر تک رہیگی اور کوئی دوسرا رستہ نہیں ہی جس سے بنی آدم نجات پاویں*

مگر قرآن و حدیث اوس راہ کا کچھ ذکر نہیں کرتے ہیں بلکہ اوسکو رد کرتے ہیں اور دوسری انوکھی راہیں ٹھہرانا چاہتے ہیں اسی طرح سے اوسی کتاب کی بباطن تکذیب کرتے ہیں جسکی بظاہر تصدیق کی ہی۔ لہذا ایسا کرنے سے حقیقت میں آپ ہی رد ہو جاتے ہیں*

چوتھا اختلاف۔ ہر ایک فہمیدہ و منصف مزاج شخص جان سکتا ہی اور غور کرنے سے تسلیم کریگا کہ اخلاقی شریعت اور رسمی حکموں میں سے شریعت

اخلاقی اصل اور افضل ھی۔ کیونکہ اوّل یہ امر قابلِ دریافت ھی کہ خداے تعالی جو انسانونکو شریعت اور احکام دیتا ھی یعنے بعضے کاموں کے کرنے اور بعضون کے نہ کرنے کا حکم فرماتا ھی اسکا سبب کیا ھی +

پس یہ تو ہرگز نہیں ہوسکتا ہو کہ اوسکو ہمارے کسی کام کرنے یا نہ کرنے سے کچہ فائدہ ھی یا نقصان۔ اور نہ ایسا تصوّر ہوسکتا ھی کہ وہ عبث بعضے کاموں کے کرنے اور بعضوں کے نہ کرنے کا حکم دیکر گویا ناحق انسانوں کو تنگ کرنے اور ادہر بوجہ رکھنے میں خوش ہوتا ھی۔ یا گویا اونکو حکم عدولی کرنے پر سزا دینے اور دوزخ میں ڈالنے کے لیئے ایک بہانہ ٹھرا کر خوش ھی نعوذ باللہ منہا۔ (جیسا مسلمان شرائع محمدیہ کو تکلیفات اور اپنے کو مکلّف کہتے ہیں) +

ضرور سبب اسکا یہی ھی کہ خداے تعالی جل شانہ اپنی ذات سے پاک و نیک اور صادق و عادل ھی اس واسطے ضرور اوسکو آدمیوں کا بھی پاک و نیک ہونا پسند ھی اور بد و ناپاک ہونا ناپسند اور مکروہ۔ کیونکہ ناپاکی اور بدی کو پسند کرنا پاک ذاتی اور نیک صفاتی کے برخلاف ھی۔ لہذا یہ محض خداے تعالی کی ذاتی نیکی اور پاکی کا اقتضا ہی کہ وہ اپنی تمیزدار مخلوقات میں بھی نیکی و پاکی چاہتا ھی۔ کیونکہ اگر ایسا نہو تو وہ خود نیک و پاک متصوّر نہیں ہوسکتا ھی +

اور یہہ کہ اوسکی ذاتی عدالت و نصفت کا اقتضا ھی کہ وہ نیکوں کو جزا اور بدوں کو سزا دیتا ھی۔ کیونکہ عدالت کے یہی معنی ہیں۔ اور اگر ایسا نہ مانیں تو

پھر خداے تعالے پر غیر عادل ہونے کی تہمت ھے +

اس سے یہ نتیجہ نکلتا ھے کہ نیک اعمال اس لیئے نیک نہیں ہیں کہ خداے تعالےٰ کی کتاب میں اونکے کرنے کو حکم فرمایا اور نیک بیان کیا ھے ۔علیٰ ہذا القیاس بداعمال بھی اسواسطے بد نہیں ہیں کہ کلام اللہ میں اونکو بد بتایا ھے اور اونکے کرنے کو منع کیا ھے ۔کیونکہ اگر کلام الٰہی میں مذکور ہونے اور نیک یا بد ٹھہرا دینے سے بعضے کام نیک اور بعضے بد شمار ہوئے تو لازم آتا ھے کہ وہ کام قبل مذکور ہونے اور ٹھہراے جانے کے نہ نیک تھے نہ بد ۔پس اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ خداے تعالےٰ کے نزدیک نہ پسند تھے نہ ناپسند +

بھلا پھر اونکو خواہ مخواہ نیک و بد اقرار دینا اور اونکے امر و نہی کرکے آدمیوں کو اونکی نسبت کرنے یا نہ کرنے کا حکم دینا خدا کی ذاتی نیکی و پاکی اور عدالت کے تقاضے کے باعث تو نہ ٹھہرا بلکہ بلا سبب و بے وجہ آدمیوں کے سر پر بوجھ رکھنا اور اونکو تنگ کرنا ٹھہرا +

علاوہ بر اں بالفرض اگر کوئی کام از خود نہ نیک ھے نہ بد تو خداے تعالےٰ کی ذات کے نیک و پاک ہونے کے کیا معنی ہونگے؟ ۔کیونکہ نیک و پاک تو وہی ھے جو نیکی سے معمور اور بدی سے مبرا و منزہ ہو ۔پس اگر کوئی کام نہ از خود نیک ھے اور نہ بد بلکہ سب برابر ہیں تو نیکی و پاکی کے الفاظ بے معنی و مہمل ہیں ۔لہذا ضرور اول کسی چیز کو نیک یا بد ماننا ضرور ھے اوس وقت کسی کو نیک یا بد کہہ سکتے ہیں +

ثناءعلیہ عرض ہے کہ بعضے اعمال خود بذاتہ نیک وخوب ہیں جن سے خدا تعالی معمور ہے اور بعضے از خود بد اور نفرتی ہیں جیسے وہ منزہ ومبرا ہے۔ اسیواسطے وہ پاک ونیک اور تمام ستایش وتعریف کے لایق اور کمال محبت کے سزاوار ہے آمین *

اور وہ قدوس سبحان اپنی اس ذاتی پاکی ونیکی وخوبی کے اقتضا سے اپنی تمیزدار مخلوقوں کو اون اعمال وافعال کے کرنے کا حکم دیتا ہے جو بذاتہ نیک ہیں اور اون سے منع کرتا ہے جو از خود بد اور نفرتی ہیں۔ پس ایسے احکام کو ہم شریعت اخلاقی اور احکام باطنی اور اصل شریعت کہتے ہیں *

مگر رسمی شریعت وہ ہے جو کتنے ہی کاموں کے کرنے کا حکم دیتی ہے اور کتنے ہی کاموں سے منع کرتی ہے مگر وہ کام نہ از خود نیک ہیں نہ بد بلکہ محض حکم الہی کے باعث اونکی حلت یا حرمت معین ہوئی *

لیکن بخوبی یاد رہے کہ رسمی شریعت بھی خدا تعالی بیفایدہ اور فضول آدمیوں پر محض ظلم کرنے کو نہیں دیتا ہے۔ ضرور کسی خاص مطلب اور فائدہ کے واسطے مقرر ہوئی ہے جیسا کہ آیندہ اسکا بیان کیا جائیگا۔ لیکن ابھی مدعا میرا یہہ ہے کہ رسمی شریعت مثل اخلاقی شریعت کے اصل اور اول نہیں اور نہ خداے تعالی کی پاک ونیک ذات کا عکس ہے اور نہ اوسکی ذاتی پاکی ونیکی کے اقتضا کے پورا کرنے کے لیئے ضرور ہے اور نہ انسان کی کاملیت کا نشان ٹھہر سکتی ہے *

اب رہا یہہ کہ آیا وہ اعمال وافعال کون سے ہیں جو بذاتہ نیک یا بد ہیں اور اخلاقی

شریعت کے مطلب و مقصد ہیں۔ اور وہ کون سے کام ہیں کہ اگرچہ خداے تعالی نے اونکی حلت و حرمت بیان کی ہے مگر وہ خود بذاتہ نہ نیک ہیں نہ بد بلکہ محض حکم الٰہی ہونے کے باعث وہ نیک یا بد قرار دیئے گئے اور اسیواسطے رسمی شریعت کے مطلب ہیں *

پس واضح ہو کہ اسکا دریافت کرنا منصف مزاج اور حق جو شخص کو آسان ہے اگرچہ حجتی اور کج بحث کی تسکین مشکل ہو *

کہ اخلاقی شریعت کے مقاصد کی مثال جیسا کہ خداے تعالی خالق و رازق و مالک برحق کی عبادت اور اوسکے ساتھہ ساری اپنی دل و جان و عقل و طاقت سے محبت رکھنا۔ اوسکی تعظیم و تکریم کرنا۔ اوسکا شکرگذار و ثناخواں رہنا۔ علی ہذا القیاس تمام انسانوں سے بدل محبت رکھنا۔ محتاجوں بیواؤں یتیموں بیکسوں غریبوں بیماروں مصیبت زدوں کی بہر مقدور خبرگیری اور مدد کرنا۔ سچ بولنا۔ دیانت و امانت کے ساتھہ کام کرنا۔ والدین اور بڑوں کا ادب کرنا وغیرہ۔ یہ سب بذاتہ نیک ہین *

اور خدا کا خوف نہ رکھنا۔ اوسکی ناشکری۔ اوسکی عبادت نہ کرنا۔ جھوٹھہ بولنا قتل چوری۔ فریب۔ زنا۔ بدمستی۔ والدین کی نافرمانی وغیرہ۔ یہہ بذاتہ بداعمال ہیں *

اگر کوئی پوچھے کہ انکے بد و نیک ہونے کی کیا دلیل ہے۔ تو ہم عرض کرتے ہیں کہ اسکی دلیل اور شہادت تیرے دل میں موجود ہے اوس سے پوچھہ وہ آپ گواہی دیگا

اور یاد رہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا کہ اگر ان اعمال کو بذاتہ نیک یا بد نہ مانو اور یہہ تسلیم نہ کرو کہ ان اعمال سے خدا راضی ہوتا ہے اور اون میں سے جو لائق رتبۂ خدائی ہیں اونسے وہ خود معمور ہے اور تمام بد اعمال سے وہ منزہ و مبرا ہے اور اون سے نفرت و عداوت رکھتا ہے تو پہر خدا کی پاکی اور نیکی کا کیا مدعا ہوگا؟

آب باقی رہے وہ افعال جو از خود نہ برے ہیں نہ بہلے مگر حکم الٰہی ہونیکے باعث ویسے ہو گئے اونکی نظیر یہہ ہے مثلاً شریعت موسویہ میں بعض جانوروں کا کہانا حلال تہا اور بعضوں کا حرام - علی ہذا القیاس کئی چیزیں پاک بتلائیں جنکے چہونے یا استعمال سے آدمی پاک ٹہرایا جاتا تہا اور کئی چیزیں ناپاک قرار دی گئیں جنکے چہونے یا استعمال سے آدمی ناپاک گنا جاتا تہا - مگر ظاہر ہے کہ وہ جانور اور چیزیں نہ از خود پاک ہیں نہ ناپاک بلکہ محض حکم شریعت سے ویسی ہو گئیں اگر کوئی اسکی دلیل پوچہے تو نہایت واضح ہے کہ سب جانور اور تمام اشیاے موجودات و مخلوقات خداے قدوس کی آفریدہ ہیں اور خداے سبحان ناپاک کا بانی اور پیدا کرنے والا نہیں ہو سکتا ہے - کیونکہ ناپاک چیز تو اوسکی پاک ذات کے برخلاف ہے پس جبکہ ان جانوروں اور چیزوں کو اوسنے خود پیدا کیا ہے تو یہی دلیل کافی و شافی ہے کہ وہ جانور اور چیزیں اور اوسکی ذات کے برخلاف نہیں ہیں اسواسطے ناپاک بہی نہیں ہیں لہذا ثابت ہوا کہ شریعت موسویہ میں بعض جانوروں یا چیزوں کو ناپاک قرار دیا تو اس باعث سے نہیں کہ وہ بذاتہ ناپاک ہیں اور خداے تعالیٰ کی پاک ذات

کے برخلاف ہیں اور گویا باقتضاے پاکی ذات کے خداے تعالیٰ نے اونکے کھانے یا چھونے وغیرہ کو منع کیا تھا (جو اخلاقی شریعت کا نشان ہی) بلکہ اون جانوروں اور چیزوں کے منع کرنے کا کچھ اور ہی خاص مدعا اور مطلب تھا۔ جیسے دیکھیے کہ دال بھات یا روٹی وغیرہ آدمی کی خوراک ہی اور وہ انہو واچھی ہی اوسکا کھانا روا ہی مگر جب حکیم کسی مریض کو اوسکا کھانا منع کرتا ہی تو اس باعث سے نہیں کہ گویا وہ بذاتہ بری اور خراب ہی اور کھانے کی چیز نہیں ہی۔ بلکہ کسی خاص مصلحت اور غرض سے۔ اور جب وہ غرض پوری ہو جاتی ہی تو پھر اجازت اکل دیتا ہی اسی طور شریعت موسویہ میں بعضی چیزوں کا پاک اور بعضی کا ناپاک مقرر کرنا اسی قبیل سے تھا۔ اوسکا مدعا ہرگز ہرگز یہ نہ تھا کہ وہ چیزیں بذاتہ پاک یا ناپاک ہیں۔ بھلا کوئی قدرتی چیز از خود ناپاک ہو سکتی ہی؟۔ تمام اشیا انہیں عناصر سے مرکب ہیں اور عناصر خداے تعالیٰ کے بنائے ہوئے ہیں۔ اور وہ اشیاے ممنوعہ عناصر سے مرکب ہوئیں تو اپنے ارادہ یا اختیار سے نہیں بلکہ اسباب وعاداتِ خلقت سے بنی ہیں۔ اور مسبب حقیقی اور عادت کا مقرر کرنے والا خدا ہی اور اون اسباب کا دور کرنا یا عادت کا بدل ڈالنا کسی مخلوق کی قدرت اور اختیار مین نہیں ہی لہٰذا جو کچھ خداے تعالیٰ نے بنایا ہی اور پیدا کیا ہی وہ بذاتہ ناپاک نہیں ہو سکتا ہی۔ (ہرچہ از غیب است بے عیب است)

مگر حقیقی ناپاکی۔ (یعنے وہ نجاست جس سے انسان خداے پاک کے روبرو

گنہگار اور ناپاک ٹھہرتا ھے) وہ ھے جسے کوئی مخلوق اپنے ارادہ اور اختیار سے کرتا ہے
مگر جو چیز خداے تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ھے اور اسباب وعاداتِ عالم سے بنتی ھے
اگر وہ ناپاک تصور کیجاوے تو معاذ اللہ خدا ہی کو ناپاکی کا بانی ماننا پڑتا ہے *

لہذا ثابت ہوا کہ خداے تعالیٰ کی نظر میں کوئی جانور یا دوسری چیز جو مخلوقات
کے اسباب وعادات سے پیدا ہوتی ھے ناپاک نہیں ھے *

اور یہہ بھی کہ ماکولات ومشروبات وغیرہ کسی چیز کے استعمال سے دلی پاکی
اور حقیقی طہارت بھی حاصل نہیں ہوسکتی ھے - بلاشبہہ صاف ستھری چیزیں کھانا
پینا وغیرہ استعمال کرنا انسان کو ضرور ھے مگر وہ بذاتہٖ پاک ونیک نہیں - اون سے
مطلق وہ پاکی ونیکی حاصل نہیں ہوسکتی ھے جو خداے قدوس کی ذات میں ہے
اور انسانوں کو ویسا ہی کرنا واجب وفرض ھے *

بھلا ان کھانے پینے اور پہننے کی چیزوں سے اور دل کی پاکی اور نیکی سے
کیا مناسبت ھے؟

الغرض کوئی چیز جو مخلوقات میں عادات واسبابِ عالم سے پیدا ہوتی ھے
نہ پاک ھے اور نہ ناپاک - لیکن کسی خاص غرض اور فائدے کے واسطے خداے تعالیٰ
نے اگلی شریعت میں ایسی چیزوں کو پاک یا ناپاک بیان فرمایا اسی واسطے وہ
رسمی اور ظاہری شریعت تھی *

جبکہ گناہ کے سبب تمام جہان بت پرستی اور طرح طرح کی بدیوں اور ناپاکیوں

اور گمراہیوں میں گرفتار ہوگیا اور حقیقی پاکی و نیکی سے منحرف ہوکر اصلی ناپاکی اور بدی میں مبتلا ہوگیا تھا۔ خداے تعالیٰ نے اپنی کمال رحمت وفضل کی نگاہ سے چاہا کہ آدمیوں کو پھر اپنی کامل مرضی بتلاوے اور راہ راست پر لاوے۔ تو اوسکی عمیق حکمت میں یہ مناسب اور پسندیدہ معلوم ہوا کہ آدمیوں کو اخلاقی اور اصلی شریعت کے ساتھ رسمی اور ظاہری شریعت بھی دیوے۔ چنانچہ اگلے نبیوں خصوصاً حضرت موسیٰ کو ایک رسمی شریعت بھی عنایت کی ✤

سبب اوسکا یہہ معلوم ہوتا ہے کہ آدمی کی عقل وطبیعت گمراہی اور ضلالت میں گرفتار ہونے کے باعث ایسی خراب وتباہ ہوگئی تھی کہ وہ خداے تعالیٰ کی کامل اور روحانی شریعت کو بخوبی سمجھنے اور اوسپر قائم رہنے کے لائق نہ رہا ✤

جس کسی کو یہ بات دریافت کرنی ہو وہ بنی اسرائیل کے اگلے احوال کو پڑھے تو بخوبی معلوم ہوگا کہ اون دنوں کے لوگ جہالت وضلالت کی کیسی بھاری تاریکی میں گرفتار تھے کہ باوجود شریعت کے اور بار بار تنبیہ وتادیب کے پھر بھی احکامِ الٰہی کے سمجھنے اور اون پر قائم رہنے میں کس قدر ٹھوکریں کھاتے اور بدی کی طرف مائل ہوتے تھے ✤

پس جس طرح کوئی اُستاد کسی نادان لڑکے کو پہلے حروف مفرد پھر مرکب پھر الفاظ سہل وعبارت پھر زیادہ لکھنا پڑھنا سکھاتا ہے تاکہ اُسکی عقل تربیت پذیر ہوکر قابل ہو بعدہٗ اوسکو علومِ مقصودہ وفنونِ مطلوبہ سکھاتا ہے اسی طرح جب

تمام عالم علمِ الٰہی کی بابت محض جاہل اور مطلق بے وقوف تھا اُس وقت خدائے رحیم نے چاہا کہ پھر اوسمیں اپنے علم کی اشاعت فرما دے تب اوسکا پاک ارادہ ہوا کہ پہلے ایک قوم یعنے بنی اسرائیل کو تربیت و تعلیم دیکر کامل کرے تاکہ وہ گروہ علمِ الٰہی مین کامل ہووے کہ اُسکے ذریعے تمام جہان کو راہِ راست پر لاوے ❊

آپ صاحبوں کو بخوبی معلوم ہو کہ شریعتِ موسویہ صرف بنی اسرائیل ہی کے واسطے دی گئی تھی اوسمیں یہ حکم نہیں کہ اوسکی تعلیم سب قوموں کو کیجاوے ❊

سو اگرچہ بنی اسرائیل کو کچھ کچھ شریعتِ اخلاقی بھی عطا ہوئی تھی بلکہ بقدّس دنل احکام بھی جو تمام شریعتِ اخلاقی کو جامع اور اوسکے اصولِ بےنظیر ہین۔ لیکن اِس جہت سے کہ ہنوز اونکے دل اور مزاج اطاعتِ احکامِ ربّانی اور پاکی و نیکی روحانی کے امتیاز میں تربیت پذیر نہ تھے لهذا اونکی تعلیم دینے اور خوگر کرنے کے واسطے ظاہری اور رسمی و جسمانی شریعت بھی دی گئی جو نشان و علامت و نقش شریعتِ روحانی و احکامِ اخلاقی کے تھے جو اوسکے بعد خداوند یسوع مسیح کے ذریعے ظہور میں آئی ❊

چنانچہ جب وہ زمانہ آپونہچا کہ بنی اسرائیل میں سے بہتیروں نے خوب تعلیم و تربیت پائی (اور اگر بہتون نے نہ پائی تو یہ اونکا قصور تھا) اور خدا کی روحانی اور کامل شریعت کے جاننے اور ماننے کے لائق ہوئے تب خداوند یسوع مسیح جو تمام جہان کا نجات بخشندہ اور کامل و روحانی شریعت کا معلّم ھی ظاہر ہوا

اور روح القدس جو اوس شریعتِ اصلی و حقیقی روحانی کا الواحِ قلوب انسانوں پر مرقوم و منقوش کنندہ ھے ایک خاص طور پر نازل ہوا تب اوس ناکامل رسمی و ظاہری شریعت کی حاجت نہ رہی۔ اسواسطے کہ تب ایامِ طفولیت و زمانہ جہالت و نادانی گذر چکا اور وقتِ بلوغ و زمانہ تحصیل علمِ اصلی و مقصودی و مطلوبی کا پہونچا۔ اسواسطے خداے تعالیٰ نے انجیل مقدس اور اپنے پاک رسولوں کے صحائف کے ذریعے اپنی کامل و روحانی و اصلی و اخلاقی شریعت ظاہر فرمائی۔ یہ مختصر بیان دونوں قسم کی شریعت یعنی رسمی و اخلاقی کا ہوا ÷

پس رسمی و ظاہری شریعت اصل و مقصود و مطلوب نہیں بلکہ محض مقرر کرنے کے باعث واجب التعمیل ہوئی۔ وہ خدا کی ذاتی پاکی و نیکی کا عکس و پرتو نہیں اور نہ اوسکے تقاضے پورا کرنے کو ضرور رسمی بلکہ انسان کی ناکاملیت کا نشان ہے کہ جب خدا تعالےٰ اپنی حکمت کاملہ سے چاہے موقوف کر سکتا ھے ÷

مگر شریعتِ اخلاقی اصلی و ازلی و ابدی اور خداے قدوس کی ذاتی پاکی اور نیکی کا عکس و پرتو اور اوسکے تقاضے پورا کرنے کو ضرور اور انسان کی کاملیت کی علامت ھے اور اسیواسطے ہرگز منسوخ نہیں ہوسکتی ھے کیونکہ جو کوئی امورات مذکورہ بالا کو بخوبی سمجھیگا اوسپر ظاہر ہوگا کہ ایسی شریعت کا بدلنا اور منسوخ ہونا خدا کی ذات کا بدلنا ھے ÷

پھر ایک امر اور بھی قابل غور ھے کہ قرآن و حدیث نہ صرف اس بات میں کتاب

مقدس کے برخلاف ہین کہ جب کامل اخلاقی وروحانی شریعت ظاہر ہوئی اور ناکامل
رسمی وجسمانی شریعت کی ضرورت جاتی رہی اوس وقت قرآن وحدیث انکو آدمی کو
پھر ناکامل اور ظاہری ورسمی وجسمانی شریعت کے پابند کرنا اور کامل کو ناکامل و ناقص
کرنا چاہتے ہیں بلکہ اوسکے علاوہ اصلی اور حقیقی اور کامل شریعت اخلاقی وروحانی
پر عارضی ومجازی اور ظاہری اور جسمانی ورسمی شریعت کو ترجیح وفوقیت دیتے ہیں
اور اوسی کو مقدم اور اعلیٰ اور افضل اور ارکان دین قرار دیتے ہیں۔ مگر جو عبارت
بالا کو بغور ملاحظہ کریگا بخوبی جان لیگا کہ ایسا کرنا سراسر غلطی اور فاش نادانی ہی اور بس

اب رہی شریعت اخلاقی سو اوسکی نسبت بھی غور کرنا لازم ہی کہ کتاب مقدس
سے صاف ظاہر ہی کہ انسان کی حالت جہالت اور نادانی مذکورہ بالا میں نہ صرف
اوسکو ایک جسمانی اور رسمی شریعت خداے تعالیٰ نے عطا کی بلکہ جو اخلاقی شریعت
بتلائی وہ بھی کامل نہ تھی +

اِسکا مدعا یہ نہیں کہ خداے تعالیٰ نے اوسوقت انسان کو گناہ کرنے کا حکم دیا بلکہ یہ
غرض ہی کہ اوس وقت انسان ایسا گمراہی اور گنہگاری میں مبتلا تھا کہ بنظر کمزوری و
سخت دلی اوسکے خداے جلشانہ نے اپنی پاک مرضی کو پورا اور کامل بیان نہ فرمایا
چنانچہ بنی اسرائیل مین دستور تھا کہ جب چاہتے اپنی جوروؤں کو بلا وسواس
سنے پروائی کے ساتھ چھوڑ دیتے اور دوسری عورتیں کر لیتے تھے۔ نہایت غیر محتاط
اور بے توجہ اور سخت تھے +

پس یہ بات ہرچند خداے تعالے کی نظر میں ناپسند تھی مگر تاہم انکی سنگدلی اور کمزوری ملاحظہ فرما کر اس باب میں اپنی پاک و نیک مرضی کامل طور پر اونپر ظاہر نہ کی بلکہ اس منشا سے کہ اس معاملے میں نہایت نے انتظامی اور بے احتیاطی اور مطلق العنانی ہونے پاوے بلکہ ایک حد بندہ جاوے اور فی الجملہ پابندی ہووے ایسا ارشاد کیا کہ جب تم عورتوں کو چھوڑا کرو تو یوں ہی مت چھوڑ دیا کرو بلکہ اُنھیں طلاقنامہ دیا کرو اور اسکے سواے اور بھی چند باتوں میں قید لگادی تاکہ ویسی بے قیدی اور مخلع بالطبع نہ رہے بلکہ کچھہ قید اور پابندی ہوجاوے *

اس باب میں جو احقر نے عرض کی اگرکسی کو شبھہ ہو تو انجیل مقدس دیکھہ لے کہ خود خداوند مسیح نے اس باب میں کس طور ارشاد کیا ھی *

اور جو کوئی انصاف دلی سے غور کریگا سو جان لیگا کہ عورت کو بغیر زنا کے چھوڑ دینا یا طلاق دینا خداے تعالی کی پاک مرضی کے برخلاف ھی۔ خداے تعالی نے حرامکاری اور زناکاری کو جبکہ منع فرمایا ھی تو اس سے اوسکی پاک مرضی یہی معلوم ہوتی ھی کہ جب عورت اور مرد سے شادی ہو تو اونکے درمیان ایک ایسا پاک اور یگانہ اور مضبوط رشتہ ہو جو کبھی ٹوٹے نہیں اور عقل بھی صاف شہادت دیتی ھی کہ شادی کرنے کے جو فرائض اور فوائد اور مراد ہیں یعنے زن و شوہر کو باہمدگر کامل محبت رکھنا ایک دوسرے کو تسلی دینا دونوں کو ملکر اپنی اولاد کی پرورش کرنا۔ اوسکی حامی و مددگار ہونا۔ اوسکی بہتری کے واسطے بدل و جان سے فکر و کوشش کرنا وغیرہ

یہ سب فرائض و فوائد اور مرادیں اوسی وقت پوری ہوسکتی ہیں جبکہ زن و شوہر میں
ایسا ہی پاک و پختہ اور غیر منقطع رشتہ ہووے - اور اگر ایسا نہ ہو بلکہ جب مرد چاہے
جورو کو چھوڑتا جاے اور دوسری کرتا جاے تو رنڈی بازی اور نکاح میں کیا فرق ھے
کبھی رات دو رات کی جورو ہوتی ھے اور نکاحی بھی ویسی ہی ہوئی انتہا یہ کہ نکاحی
کچھ عرصہ زیادہ رہے - لہذا صاف ظاہر ھے کہ عورت کو چھوڑ دینا خداے تعالی کے
نزدیک مکروہ اور ناپسند اور زناکاری ھے +

لیکن انسان کی اوس ناکاملیت کی حالت میں خداے تعالی نے یہ بات زیادہ
ظاہر نہ کی بلکہ یہ چاہا کہ بنی اسرائیل اوس حالت نہایت بے احتیاطی اور وارستگی
سے قدرے باز آویں اور ایک گونہ قید میں آویں - بلکہ اونھیں بنی اسرائیل کو
بعد حضرت موسیٰ کے جبکہ شریعت موسویہ جاری تھی دوسرے نبیوں کی معرفت
فرمایا کہ میں طلاق سے ناراض و ناخوش ہوں[+] - مگر انجیل مقدس کے وسیلہ جب
خداے تعالی نے اپنی کامل شریعت کو ظاہر فرمایا تب صاف صاف اپنی مرضی
بیان فرمادی اور حتمی حکم دیدیا کہ زناکاری کے سواے کسی حالت میں طلاق دینا
جائز نہیں ھے بلکہ نامشروع اور ممنوع ھے[+] +

مگر ملاحظہ فرمائیے اب باوجود ظہور اِس کامل پاکیزگی کے قرآن و حدیث بعثت
آخر الزماں ہونے کا دعویٰ کرتے اور لوگوں کو یہ سکھاتے ہیں کہ جب تمہاری خواہش
ہوا کرے جوروں کو طلاق دیا کرو - بلکہ محمد صاحب کے زمانہ میں بالاتفاق

ملاکی باب ۲ آیت ۱۶ ... [illegible]
متی باب ۵ ... [illegible] ... سورۂ بقرہ ۲۲۹ و ۲۳۰ ... [illegible]

ثابت ھی کہ کئی جہادوں میں متعہ کا حکم بھی جاری ہوا کہ لوگوں نے رات دو رات کیواسطے عورتیں رکھیں اور شیعوں کی روایت کے بموجب نہ صرف محمد صاحب کے زمانہ میں یہ حکم خداے تعالی نے دیا تھا بلکہ اب بھی درست اور مشروع اور موجب حسناتِ کثیرہ ھی - نعوذ باللہ منہا +

پس اس طور انسان پر عصیاں کو جسے خداے رحیم الرحمان نے اپنی کمال مہربانی سے بتعلیمِ انجیل مقدس پاک و نیک و کامل کیا اب قرآن و حدیث اوسے ناپاک و بد و ناقص بنانا چاہتے ہیں +

اس باب میں طوالت کی کچھ حاجت نہیں ھی - ہر ایک منصف مزاج جب ان باتوں کو بغور و تامل ملاحظہ کریگا بخوبی جان لیگا کہ یقیناً قرآن و حدیث خداے قدوس سبحان کی طرف سے نہیں ہیں جسنے اپنی کمال مہربانی سے انسان پر عصیان کی حالتِ مذمومہ پر رحمت کی نگاہ فرماکر بذریعۂ کتاب مقدس کے ایسے احکام فرمائے اور اس ترتیب و تدریج سے تعلیم و تربیت فرمائی کہ وہ پاک و نیک و کامل اور اپنے خالق و رازق کی مرضی کا شناسا اور اوسکی پاک نظر میں مقبول ہووے +

پانچوان اختلاف - اوپر میں نے عرض کیا ھی کہ شریعتِ اخلاقی اصلی و ازلی و ابدی اور خداے قدوس سبحان کی ذاتی پاکی اور نیکی کا عکس ھی اور اوسکے تقاضے پورا کرنے کے لیئے ضرور اور انسان کی کاملیت کا نشان ھی - اسی واسطے منسوخ ہونیکے قابل نہیں ھی +

بلاشبہہ ناممکن و محال ھی کہ خداے تعالیٰ اس شریعتِ اخلاقی کامل کو بدل ڈالے اور مردود ٹھہراوے اور اوسکے برخلاف حکم دیوے۔ اِس واسطے کہ اوسکے خلاف بالکل مناقض و مبائن و معارض اوسکی پاک ذات و نیک صفات کے ھی اسیواسطے وہ گناہ و معصیت ھی۔ پس ناممکن ھی کہ خداے قدوس اپنی پاک و نیک ذات کے برخلاف شریعت مقرر کرے اور گناہ و معصیت کیواسطے حکم دیوے +

اسی لیئے جب خداے تعالیٰ نے اپنی پاک و نیک و کامل شریعت اخلاقی و روحانی کو انجیل مقدس کے ذریعہ ظاہر فرمایا تو بوساطت معلم کامل خداوند یسوع مسیح کے ایسا ارشاد کیا (آسمان و زمین ٹل جائینگے پر میری باتیں کبھی نہ ٹلینگی + ×

× اسم۔ آیت۔ باب ۲۴ انجیل

لیکن قرآن و حدیث دعوی کرتے ہیں کہ ہم بھی من جانب اللہ ہیں اور باوجود اس دعوی کے خداے تعالیٰ کے احکام اخلاقی اور شریعتِ اصلی کو بدلنا اور رد کرنا چاہتے ہیں۔ پاکی و نیکی کو چھوڑنا پاکی اور بدی سکھاتے ہیں جو بالکل مخالفِ اقتضاے ذات الٰہی ہیں اور مبائن و معارض اوسکی صفاتِ کاملہ کے +

پس یہہ بھی ایک بڑی علامت ھی کہ قرآن و حدیث خدا کی طرف سے نہیں۔ ہرچند اِسکی مثالیں بہت ہیں مگر اون میں سے چند ذیل میں مذکور ہوتی ہیں۔

(۱) ہر شخص جانتا ھی کہ جس طور مذہبِ حق کا بدل ماننا فرض ھی اوسی طرح اوسکا زبان سے قبول کرنا واجب ھی یعنے جس طور تصدیق بالجنان فرض ھی اسیطرح اقرار باللسان بھی فرض ھی۔ تاکہ دوسرے ہمارے بھائی بنی آدم بھی اوسکو

جانیں اور دریافت کریں وہ بھی اس نعمتِ لازوال سے محروم نرہیں۔ خصوصاً جب کوئی
ہمسے دریافت کرے اور ہمارا مذہب پوچھے تو ضرور لابد ہی کہ ہم بیان کریں علی الخصوص
جھوٹ موٹ دوسرا مذہب تبلانا یا اپنے مانے ہوئے مذہب کا انکار یا کلمۂ کفر زبان پہ
لانا تو کسی حالت میں درست نہیں ہی۔ بالکل ناجائز و ناروا ہی +

اِسی واسطے انجیل مقدس میں ارشاد ہی کہ خداوند مسیح نے ارشاد کیا ہی کہ جو کوئی آدمیوں
کے روبرو میرا انکار کریگا بروزِ قیامت میں بھی اوسکا انکار کرونگا اور صاف ظاہر ہی
کہ جس حالت میں ایک شخص ایک مذہب رکھتا ہی اور دل سے اوسکو سچا اور حق
جانتا ہی پس اگر اوس سے انکار کرے تو کئی گناہوں میں مبتلا ہوتا ہی۔ ایک تو جھوٹ
بولنا کہ جو حق جانتا اور دل سے مانتا ہی اوسکے خلاف کہتا ہی اور وہ کسی حالت میں
درست نہیں ہی اور خلاف مرضی خداے تعالیٰ کے ہی

دوم یہہ کہ دوسرے لوگوں کی ضلالت کا باعث ہی کہ اگر سب ایسا ہی کریں
تو دین حق کسی پر ظاہر نہوگا سبکے سب کسی نکسی دباؤ سے ایسا ہی کرینگے۔

سوم اوسکے سچے ایمان کا نشان نہیں ہی کہ جو شخص امر حق سے بخوف جان یا
مال انکار کرتا ہی اوسکا بھروسا خداے قادر مطلق پر بالکل نہیں ہی۔

کیا خدا میں قدرت نہیں کہ اگر چاہے اس بلا کو اوس سے دور کردے اور کیا
اوس شخص کو ضرور نہیں ہی کہ اگر خداے تعالیٰ کی مرضی یہی ہی کہ وہ اس بلا میں مبتلا ہو
تو اوسکی رضامندی چاہیے اور اگر جان پر بھی آن بنے تو تصدق راہ خدا میں کرے

الغرض جو شخص امر حق سے بخوف جان یا مال انکار کرتا ھو بلاشبہہ اوسکا ایمان درست نہیں اور جھوٹا ایمان رکھتا ھی۔ اور نہ وہ مذہب حق ہو سکتا ھی جس مین اسکی اجازت دی ھو*

اسی واسطے لاکھوں مسیحی مقدسوں نے اپنی جان عزیز تک دین مگر دین مسیحی سے انکار نہ کیا بلکہ اقرار کیا۔ اور بلاشک وہ سچے ایماندار اوس پاک و نیک حکم پر مستحکم رہے کہ تم اُنسے خوف نہ کرو جو صرف جسم کو ہلاک کرتے ہیں مگر اوس سے ڈرو جو جسم و جان دونوں کو جہنم میں ڈال سکتا ھی*

اس طور بیشمار مسیحیوں نے ہر ایک مصیبت اور بلا طرح طرح کی سہیں۔ کوڑے زنجیریں بیڑیاں قید خانے جلاوطنی قتل ہونا مارے جانا جلایا جانا درندوں گزندوں کا لقمہ ہونا سنگسار ہونا مثل مشعل رال اور تیل میں رکھکر جلنا وغیرہ سب قسم کی ایذا اور تکلیف کی برداشت کی مگر دین مسیحی سے اور خداوند مسیح کا انکار نہ کیا اور اس طور مذہب مسیحی کی حقیقت ثابت کرکے اس دنیا سے با ایمان سدھارے*

اے میرے عزیز دوستو۔ تمام روے زمین پر شہیدوں کی نامدار فوج مسیحی سو ہی ھی جنھون نے مذہب مسیحی کی سچائی ہر طرح کی مصیبت اور بلاؤں کی برداشت سے ظاہر کی اور اوسکی صداقت کی شہادت اپنے بیش بہا خون سے لکھی۔ اور اس نہج شاداں و فرحاں با ایمان اس جہان گذراں سے گئے اور اونکی

ارواحِ مقدسہ خداوندِ ذوالجلال کے حضور قدوس قدوس قدوس رب الافواج پکار رہی ہیں*
مگر آپ ملاحظہ کیجیے کہ قرآن میں اجازت دی ہی کہ اگر کسی کا دل تو اسلام کی
تصدیق کرتا ہی اور ایسی تکلیف میں پڑے تو اسلام سے انکار کر دینا روا ہی۔ اور احادیث
سے بھی دریافت ہوتا ہی کہ محمد صاحب نے حکم دیا کہ بخوف جان کلمۂ کفر کہدینا جائز ہی۔
اور شیعوں کی روایات کے بموجب ایسی حالت میں بخوف جان صرف جائز
ہی نہیں بلکہ بہتر اور افضل ہی کہ اسلام سے انکار کر دیوے اور کلمۂ کفر کہے۔
ای بھائیو آپ ہی اپنے دلوں میں انصاف کریں کہ کیا سچ ہی اور کیا جھوٹ۔
کونسا خدا کا حکم ہی اور کونسا انسانی کلام ہی؟
اور کیا ہو سکتا ہی کہ خدا (جو اپنی ذات سے اصدق الصادقین ہی اور اسکا یہ صفات
ذاتی ہی کہ انسان بھی سچ بولیں) آپ ہی جھوٹ کہنے کی اجازت دیوے اور جھوٹے
لوگ طیار کرے؟۔ کیا ممکن ہی کہ وہ خدائے قدوس (جو اپنی پاک و نیک اور
سچے دین کو تمام دنیا میں پھیلانا چاہتا ہی اور اپنے دیئے ہوئے راستہ کی صداقت
ظاہر کرنا چاہتا ہی) وہ اوسکی صداقت اس طور ظاہر کرے کہ ایمان داروں کو
اجازت یا حکم دیوے کہ بخوف جان سچے دین سے انکار کر لیا کرو اور اپنے نبی کو
جھوٹا بتلا دیا کرو؟
کسی کے خیال میں آسکتا ہی کہ وہ خدائے برحق۔ (جو اپنی ذات و صفات سے
سچا اور غیر متغیر ہی) ایک وقت تو اوسکو اپنے پاک دین کی صداقت اور راستی

* سورہ نحل ۱۰۸ [illegible] ... امام جعفر ... [illegible]

کا ظاہر کرنا یہاں تک ضرور معلوم ہو کہ اپنے برگزیدہ رسولوں اور ایمانداروں کو
حکم دیوے کہ سب طرح کی تکلیف سہو اور دُکھہ اوٹھاؤ حتیٰ کہ گوناگون عذاب و
عقوبت دنیاوی کے ساتھ اپنی عزیز جانوں تک دیدو مگر سچّے دین کا انکار ہرگز
نہ کرنا بلکہ اقرار کرو اور کسی انسان سے خوف نہ کرو جو حق ھی وہی کہو- اور ایک وقت
ایسا آیا کہ وہی خدا سچائی اور راستی اور دین حق کے اظہار کو یہان تک حقیر جانے
اور اُن تمام شہیدوں کے بیش بہا خون کو جس سے روئے زمین سرخ ھی
ایسا ناچیز سمجھے کہ جھوٹ بولنے کی اجازت دے اور مذہب حق کا انکار
روا جانے اور ایمانداروں کو اوسکا حکم دیوے*

کیا خدا ائی بدل گئی- ہرگز نہیں بلکہ صاف صاف ظاہر ھی کہ قرآن و
حدیث خدائے اصدق الصادقین کی طرف سے نہیں- ایسے حکم صرف
انسان پر عصیاں کے ہیں*

(۲) پر ظاہر ھی کہ راستی اور سچائی انسان کو نہایت ضرور ھی کہ یہی خدائے
صادق کی صفت کاملہ کا عکس و نمونہ ھی اور انسان کے کمال کا نشان ھی
جو سچا نہیں اوسکی کسی بات اور قول و فعل کا اعتبار نہیں- صداقت و
راستی ہی پر اعتماد اور بھروسہ ہوتا ھی*

پس کتاب مقدس میں جابجا مرقوم ھی کہ ہر آدمی قول و فعل میں سچا ہووے-
ایک جگہہ بھی اجازت نہیں دی کہ آدمی کسی حالت میں جھوٹ بولے بلکہ صاف صاف

ارشاد کیا ھی کہ جھوٹ بولتا ھی ملعون ھی *

مگر احکام محمدی میں جھوٹ بولنے کی اجازت دی ھی - چنانچہ ایک امر تواوپر مذکور ہوا جو قرآن وحدیث میں مذکور ھی - اُسکے سوائے احادیث میں اور بھی کئی جگہہ خلاف گوئی اور جھوٹ بولنے کو جائز رکھا ھی - جسکو ضرورت ہو کتب مذکورہ کو دیکھ لے کہ نقصان دین و ایمان و زیان جان و مال و عزت و آبرو کے خوف کے مارے اور دو مسلمانوں میں صلح کرانے کے لیئے اور جنگ میں دشمنوں پر فتح یابی کے واسطے اور جورو کو راضی کرنے کے لیئے وغیرہ جھوٹ بولنا درست ھی بلکہ وہ جھوٹ ہی نہیں * - اور سُنیوں کے مسائل اکراہ اور شیعوں کے مسائل تقیہ قابل غور ہیں *

اب ای بھائیو میں اس باب میں کیا لکھوں اور کیا کہوں آپ ہی صاحب انصاف کریں کہ بھلا ممکن ھی کہ خداے برحق و صادق خلاف اپنی پاک ذات کے ایسے ناپاک کاموں کی اجازت دے - بھلا کسکے خیال میں آسکتا ھی کہ وہ اصدق الصادقین اپنے بندوں کو جھوٹ بولنے کی اجازت یا حکم دیکر اونکا بلکہ خود اپنا اعتبار کھووے کیا ممکن ھی کہ چار ہزار برس تک تو خدا راستی اور سچائی کو ایسا ضرور اور لابد جانے کہ ایسا حکم ناطق فرماوے کہ ہرگز کسی حالت میں جھوٹ نہ بولنا اور ارشاد کرے کہ جھوٹا ملعون ھی اور اب آخر زمانہ میں وہی راستی کو ایسا حقیر اور ناچیز جانے کہ ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں کے واسطے اس دنیاوی تھوڑے نفع یا دفع مضرت یا خواہش نفسانی کے لیئے دروغگوئی کی اجازت دے - تعالیٰ اللہ عما یصفون *

* سکھانشفات ۲۲ ۱۵ و ۱۶ و ۲۰ و ۲۴ و غیرہ

* دیکھو نصف عمر الرعایت اسماء سورہ نحل و بقر و احیاء العلوم جزو سوم کتاب آفات اللسان بیان ان الکذب ... 

* دیکھو تفسیر آل عمران

(۳۸) ہر شخص جانتا ھی کہ اگر آقا کے دو نوکر ہوں ایک تو وہ جسکو آقا اپنا حکم بتلادے
اور وہ نوکر بخوبی تمام اُسکی مرضی اور حکم کو جانتا اور سمجھتا ہو اور اوسکے منشا سے
اچھی طرح واقف ہو اور دوسرا وہ جو اُسکے احکام اور مرضی سے جیسا چاہیئے
خوب واقف نہو پس فرض کرو دونوں ایک ہی کام خلاف مرضی اپنے آقا
اور مالک کے کریں تو اُن دونوں میں کونسا زیادہ سزا کے لائق ھی۔
بلاشبہہ وہی جو اپنے آقا کی مرضی بخوبی پہچانتا ھی اور جسنے کہا ہی اوسکے احکام
کی آگاہی پاکر تقصیر کی وہ عدول حکمی اور نافرمانی کی بڑی سزا پائیگا کہ اُسنے عمداً
جان بوجھکر اپنے مالک اور آقا کی سرتابی و نافرمانی کی۔ مگر دوسرا نوکر اس سبب
سے کہ وہ نوکر ھی اور فی الجملہ اپنے مالک کی مرضی بھی جانتا ھی سزا پائیگا مگر اس وجہ سے
کہ بخوبی اُسکی مرضی سے مطلع نہ تھا اور اُسکے احکام خاطر خواہ نہ سمجھتا تھا معذور ھی اس
واسطے اوس اول نوکر کی برابر سزا کے لائق نہیں ھی۔ صدہا مثالیں اسکی اور بھی
ہیں جو روزمرہ ہمارے برتاؤ میں ہیں۔ سب جانتے ہیں کہ ناواقفیت دلیلی
عذر ھی*

اسی واسطے انجیل مقدس میں ارشاد ہوا ھی کہ جو لوگ کلام الٰہی اور احکام
ربانی سے واقف نہیں ہیں اور گناہ کرتے ہیں وہ کم سزا پاوینگے مگر جو کلام اللہ
پاکر اور جان بوجھکر سرتابی کرتے اور مرتکب گناہ ہوتے ہیں وہ زیادہ سزا
پاوینگے۔ پس یہہ حکم بلاشبہہ خداے عادل کا ھی جسکے روبرو کسی کی طرفداری

نہیں ھو۔ اوسنے صاف صاف ارشاد کیا ہی کہ غیر قوموں کے لوگ جو کلام اللہ اور احکام الٰہی سے واقف نہیں ہیں وہ اِس جہت سے سزا کے لائق ہیں کہ وہ شریعت الٰہی اپنے دلوں میں منقوش پاتے ہیں کہ خداے تعالیٰ نے اعمال بد و نیک کی سمجھ اونکو بھی دی ھو۔ اونکے دل احکام و مرضی الٰہی کو بتلاتے ہیں پس جبکہ انھوں نے اوس شہادت دلی کے خلاف خدا کی نافرمانی کی اِس وجہ سے سزا پاوینگے۔ مگر جن لوگوں کے پاس علاوہ شہادت دلی کے کلام الٰہی بھی موجود ھو جسکے ذریعہ وہ خداے تعالیٰ کی پاک اور نیک مرضی بخوبی پہچانتے ہیں مگر اپنی بد ذاتی اور شرارت سے باز نہ آکر گناہ کرتے اور نافرماں ہوتے ہیں وہ بے ایمانوں سے بدتر ہیں اور بھاری سزا پاوینگے*۔

مگر قرآن و حدیث اِسکے خلاف تعلیم دیتے اور محمدیوں کی طرفداری اور خاطر سے خلافِ عدالت اور برعکس انصاف حکم دیتے ہیں کہ کلمہ گو چاہے کیسا ہی فاسق فاجر بدکار ہو وہ یا تو بلا حساب و کتاب یا محمد صاحب کی شفاعت وغیرہ سے نجات پائیگا۔ جسنے کلمہ پڑھا ھو اوسپر آتش جہنم حرام ھو۔ کلمہ گویوں میں سے کوئی شخص ہمیشہ دوزخ میں نہ رہیگا چاہے کیسا ہی گنہگار ہو+ مگر جسنے کلمہ نہیں پڑھا غرض دوسرے مذہب والے کیسے ہی کیوں نہوں بلاشبہہ ابدی عذابِ جہنم میں گرفتار ہونگے‡۔

(۴) ہر انسان کا دل گواہی دیتا ھو کہ خداے تعالیٰ ہمارا خالق و رازق و

* رومیوں ۲ باب ۱۴ سے ۱۵ تک و ۱۲ آیت
+ دیکھو بخاری و مسلم و ترمذی وغیرہ کی حدیثیں جنکا ذکر پہلے ہو چکا ہی اور منقول صحیح بخاری و مسلم و ابو داود و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ و دیگر کتب احادیث میں احادیث شفاعت منقول از انجیل
‡ سورہ بقر رکوع ۱۴ و ۱۵ وغیرہ

مالک ہی جو اپنی ذات وصفات میں تمام نیکیوں اور خوبیوں سے معمور اور جملہ بدیوں سے دور اور پاک ہی اسی واسطے وہ باقتضاے پاکی و نیکی خود چاہتا ہی کہ اوسکی ہر ایک تمیز دار مخلوق بھی پاک اور نیک ہوں پس خداے تعالیٰ کا فرض ہی کہ ہر انسان اپنے جملہ اقوال وافعال وافکار میں پاک و نیک ہووے۔ اسی واسطے کلام مقدس میں جابجا ارشاد ہوا ہی کہ تم پاکی و نیکی میں کامل ہو جیسا خداے تعالیٰ کامل ہی۔ الغرض انسان پر فرض عین ہی کہ اپنی تمام رفتار و گفتار و تصورات دلی میں کمال حاصل کرے عبادات میں ہو یا معاملات میں۔ حتی کہ انجیل مقدس میں ارشاد ہوا اگر کوئی شخص نیک کام کرنے کی طاقت و استطاعت رکھتا ہو اور نہ کرے تو وہ بھی گنہگار ہوتا ہی۔

مگر شرائع محمدی کے بموجب سواے چند اقوال و افعال مخصوصہ کے فرض نہیں ہی اوس سے زیادہ کرے تو ثواب ہی اور نہ کرے تو عذاب نہیں ہی۔ اور افکار مذمومہ اور دلی خیالات فاسدہ اور ناپاک تصورات پر حساب نہیں۔ امت محمدیہ کو معاف ہوگئی ہی۔

اے عزیز دوستو انصاف کرو۔ کیا ممکن ہی کہ خداے قدوس سبحان جو اپنی ذات وصفات سے پاک و نیک ہی اور انسانوں کی پاکی اور نیکی چاہتا ہی وہی ایسا حکم دے۔ کسی کے وہم میں بھی آسکتا ہی کہ ایک وقت تو خداے تعالیٰ آدمیوں کو یہانتک کامل کرنا چاہے اور قطعی و حتمی حکم دیوے کہ ہر انسان کو اپنے تمام اقوال

و افعال و افکار سے پاک و نیک ہونا چاہیئے اور اوسکے بعد پاکی و نیکی کو ایسا بیکار و فضول جانے کہ صرف چند اقوال و افعال ہی کو لوگوں پر فرض ٹھہراوے اور خیالات و وساوس دلی پر محاسبہ نہ کرے ❊

(۵) ظاہر ہے کہ آقا اور حاکم اور مالک کے تمام حکم واجب التعمیل ہیں جو وہ اپنے غلام اور محکوم و مملوک کو فرماوے - اگر کوئی غلام یا محکوم یا مملوک ایک حکم کو بھی ٹالدے اور بجا نہ لاوے تو مجرم اور نافرمان متصور ہوگا - مثلاً ایک خاوند نے اپنے نوکر کو دو کام کرنے کا حکم دیا تو بلاشبہ اوس نوکر پر دونوں کی تعمیل خاطرخواہ واجب ہے فرض کرو کہ اوسنے ایک کام کیا اور دوسرا بجا نہ لایا تو اس حالت مین بلاریب وہ نوکر نافرمان اور عدول حکم اور مجرم ٹھہریگا اور مستحق سزا ہوگا ❊

پس اسیطور سے جملہ احکام الٰہی و تمام شریعت خداے تعالی کی جو تمام آقاؤں کا آقا اور سب حاکموں کا حاکم اور جملہ مالکوں کا مالک اور سارے بادشاہوں کا شہنشاہ اعظم و سلطان اکرم ہے واجب التعمیل اور فرض ہے ❊

اگر کوئی ایک حکم خدا کا بجالاوے اور دوسرے کو ٹال دے تو ضرور بالضرور وہ مجرم اور قصوروار اور خدا کا نافرمان اور سزا کا مستحق ہے - کیونکہ سب حکم خدا کے ہیں سب کی تعمیل اسپر واجب ہے مگر اوسنے اوسکا ایک حکم مانا اور دوسرے کو بجا نہ لایا اور سرتابی کی ❊

اسی واسطے انجیل مقدس مین ارشاد ہوا کہ جو کوئی ساری شریعت کو ماننے

پر ایک بات مین قصور کرے وہ سبھوں کا مجرم ہوا کیونکہ جسنے کہا زنا مت کر اوسنے یہ بھی
کہا کہ خون مت کر پس اگر تو زنا نہ کرے پر خون کرے تو تو شریعت کا متعدی ہوا ✣
مگر قرآن و حدیث اِسکے بالکل برخلاف تعلیم دیتے اور سکھاتے ہین چنانچہ اونکے
تعلیمات سے معلوم ہوتا ہی کہ اگر انسان بہت سے گناہ کرے اور خدا کی نافرمانیان
کرے لیکن اگر ایک فلانا حکم مانے تو سب قصور اوسکے معاف ہوجاتے ہین ✣
جیساکہ حج کے باب مین مسطور ہی کہ مسلمان آزاد شخص پر جو استطاعت رکھتا ہو
فرض ہے کہ عمر میں ایکبار بجا لاوے مگر سواے حج کے اور بھی کئی فرض مقرر ہین جنکو
بجا نہ لاوے تو انسان گنہگار ہوتا ہے ✣
مگر لکھا ہے کہ جو حج کرتا ہی اوسکے تمام پچھلے گناہ معاف ہوجاتے ہیں اور وہ تمام
ناپاکیوں اور بدیوں سے پاک ہوجاتا ہی ✣ ایسا ہی کچھ ہجرت کے باب مین وارد ہی ✣
علی ہذا القیاس وضو کرنا نماز کے واسطے فرض ہی کہ بدون اوسکے نماز درست
نہیں - مگر اوسکی یہاں تک تعریف ہی کہ وضو اگر آدمی اچھی طرح کرے تو سارے
اوسکے جسم کے گناہ ناخن کے نیچے تک کے دھل جاتے ہیں ✣ - اِسی طور بہت سے
درود و وظائف اور کئی قسم کے اعمال و افعالوں کی نسبت لکھا ہی کہ فلانے حکم بجالانے
سے انسان کے بیشمار گناہ معاف ہوتے ہین اگرچہ سمندر کے جھاگوں کی برابر
شمار میں ہوں ✣
اِسی طور وہ قصہ بھی قابلِ غور ہی جو کہا گیا ہی کہ قیامت کے روز ایک ترازو رکھی

جاویگی جسمیں بندوں کے اعمال تولے جاوینگے جنکی نیکیوں کا پلہ بھاری ہوگا وہ
نجات پائیگا# - اور میزانِ عدالت بھی ایسی ہوگی کہ مسلمانوں کی ایک نیکی دس شمار
کیجاوینگے اور بدی صرف ایک کی ایک ہی محسوب ہوگی* +

بھائیو ذرہ اپنے دلوں میں سوچیئے اور انصاف کیجیے کہ بھلا کس طور پر ممکن ہی
کہ ایسے احکامات کو خداے قدوس وسبحان وعادلِ حقیقی کی طرف منسوب کریں -
کیونکر ممکن ہی کہ ایک وقت تو خداے تعالی اپنی ذاتی پاکی اور نیکی کے اقتضا سے
انسان کو اس درجۂ کمال کو پونہچاوے اور بالکل پاک و نیک ہونا ونپر فرض
ٹھہراوے کہ اگر کوئی شخص ایک حکم کو بھی بجانہ لاوے گا تو سب کا مجرم ہوویگا - اور
پھر اوسکے بعد وہی خدا جلشانہ اپنی قدوسیت اور ذاتی پاکی و نیکی کے خلاف ایسا
حکم دے اور اپنے پاک و نیک حکموں کو یہانتک ناچیز و حقیر جانے کہ فرماوے کہ اگر ایک
ہی حکم کو کوئی بجالاوے تو اوسکے ذریعہ اوسکے سب گناہوں کو معاف کرد ونگا وغیرہ
چھٹا اختلاف - ہر عاقل و دانا پر آشکارا ہی کہ ایمان لانا اور دین کا قبول کرنا
صرف رغبتِ دل اور رجوعِ قلب پر منحصر ہی - جبتک کسی کا دل نہ پھرے اور
دینداری کی محبت پیدا نہو وہ ایماندار اور دیندار نہیں ہوتا ہی - مگر رغبتِ دل او
رجوعِ قلب ہرگز ہرگز بزور و زبردستی واکراہ حاصل نہیں ہوسکتے ہیں - بلکہ جبر
وظلم و زبردستی حقیقی ایمان اور محبت کے مانع ہوتے اور دل کو ہٹادیتے ہیں +
لہٰذا بالبداہت ظاہر وآشکارا ہی کہ کوئی شخص بجبر و اکراہ وظلم و زبردستی ہرگز ہرگز

* سورۂ اعراف ... سورۂ مومنون ...
# سورۂ انعام ...

(حاشیہ: [illegible])

ایماندار نہیں ہو سکتا ہے نہ کسی دین یا کتاب یا نبی کو بدل حق مان سکتا ہے۔ بناءً علیہ خدا ے تعالٰی بھی ایسا حکم کبھی نہ دیگا اور نہ دیا ہے کہ زبردستی کسی دین یا کتاب یا نبی کو منوادے۔ وہ تو اپنے بندوں سے حقیقی ایمان اور دلی محبت چاہتا ہے۔ پس کیا وہ آپ ہی اُنپر ظلم اور زبردستی کریگا۔ جسمیں علاوہ جبر و اکراہ کے امر مطلوب و مقصود یعنی سچا ایمان حاصل ہونا محال ہے۔ اِسیواسطے انجیلِ مقدس میں جہاد کرنے کو حکم یا اجازت نہیں دی بلکہ فرمایا کہ وعظ و نصیحت و تعلیم و ہدایت کی راہ سے لوگوں کو خدا کی راہ بتلاؤ اور راہِ راست پر لاؤ۔ اور حکم ناطق فرمایا کہ دوسری قوم اور بے ایمان لوگ اگر تمکو ستادیں اور تکلیف دیں تو برداشت کرو اپنے دشمنوں کو پیار کرو جو تمپر لعنت کریں اونکے واسطے برکت چاہو جو تمسے کینہ رکھیں اونکا بھلا کرو جو تمہیں دُکھ دیں اور ستاویں اونکے لیئے دعا مانگو۔

مگر قرآن و حدیث اِسکے برخلاف حکم دیتے اور گویا خاص الخاص کافروں اور اسلام و محمد کے منکروں پر جہاد کرنے اور سختی و تشدد کرنے کی تعلیم سکھانے کو آتے تمام قرآن میں جہاں تہاں اور حدیثوں میں بھی بکثرت جابجا یہی ذکر و فکر ہے کہ اے محمد اور مسلمانوں تم اونسے مقاتلہ کرو تاکہ فتنہ باقی نرہے اور دین بالکل خدا ہی کا ہو جاوے۔ یا تو وہ مسلمان ہو جاویں نہیں تو تم اونکو قتل کر ڈالو۔ اور جو لوگ اسلام سے پھر جاویں اُنہیں پکڑو اور قتل کرو جہاں پاؤ وغیرہ۔

غرض کہاں تک لکھا جاوے قرآن و حدیث ایسے ہی احکامات سے بھرے

ہین کہ بزورِ شمشیر زبردستی لوگون کو مسلمان کرو قرآن اور محمد کو منواؤ مجبور و مقہور کر کے
مسلمان بناؤ۔ چنانچہ اسی وسیلہ سے محمد صاحب اور اونکے خلفا نے دین اسلام جاری کیا
پس زورِ شمشیر اور لشکر کشی اور مسلمانوں اور کافروں کو بھی ترغیب و تحریص دیکر
آمادۂ جہاد کر کے دوسرے کافروں پر چڑھائی کرنا یہی دلیل حقیقتِ اسلام قرار دی گئی
کہ جو شخص دینِ اسلام قبول کرنے سے انکار کرے اوسکا خون حلال وہ ہرگز قابل
رحم نہیں۔ بلکہ آگ مین جلانا اور ہر گونہ ایذا و تکلیف دینا موجب حسنات و سعادت
دنیا و ثواب عقبی قرار دیا گیا۔ اونکا مال و متاع اوٹ لینا زن و بچہ اسیر و دستگیر
کر کے لونڈی غلام بناکر باعثِ شیوعِ دین اسلام و موجبِ رضاے الٰہی سمجھا۔
چنانچہ مفصل حال اسکا کتب سیر اسلام مین مندرج ہی +

اب اے عزیز دوستو انصاف کرو اور غور فرماؤ کہ کیا ممکن ہی کہ خداے رحیم الرحمان
جو بندوں کی بھلائی اور بہتری چاہتا ہی وہ اپنی رحمت و شفقت اس طرح ظاہر
کرے کہ اونکے قتل کرنے اور دُکھ دینے اور اونکے بال بچّوں کو لونڈی غلام بنانے
کا حکم دیوے +

کیا ممکن ہی کہ کسی کا دل اس زورِ شمشیر اور ایسے ظلم کو دیکھ کر راغب ہوگا اور
وہ باور کریگا کہ دینِ اسلام اور محمد برحق ہیں +

بھلا فرمایئے جس کتاب میں ایسے احکام ہون اور جس نبی کا یہ طریقہ مسلمان کرنیکا
ہو تو ممکن ہی کہ کوئی ایسی کتاب اور ایسے نبی پر ایمان لاوے اور انکو بدل سچا جانے اور مانے

بخاری مسلم ابن ماجہ نسائی ابو داؤد ترمذی دارالعلوم وغیرہ

ہرگز نہیں تاریخ اور کتب سیر مثل فتوح الشام و ابو الفدا وغیرہ کے دیکھنے سے واضح ہوتا ہی کہ جو لوگ اپنے دین پر مستحکم تھے یا تو اونھوں نے جلا وطنی اختیار کی اور اپنی جان اور اپنا ایمان بچایا۔ یا جزیہ دیکر اپنا پنڈ چھڑایا۔ یا اپنی جانیں دیں اور مذہب اسلام قبول نہ کیا +

بعضے جو دنیادار اور اپنے دین میں خام تھے بجبر و اکراہ اقرار لسانی یا سکوت سے مسلمان ظاہر ہوئے۔ مگر جب جب اونکو موقع ملا فوراً منحرف ہو گئے اور اسلام سے پھر گئے۔ خود محمد صاحب کے وقت میں ایسا اتفاق ہوا اور اونکے فوت ہونیکے بعد کا حال تو سب پر ظاہر ہی کہ مسلمانوں کا کیا حال ہوا اور حدیث عائشہ ملاحظہ ہو جس سے دریافت ہوتا ہی کہ بجز چند اشخاص کے سب تتر بتر ہو گئے بھیڑوں کی مانند اپنی اپنی راہ لے گئے اور اسلام سے منحرف ہو گئے۔ آخر کو ابو بکر نے مار مار کر پھر جمع کیا +

اسکے سوا یہہ بھی قرآن و حدیث کے ملاحظہ سے بخوبی معلوم ہوتا ہی کہ بلا شبہ بہت سے لوگ بطمع مال و متاع یا بخوف جان مسلمان ہو گئے تھے مگر فی الواقع منافق تھے اور اگر شیعوں کی روایات پر اعتبار ہو تو معلوم ہوتا ہی کہ بجز چند شخصوں کے سب کے سب مسلمان خلیفوں اور سجادہ نشینوں اور اصحاب اور عشرہ مبشرہ تک بالکل منافق اور دل میں کافر تھے +

الغرض دین اسلام جاری کرنیکے یہہ وسائل تھے جو اوپر مذکور ہوئے

(حاشیہ:) ... تصنیف ... ابن اسحاق ... صفحہ ... انتقال ... صحاح میں ... [illegible]

جنمیں سے سب سے بڑا وسیلہ جہاد اور زبردستی سے مسلمان کرنا تھا کہ جبراً وقہراً لوگ کلمہ کو بجاویں اور دینِ اسلام اور قرآن و محمد کو سچا ظاہر کریں *

پس ای بھائیو کتاب مقدس سے تو ظاہر ہوتا ہی کہ خداے تعالیٰ نے کسی وقت کسی نبی کی معرفت ایسا حکم جاری نہیں کیا کہ بے ایمانوں اور کافروں کو زبردستی اور جہاد کر کے مار مار کر کے خدا کے حکموں کو منواؤ اور دیندار بناؤ۔ بلکہ سب نبیوں نے بحکم الٰہی و ہدایتِ ربّانی وعظ و نصیحت و تعلیم و تلقین فرمائی اور محض کلام اللہ کے ذریعہ لوگ ایمان لائے۔ اور یہ بھی کہ جو محبتِ دل و رغبتِ قلب ایمان لاتا ہی وہی ایماندار و دیندار محسوب ہوتا ہی نہ جبر و زبردستی سے زبانی اقرار کرنیوالا مگر قرآن و حدیث کے احکامِ جہاد اسکے برخلاف ہیں اور دین اسلام زور و زبردستی سے منوایا گیا۔ آپ آپ ہی صاحب انصاف کریں کہ کیا حق ہی اور کیا باطل *

بعض علماءِ محمدی نے اوس جدال و قتال کو جو حضرت موسیٰ و یوشع وغیرہ انبیاے بنی اسرائیل نے بحکم الٰہی کنعانیوں کے ساتھ کیا تھا جہاد تصوّر کر کے لکھا ہی کہ جیسا کنعانیوں کا قتل کرنا انبیاے بنی اسرائیل کو حلال تھا ویسا ہی محمدی دین میں جہاد کا حکم مسلمانوں کو تمام کافروں اور منافقوں پر ملا ہی *

مگر محمدیوں کے جہاد اور بنی اسرائیل کے جدال و قتال کو جو اونھوں نے کنعانیوں کے ساتھ کیا تھا یکساں جاننا یا تو باعث اسکا ناواقفیت ہی کہ کتاب مقدس کے مطالب کو نہ سمجھکر ایسا خلاف امر لکھتے ہیں۔ یا صرف تجاہل ہی کہ جان

اعمال ۱۷ ۔ ۲ ۔ ۴
اعمال ۲۸ ۔ ۲۳ ۔ ۲۴
دوم قرنتی ۵ ۔ ۲۰
اوّل تمسلنیکی ۱ ۔ ۵
اوّل یوحنا ۱ ۔ ۱ ۔ ۳
اعمال ۱۰ ۔ ۴۲
رومیوں ۱۰ ۔ ۱۷
استثنا ۷ ۔ ۵

بزعمہم ایسا دہرکھانا دانوں کو دینا چاہتے ہین +

اسواسطے کہ خداے تعالیٰ نے تمام کتاب مقدس میں کسی مقام پر حضرت موسیٰ یا یشوع یا داؤد یا سلیمان وغیرہ کسی نبی کو نہیں فرمایا کہ تم کنعانیوں کو دعوت ایمان کرو اگر نہ مانیں تو اونھیں قتل کرو۔ یا یہ کہ یا تو وہ توریت کو مانیں وگرنہ قتل کرو۔ ایک اشارہ یا اشارہ بھی کسی جگہہ نہیں ہی کہ کسی کو زبردستی جبراً و قہراً دیندار بناؤ اور اپنی کتاب یا نبی کو منواؤ۔ حاشا و کلا کہ ہرگز کسی نبی کی مراد اور مدعا یہ نہ تھا کہ بزور شمشیر یا خوفِ جان و مال دلا کر کسی کو دیندار بنا وے یا اپنی کتاب کو منواوے بلکہ جب جب انسان اپنے خداے منان کے نافرمان ہوئے اور انواع و اقسام تقصیر و عصیاں کرتے یہاں تک کہ پیمانۂ گناہ اونکا لبریز ہوجاتا ہی حتی کہ خداے قدوس و غیور کی نظرِ عدالت میں اونکا نیست و نابود کرنا احسن و انسب ہوتا ہی اوسوقت وہ اپنا قہر اونپر نازل کرتا ہی جیسا کہ حضرت نوح کے وقت جو لوگ تھے سواے چند شخصوں کے باقی سب کے سب اپنے بداعمال و بدکرداری کے باعث مورد غضب الٰہی ہوکر طوفان میں ہلاک ہوئے۔ پھر سدوم و عمورا پر آگ اور گندہک کے برسنے کا حال بھی جیسا ہوا معلوم ہی وغیرہ +

پس اسیطور جب کنعانی اپنی شرارت اور بدی میں بڑھ گئے اور ہرگونہ انواع و اقسام کے گناہوں اور نافرمانیوں میں زیادتی کرنے لگے اور اپنے خداوند خدا سے باغی و سرکش و نافرماں ہوئے کہ بباعث اپنی گنہگاری اور تبہ کاری

سے کے خدائے تعالیٰ کی رحمت سے دور و مہجور اور مستحق غضبِ الٰہی و لائق سزا ہوئے اسواسطے خدائے جلشانہ نے اونکی بداعمالی اور بدکرداری کے سزا دینے اور نیست و نابود کرنیکے لیئے بنی اسرائیل کو حکم فرمایا کہ سب کو قتل کر ڈالیں اور سب سے جنگ و جدال کر کے فنا کر دیں۔ چنانچہ حضرت موسیٰ و یوشع وغیرہ انبیاے کرام نے انکو نیست و نابود کر دیا +

پس یہ جدال و قتال ایک غضبِ الٰہی تھا اور قہرِ خدا جو کنعانیوں پر اونکی بداعمالی اور بدکرداریوں کے باعث نازل ہوا جیسا کہ توریت میں کئی جگہ اس بات کو ظاہر فرمایا ہے۔ کنعانیوں کے واسطے بنی اسرائیل مثل آبِ طوفان اور گندہک اور آگ کے تھے +

مگر کبھی ہرگز ہرگز اِس جدال و قتال کی نسبت کسی نبی کی معرفت خدا نے ایسا نہیں فرمایا کہ اگر کنعانی ایمان لاویں یا توریت کو مانیں یا حضرتِ موسیٰ یا یوشع وغیرہ کو رسول اللہ کہیں تو اونکو معافی ہے +

پس ظاہر ہوا کہ جہادِ محمدی کو جدال و قتال بنی اسرائیل سے کچھ مناسبت اور مشابہت نہیں ہے۔ مجرم اور مفسد کو سزا دینا انصاف ہے مگر کسی کو زبردستی بزورِ شمشیر کسی کتاب یا نبی کو منوانا اور اقرار کرانا ظلم ہے۔ فتامل +

ساتواں اختلاف۔ یہ ظاہر ہے کہ آدمی کی روح جو عبادتِ الٰہی کیواسطے مخلوق ہوئی ہے وہ روحانی خوشحالی کی طالب اور محض محبت خدا اور اوسکے قرب

ورضامندی سے خرسند واجمند ہوتی ہی۔ نہ جسمانی ونفسانی وشہوانی خواہشوں
اور عیش وعشرتِ دنیاوی سے ٭

چنانچہ کتابِ مقدس میں اون برگزیدہ لوگوں کے حالات میں مرقوم ہی جو ایمان
حقیقی خداوندِ یسوع مسیح کے وسیلے جنت میں داخل ہونگے اور جنتی ہونگے کہ
خداوند مسیح (اپنی قدرت کی تاثیر کے مطابق جس سے وہ سبکو اپنے تابع کرسکتا ہی
ہمارے خاکی بدن کی صورت کو بدلکر اپنے جلالی جسم کی مانند بناویگا) ۔ اور یہ کہ
ایماندار مسیحی (فنا میں بویا جاتا ہی اور بقا میں اُٹھیگا ۔ بیحرمتی میں بویا جاتا ہی اور
جلال میں اُٹھیگا ۔ کمزوری میں بویا جاتا ہی قدرت میں اُٹھیگا ۔ حیوانی بدن میں
بویا جاتا ہی اور روحانی بدن میں اُٹھیگا) اور کئی مقاموں کے ملاحظہ سے معلوم
ہوتا ہی کہ ایماندار مسیحی جب عالم بقا میں پہونچیگا تو وہاں سب دکھہ درد اور نقص وقصور سے
دور ہوکر کامل اور خوشحال ہوگا ۔ اور مقدور بھر خداشناسی حاصل کریگا اور خدائے
تعالی کو دیکھیگا اور اُسکی حضوری اور قرب حاصل کریگا اور ہمیشہ خداوند مسیح کے
پاس رہیگا ۔ اور ایسی نیکبختی اور سعادت اور جلال اور عزت پاویگا جو عقل وفہم سے
بیرون اور تحریر وتقریر سے افزوں ہی ۔ قرب الہی اور کامل محبت خدا اور عرفان
حقیقی اور عبادتِ خالصہ اور رضائے مولا یہہ سب مدارج ومعارج اوس کو
حاصل ہوں گے ٭

پھر لکھا ہی کہ اہل جنت نہ بیاہ کرتے نہ بیاہے جاتے ہیں کیونکہ وہ فرشتوں کی

فلپیوں ۳-۲۱
اول قرنت ۱۵-۴۲-۴۴
زبور ۱۶-۱۱
دانیال ۱۲-۳
متی ۱۳-۴۳
اول قرنت ۲-۹
ایضا ۱۳-۱۲
اول پطرس ۱-۴
مکاشفات ۲۲-۴
ایضا ۱۴-۱۳
اول یوحنا ۳-۲ وغیرہ

مانند ہیں۔ اور یہ کہ وہاں کھانا پینا نہیں بلکہ راستی و سلامتی اور روح القدس سے خوش وقتی ہے؂

مگر قرآن و حدیث میں اسکے خلاف خبریں ہیں۔ بہشت کو مجازی اور جسمانی و نفسانی خواہشوں کا مکان بیان کیا ہے کہ وہاں پانی اور دودھ اور شراب کی نہریں ہیں جو پینے والوں کو مزہ دیتی ہیں۔ اور مصفیٰ شہد کی نہریں ہیں اور انواع و اقسام کے میوے اور شراب و کباب اور پیالے اور جڑاؤ مسندیں اور حور و غلمان اور طرح طرح کے میوہ جات اور پرندونکا گوشت جو اونکا جی چاہے اور موتی سے حور العین اور پرہیز گار عورتیں کہ جنہے اونکو خاص طور پر پیدا کیا ہے باکرہ اپنے شوہروں کی محبوب اور ہمعمر اور ایسی حورین جو صرف اپنے شوہروں کی طرف متوجہ ہوتی ہیں اور اونکے شوہروں کے سوا کوئی انسان یا جن اون تک نہیں پہنچا۔ اور عیش و عشرت کے مکان۔ انگور کے باغ اور انار پستان حور اور لبالب پیالے؂

اِنکے سوا حدیثوں اور تفسیروں میں اور بہت سی باتیں لکھی ہیں جنکو لکھنے اور کہنے میں بھی نہایت شرم و حیا آتی ہے۔ اسلیئے اتنے ہی پر اکتفا کیا گیا؂

الغرض بموجب تعلیم قرآن و حدیث کے سعادتِ اخروی یہی ہے جسمانی نفسانی شہوانی خواہشوں کا پورا ہونا کہ جو آدمی کی خواہش ہو وہاں موجود ہو جاتی ہے۔ اور عیش و عشرت و جملہ لذائذ و حظائظ ایسے جہاں سکے جن پر آدمی کی ناپاک خواہش

گناہ مین آغشتہ ہوکر راغب ہوتی ہے وہاں ملتی ہیں ٭

اے عزیز دوستو غور فرمایئے کہ ایسی آیتوں اور حدیثوں کے پڑھنے اور سننے
والوں کی نفسانی خواہشیں کسقدر متحرک نہوتی ہونگی اور اونکے مزاج اور طبیعت
انکی طرف کسقدر مائل نہوتی ہونگی۔ پس کیا ممکن ہے کہ خداے قدوس سبحان
جو اپنے بندوں کی پاکی چاہتا اور جنکو اونکی آلایش دنیاوی و نفسانی شیطانی
دور کرنا منظور ہے وہ آپ ہی ایسا کلام کرے اور ایسی نفسانی و شہوانی خواہشوں
کو متحرک کرے۔ ہرگز ہرگز نہیں۔ تعالی اللہ عما یصفون ٭

اور پھر یہ بھی عرض کرتا ہوں جیسا اوپر کہا کہ اگر بالفرض کسیکو ایسے مضمون
پسند ہوں یا ناپسند مگر بالفعل یہ دیکھیے کہ کتاب مقدس میں ارشاد ہے کہ اہل جنت
تمام کدورت ہاے جسمانی و خواہشہاے نفسانی سے پاک اور دور اور خدا تعالی
کی محبت و عبادت اور اوسکے جلال و عزت سے معمور اور خداوند مسیح کے حضور
خوشحالی روحانی ناآلودہ غیر فانی میں مسرور رہینگے اور وہاں کھانا پینا اور بیاہ
شادی نہوگی بلکہ مثل فرشتوں کے ہونگے۔ مگر قرآن و حدیث حور و قصور شراب
و کباب کھانا پینا جیسا اس جہان میں ہے اور جو جو ہوا و ہوس انسان پر
عصیاں یہاں کرتا ہے وہ سب بلکہ اوس سے بڑھکر وہاں بتاتے ہیں۔ فکیف
التوفیق۔ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا ٭

آٹھواں اختلاف ۔ حالات آفرینش و قصص انبیاے کرام و اخبارات

دیگر میں بھی اختلافات قرآن وحدیث کے بکثرت تمام ہیں۔ کہ اگر کتاب مقدس کی خبریں حق و درست ہیں تو بلاشبہ قرآن وحدیث کے قصے غلط ہیں۔

چند اون میں سے ذیل میں عرض کیئے جاتے ہیں۔

(۱) کتاب مقدس میں ارشاد ہے کہ خدا تعالیٰ نے آدم کو ایک دن میں خلق او سکے چھٹے دن بنایا۔ مگر حدیثوں سے دریافت ہوتا ہے کہ آدم کو چالیس دن یا بلکہ زیادہ عرصہ میں بنایا۔ فرشتوں کو حکم ہوا کہ اوس مٹی کو جو ملک الموت زمین کا کانپتا نہ مانکر لے گیا تھا گارا کیا چالیس روز تک اسپر مینہ برسایا ۳۹ روز غم کا پانی اور ایک روز خوشی کا۔ پھر اوس مٹی کو خشک کیا کہ مثل سفال کوزہ گران ہوئی کہ ہوا چلنے سے بجتی تھی پھر خدا نے اوس سفال سے آدم کا جسم بنایا ✣

(۲) کتاب مقدس کے مطالب سے دریافت ہوتا ہے کہ اوس صانع کامل نے آدم کو تمام گناہوں سے پاک اور نیکیوں اور خوبیوں سے معمور بنایا یعنی اوسکو ایسا پیدا کیا کہ دلی ناپاکی اور خواہشہاے نفسانی اور ہر قسم کی ہوا و ہوس اور جسم کی کاہلی وسستی سے آزاد اور پاک تھا حتی کہ گناہ کو جانتا بھی نہ تھا بلکہ اپنے خالق و رازق خداوند خدا کو بدرجہ کمال پہچانتا اور اوسکی محبت بدل وجان رکھتا تھا اور محض اوسی کی رضامندی میں اپنی خوشحالی و سعادت و مسرت سمجھتا تھا۔ الغرض خداے تعالیٰ نے آدم کو ایسا سیدھا کیا تھا کہ اوسکی روح عرفان حقیقی و محبت الٰہی میں مسرور و محظوظ و سعادتمند ہو کر گویا نقش و تمثال وصورت

صفات کاملۂ الٰہی کی تھی اور وہ اس قابل تھا کہ تمام روے زمین کی مخلوقات پر بحبت و قدرت حکومت و سلطنت کرتے +

مگر قرآن و حدیث سے دریافت ہوتا ہی کہ آدم کو خداے تعالیٰ نے ضعیف الخلقت اور ناقص بنایا۔ چنانچہ مذکور ہی کہ قبل آفرینش کے جب خدا نے فرشتوں سے ارادۂ خلقت آدم بیان کیا تو فرشتوں نے کہا کہ کیا تو ایسے کو بناویگا جو فساد کرے اور خونریزی کرے۔ پھر جب خدا نے جبرئیل کو زمین پر بھیجا کہ ایک مشت خاک آدم کے بنانے کو لاوے۔ زمین نے خدا کی پناہ مانگی کہ مجھ میں سے خاک نہ لے کہ اوس میں سے ایک حصہ جہنمی ہوگا۔ چنانچہ وہ بے نیل مقصود چلے گئے۔ پھر خدا نے میکائیل کو بھیجا یہی حال پیش آیا۔ پھر اسرافیل کو بھیجا اون سے بھی زمین نے یہی کلام کیا۔ آخر کو ملک الموت کو روانہ کیا اونھوں نے عذر وزاری زمین کی نہ سنی اور ایک مٹھی خاک لے ہی گئے۔ اسی صلہ میں قبض ارواح کی خدمت اونکو عطا ہوئی +

پھر جب مٹی پر چالیس روز پانی برسایا گیا اور گارا بہ آدم بنایا گیا تو اُنتالیس روز غم کا پانی برسایا اور صرف ایک روز خوشی کا۔ جسکے سبب آدمی اکثر مغموم رہتا ہی اور کبھی خوش رہتا ہی +

پھر جب خدا نے مٹی سانی تو پہلے ایک چلّو میٹھے پانی کا لیا اور کہا تجھ میں سے رسول اور نبی اور عاشقانِ خدا کو پیدا کرتا ہوں۔ پھر ایک چلّو کھاری

پانی کا لیا اور مٹی سانی اور کہا تجھہ میں سے ظالموں گنہگاروں اور فریبیوں اور شیاطین کے ساتھیوں کو بناتا ہوں ٭

پھر لکھا ھی کہ ہوا و ہوس و شہوت و بلا چالیس روز تک آدم کے گارے میں خمیر کی گئی ہیں ٭

اور لکھا ھی آدم تمام روے زمین کی شور و شیریں مٹی سے بنایا گیا لہذا اُسکی اولاد میں سے جسمیں شیریں جُز غالب ہوتا ھی آخر کو وہ نیکبخت ہوتا ھی اور جسمیں شور جُز غالب ہوتا ھی وہ آخر کو بدبخت ہوتا ھی۔ پھر لکھا ھی کہ انسان ضعیف اور کچے جی کا اور جلد باز بنایا گیا ھی وغیرہ ٭

الغرض بموجب تعلیم قرآن و حدیث کے معلوم ہوتا ھی کہ خداے تعالی قدوس اور صانع کامل نے آدم کو ناقص و ضعیف الخلقۃ و جلد باز اور کچے جی کا بنایا جسکی سرشت نقص و عیب و گناہ و معصیت اور بدبختی سے تھی اور جو اکثر مغموم و مصیبت زدہ رہے اور کبھی خوش ہو بجنسہ ایسا ہی بنایا گیا جیسا کہ اب انسان دیکھے جاتے ہیں ٭

بھائیو غور کرو کہ کس طرح ممکن ھی کہ وہ صانع کامل ایسی ناقص مخلوق بناوے اور کس طرح ہو سکتا ھی کہ وہ خداے قدوس جو گناہ و معصیت سے مبرا و منزہ ھی اور تمام بدی اور ناپاکی سے نفرت کرتا ھی وہ خود آدم کو بدکاری و ناپاکی او گناہ اور نقص اور عیب کا مجموعہ بنا دے۔ کون اس بات کو سچ مانیگا کہ وہ رب

ذو الافضال جو خوبی اور نیکی کا بانی ہے اور انسانوں کی خوشحالی ابدی کا چاہنیوالا
ہے وہ خود ہی آدم کو ایسا بناوے کہ وہ اکثر اوقات غم و اندوہ اور مصیبت و
تکلیف رنج و محن فکر و تردد میں رہے۔ کسکے وہم میں آسکتا ہے کہ وہ خداے
غیور جامع جمیع صفات کاملہ ایسی مخلوق کو اپنا خلیفہ بناوے کہ جسکے بنانے پر فرشتہ
طعنہ ماریں اور زمین اوسکے بنانے کو مٹی دینے سے انکار کرے اور ملائک
مقربین تک کو بے نیل مقصود پھیر دیوے اور خداے تعالیٰ کے حکم کو ٹال دے
ایسی بری اور بدکار خونخوار اور مفسد مخلوق خود خدا بناوے اور اپنا خلیفہ کرے
العیاذ باللہ۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ بیان بالکل نادرست ہے خداے تعالیٰ جو
ہمہ وجوہ اپنی ذات و صفات میں کامل اور تمام خوبیوں اور رحمتوں اور برکتوں
اور سعادتوں اور نیکیوں اور کمالوں اور خوشحالیوں کا منبع ہے اوس سے بالیقین
ذی روح و صاحب تمیز مخلوق کا نیک و پاک اور خوب اور خوشحال اور کامل
پیدا کرنا اقرب الی القیاس اور مستحسن بلکہ یقینی ہے اور اوسکے خلاف ظہور میں آنا
ناممکن و محال ہے ٭

پھر اسکے سواے ابھی صرف اسقدر ظاہر کرنا ضرور ہے کہ کتاب مقدس میں حال
آفرینش آدم اوس طور لکھا ہے جیسا اوپر مذکور ہوا کہ آدم کو خداے کامل و مستجمع
جمیع کمالات نے اپنی پاکی و نیکی کے اقتضا سے اپنی صورت پر یعنی پاک و نیک
و خوشحال و کامل پیدا کیا تھا۔ مگر قرآن و حدیث جو اس کتاب کو کلام اللہ بتلاتی

ہیں باایںہمہ ادسی کتاب کی اِس خبر کو اُلٹ ڈالتے اور اوسکے بالکل برخلاف سکھاتے ہیں ✣

(۳) کتاب مقدّس سے دریافت ہوتا ھے کہ خداے تعالیٰ نے زمین کی مٹی سے زمین ہی پر آدم کو بنایا اور بمقام عدن ایک باغ میں رکھا ✣

مگر قرآن وحدیث سے دریافت ہوتا ھے کہ خدا نے زمین کی مٹی سے اوسکو بناکر آسمان پر بہشت میں رکھا ✣

(۴) قرآن میں ھے کہ خدا نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کریں سو سب نے کیا مگر ابلیس نے نہیں کیا اسیواسطے وہ راندہ درگاہِ الٰہی ہوا۔ حالانکہ کتاب مقدّس سے ظاہر ھے کہ ابلیس آدم کے پہلے ہی سے نافرمان اور خداے قدوس کی نظر میں مردود و نامقبول تھا ✣

(۵) کتاب مقدّس سے ظاہر ھے کہ خداے تعالیٰ نے جب آدم کو باغِ عدن میں رکھا تو فرمایا تھا کہ تو باغ کے ہر درخت کا پھل کھانا مگر نیک وبد کی شناخت کے درخت سے نہ کھانا۔ مگر آدم وحوّا نے شیطان سے ایسا فریب کھایا کہ اپنے خالق ورازق اور مالک کی حکم عدولی کرکے اوس درختِ ممنوع سے کھایا اور اپنے خداوند خدا کی محبّت سے اپنے دل کو پھیر کر اوس خوشحالی اور سعادت اور اوجِ عزّت سے اپنے کو آپ غم واندوہ ونکبت وحضیضِ ذلّت میں ڈالا ✣

چنانچہ حال مفصل اسکا توریت میں مرقوم ہی جس سے دریافت ہوتا ہی کہ آدم
وحوا نے شیطان سے فریب کھایا جو سانپ میں سرایت کرکے اونکے پاس گیا
اور درختِ ممنوع کے کھانے کی اونکو تحریص وترغیب دی اور مرتکب گناہ
اور خدا کا نافرمان بنایا *

اس جہت سے آدم خدائے تعالی کے قرب واختصاص اور شرف محبت
اور خوشحالیِ جاوید سے دور ہوا اور ہر قسم کے رنج وغم وتکالیفِ گوناگوں میں
اپنے آپ مبتلا ہوا جسمیں وہ اور اسکی اولاد اُن تمام بلیّات میں گرفتار
ہوئی جو انسانوں میں روز دیکھی جاتی ہیں† *

اور جس طور گناہ اور نافرمانی کے باعث آدم کی روح ناپاک ہوئی اور
اوسکی طبیعت اور مزاج اور عادت خراب وبد ہوگئی اور دل میں کدورت
اور عقل میں تیرگی آئی کہ عرفانِ حقیقی اور محبتِ اصلی اور قربِ واختصاص الٰہی
اور اخلاق حمیدہ وعادات پسندیدہ اور خوشی وخرمی ابدی سے دور ومہجور
ہوا اسی طور جسمانی قوت وطاقت وصحت میں بھی فتور پڑا کہ ضعف وناتوانی
اور انواع واقسام کی بیماریاں اور درد ورنج عائدِ حال انسان ہوئے‡ *

مگر قرآن وحدیث کے ملانے سے دریافت ہوتا ہی کہ اوّل شیطان مور کے
پاس گیا کہ تو اپنے تئیں آراستہ کرکے بہشت میں آدم وحوا کے پاس جا
اور اونکے پاس ناچ کہ وہ اس تماشہ کو دیکھکر فریفتہ ہوں اور میں آہستہ آہستہ

* پیدایش ۳-۱ سے ۱۹ تک + * پیدایش ۴-۶ سے ۱۹ تک یسعیاہ ۲۴-۵-۶ + رومیوں ۵-۱۲ + ایوب ۵-۷ وغیرہ ۲-۲۲ و ۲۳ وغیرہ + یعقوب ۱-۱۵ + رومیوں ۵-۱۲ سے ۱۴ تک +

† پیدایش ۶-۵ سے ۷ تک رومیوں ۱-۲۱ و ۲۳ + یعقوب ۱-۱۴ و ۱۵ + رومیوں ۵-۱۲ و ۱۴ وغیرہ + یرمیاہ ۷-۲۴ وغیرہ +

بہشت کی دیوار تک پونہچوں جب وہ دیوار تک اِس وسیلے سے پہونچا وہاں ایک سانپ کے منہ میں بیٹھکر سانپ سے کہا کہ دیوار کے اوپر مجھے پونہچا پھر دیوار پر سے آدم و حوّا سے ملاقات کی اور درختِ ممنوع سے کھانے کی رغبت دلائی چنانچہ اونھوں نے اوس درخت سے کھایا۔ اِسپر خدا نے حکم دیا کہ تم سب بہشت سے زمین پر اوترو اور اون میں آپسمیں دشمنی ڈالی کہ سانپ اور مور اور آدمی میں طبعی دشمنی تھی*

مگر یہہ کچہ بھی ذکر نہیں لکھا کہ آدم کی اِس گنہگاری سے کیا نتیجہ ہوا اوسکے مزاج یا طبیعت میں کچہ فرق ہوا یا کیا۔ اور سچ ہے کہ کیا لکھتے وہ تو کہتے ہیں کہ خود خدا ہی نے اونکو ناقص اور برا بنایا*

ہاں البتہ یہ لکھا ہے کہ آدم وغیرہ سب زمیں پر گرائے گئے۔ حوا جدّہ میں۔ ابلیس دشت میساں میں قریب بصرہ۔ سانپ اصفہان میں۔ آدم ہندوستان میں اور مور کسی اَور جگہہ*

یا یہہ کہ آدم کی صورتِ ظاہری میں فرق آگیا کہ پوشش جسم جوش ناخون کے تھی جاتی رہی ایسا جسم ہو گیا جیسا اب ہے صرف ناخون اوس پوشش اصلی کا نشان ہیں وغیرہ

(۶) کتابِ مقدس میں خبر دی ہے کہ جس وقت طوفان ہوا خدا تعالے نے حضرت نوح کو فرمایا کہ تو اپنے سب خاندان سمیت کشتی میں داخل ہو چنانچہ نوح اور اوسکے تینوں بیٹے سام و حام و یافث اور نوح کی بی بی اور اونکے

بیٹوں کی بیبیاں سب کشتی پر گئے اور خدا کے فضل سے سب کے سب اوس طوفان سے بچے +

مگر قرآن و حدیث کی روایات سے معلوم ہوتا ہی کہ نوح کا ایک بیٹا مسمّی کنعان اَور تھا وہ اوسکی والدہ کشتی میں داخل نہوئے کہ خدا نے نوح کو منع کیا چنانچہ وہ دونوں غرق ہوئے × +

حالانکہ کتاب مقدّس سے معلوم ہوتا ہی کہ کنعان حضرت نوح کا پوتا تھا اور حام کا بیٹا جو بعد طوفان پیدا ہوا جس سے صیدا و حیت و یابوسی و اموری و جرجاسی و حوی و عرقی و سینی و ارواوی و صماری و حماتی پیدا ہوئے جنسے ایک ملک کا ملک آباد ہوا جسکا نام آج تک مشہور و معروف ہی +

(۷) کتاب مقدّس میں لکھا ہی کہ حضرت ابراہیم تارح کے بیٹے تھے مگر قرآن سے واضح ہی کہ وہ آذر بت تراش کے فرزند تھے +

(۸) تمام کتاب مقدّس میں جا بجا مذکور ہی کہ حضرت ابراہیم کا نسب خدا نے فرمایا کہ حضرت اسحٰق سے ہوگا اور وہی فرزند یگانہ اور وعدہ کے فرزند کہلائے — باقی اسمعیل ایک مصری حرم ہاجرہ کے پیٹ سے ہوئے اور اسی طرح زمران و یقسان و میدان و میدیان و یسباق و سوخ قتورہ حرم کے پیٹ سے پیدا ہوئے یہہ سب فرزند موعود یا وارث یا قائم مقام والد کے نہ تھے +

پھر لکھا ہی کہ خداے تعالی نے ابراہیم کو فرمایا کہ اپنے فرزند یگانہ اسحٰق کو جسے

* پیدایش ۷ باب ۱۳ و ۱۴ و ۱۵ و ۲۳ و ۹ باب ۱۸ و ۱۹ تک + سورہ ۱۱ ۴۲ سے ۴۸ تک + اور بیضاوی و معالم و مدارک وغیرہ تفاسیر
* پیدایش ۹ باب ۱۸ و ۱۰ باب ۱۵ سے ۱۹ تک
× پیدایش ۱۱ باب ۲۶ و ۲۷ + انعام ۷۴ + پیدایش ۲۱ باب ۱۲ + رومیوں ۹ باب ۷ + عبرانیوں ۱۱ باب ۱۸ + گلیتوں ۴ باب ۲۳ + پیدایش ۱۷ باب ۱۹ و ۲۱ و ۲ و ۱۲ وغیرہ + پیدایش ۱۶ باب ۱ سے ۴ تک
* پیدایش ۲۵

تو پیار کرتا ھی یے اور اوسکو ملکِ موریا کے ایک خاص پہاڑ پر قربان کر۔

چنانچہ حضرت ابراہیم نے ایسا ہی کیا کہ مقام معلوم پر اپنے عزیز بیٹے اسحاق کو

باندھکر لکڑی کے اوپر قربانگاہ پر دھر دیا اور چھری لیکر چاہا کہ ذبح کریں مگر آسمان سے

آواز سُنکر باز رہے اور ایک مینڈھا اپنے پیچھے دیکھا چنانچہ اوسکو ذبح کیا* +

مگر قرآن تو گول گول عبارت سے عام لفظ کہتا ھی۔ اور حدیثوں میں سے بعض

اِس ماجرے کو اسحاق کیطرف منسوب کرتے ہیں اور بعض اسکے خلاف کہتے ہیں

کہ اسمعیل کے ذبح کرنے اور قربان کرنے کو حکم ہوا تھا اور یہہ سب قصہ انپر جاتے

ہیں اور کہتے ہیں کہ اسمعیل ذبیح اللہ تھے۔ چنانچہ آج تک مسلمان عید الضحیٰ اسی اعتقاد

پر کرتے چلے جاتے ہیں۔ وائے بر بیخبری ایشان +

(۹) علیٰ ہذا القیاس حضرت یعقوب و یوسف کے بہت سے حالات جو قرآن

و احادیث میں مذکور ہیں وہ بالکل مخالف کتاب مقدس کے ہیں۔ جیسا کہ زلیخا

کے تعشق میں وزیروں کی جوروؤں کا اِس بدکام کی مشورت میں شریک

ہونا اور سب کا مفتون ہونا اور ہاتھوں کا چھریوں سے کاٹنا* اور خود یوسف کی

شرارت وغیرہ ٭ بالکل خلافِ واقع اور معارضِ حالِ مندرجۂ کتاب مقدس ہی

(۱۰) حضرت موسیٰ کے بھی بہت سے قصّے جو قرآن و حدیث میں مذکور ہیں وہ

مخالف کتاب مقدس کے ہیں۔ چنانچہ قرآن میں ھی کہ فرعون کی جورو نے حضرت موسیٰ کو

پالا تھا مگر کتاب مقدس صاف لکھا ھی کہ فرعون کی بیٹی نے پرورش کیا تھا ٭ +

* پیدایش ۲۲-۱ سے ۱۹ تک

* سورہ صافات ۹۹ سے ۱۰۵ تک [illegible]

* سورہ یوسف ۲۳ سے ۳۲ تک

* سورہ یوسف ۲۳ سے ۲۹ تک

٭ خروج ۲-۱ سے ۱۰ تک

٭ سورہ قصص [illegible]

پھر مذکور ہی کہ جب موسیٰ مدین سے مصر کو آنے لگے عورت اور بکریاں ساتھہ لیکر جنگل میں رات کی سردی میں راہ گم کی اور عورت کو درد زہ شروع ہوا۔ دور سے آگ نظر آئی تب اونھوں نے کہا کہ تم ٹھہرو میں نے آگ دیکھی ہی شاید تمھارے پاس آگ سلگا کر لاؤں یا وہاں پر راہ کا پتا ملے چنانچہ وہاں آگ کے قریب پہونچے تو وہاں خدا نے پکارا کہ اے موسیٰ میں تیرا رب ہوں اپنی جوتی اوتار الخ*

سورہ طٰہٰ سے ۱۳ تک
قصص سے ۳۰ تک

حالانکہ کتاب مقدس میں ارشاد ہوا ہی کہ موسیٰ اپنے خسر یترو کے گلّے کی جو مدیان کا کاہن تھا نگہبانی کرتے تھے تب اوسنے گلّے کو بیابان کی طرف ہانکدیا اور خدا کے پہاڑ حورب کے نزدیک آیا اوسوقت خدا کا فرشتہ ایک بوٹے میں سے آگ کے شعلہ میں اوسپر ظاہر ہوا۔ اوسنے نگاہ کی تو کیا دیکھتا ہی کہ ایک بوٹا آگ میں روشن ہی اور وہ جل نہیں جاتا تب موسیٰ نے کہا کہ میں اب ایک طرف سے جاؤں اور یہ عجائب دیکھوں کہ یہ بوٹا کیوں نہیں جل جاتا ہی۔ جب خدا نے دیکھا کہ وہ دیکھنے کو ایک طرف پھرا تو خدا نے اوسے بوٹے کے اندر سے پکارا اور کہا کہ ای موسیٰ موسیٰ الخ*

(۱۱) اسی طرح حضرت داؤد و سلیمان وغیرہ انبیا کے حالات میں بہت سی مخالفتیں ہیں کہ کتاب مقدس میں کچھہ ہی اور قرآن و حدیث کچھہ کہتے ہیں۔ جو چاہے دونوں کا مقابلہ کر کے دیکھہ لے۔ چنانچہ سلیمان کی نسبت مذکور ہی کہ اونکی پادشاہت تمام جہان میں تھی اور وہ انسانوں اور تمام جنات اور حملہ

حیوانات پر حکومت کرتے تھے اور حیوانوں کی بولیاں بھی سمجھتے تھے - حالانکہ کتاب مقدس سے دریافت ہوتا ہے کہ سلیمان صرف بنی اسرائیل کے بادشاہ تھے - اسی طور قصۂ بلقیس و تعمیر بیت المقدس وغیرہ میں کسقدر اختلاف ہیں *

(۱۲) وقس علیٰ ہذا خداوند یسوع مسیح کے حالاتِ پیدائش و پرورش و معجزات وغیرہ کے بیان میں بھی بہت اختلاف ہیں یہاں میں صرف ایک ہی امر لکھتا ہوں *

حضرتِ اشعیا وغیرہ انبیاے بنی اسرائیل نے صدہا سال پیشتر خبر دی تھی کہ خداوند مسیح دنیا میں آکر تکلیف اوٹھاوینگے اور گنہگاروں کے بدلے اپنی جان دینگے اور مظلوم ہوکر شہید ہونگے - اور جب ایسا ہی ظہور میں آیا اور خدا کا کلام پورا ہوچکا تو انجیل میں جابجا صاف صاف خبر دی ہے کہ وہ سب پیشین گوئیاں بجنسہ و بعینہ پوری ہوگئیں کہ خداوند یسوع مسیح جہان میں آئے اور آپ پنطوس پیلاطوس کی حکومت میں دکھہ اٹھا کر مظلوم مصلوب ہوئے - مر گئے اور دفن ہوئے تیسرے دن مُردوں میں سے جی اٹھے *

آپ کے حواریوں نے یہی سنادی کی اور جماعتِ عامہ مسیحیوں کی متواتر یہی شہادت دیتی چلی آتی ہے *

مگر قرآن کا حال اس باب میں عجیب ہے کہ ایک جگہہ تو اقرار ہے اور دوسری جگہہ انکار ہے مگر علماے محمدی کھینچ کھانچ کر دونوں جگہہ کو مطابق کرتے تاویلات

بعیدہ سے کہ خداوند مسیح کو صلیب نہیں ہوئی اور نہ وہ قتل ہوئے بلکہ زندہ آسمان پر اُٹھائے گئے ÷

الغرض ای بھائیو کہانتک لکھوں اِسمیں کسی طرح کا ادنی شبہہ نہیں ہر کہ اگر کتابِ مقدّس خدایِ حی القیوم عالم الغیب اصدق الصّادقین غیر متغیر کا کلام ہی تو بلا شبہہ قرآن وحدیث اوسکی طرف سے نہیں ہیں - تاویلات بعیدہ سے بھی گنجایش نہیں کہ کھینچ کھانچ کر بھی ان میں موافقت ومطابقت ہو سکے ÷

بلکہ ہر منصف مزاج شخص دونوں کا مقابلہ کرکے اسبات کو بلا ریب جان لیگا کہ قرآن وحدیث محمّدی کتابِ مقدّس سے اِسقدر مخالفت اور مباینت رکھتے ہیں کہ اگر کتابِ مقدّس کو الہامی اور منجانب اللہ فرض کریں تو ہرگز ہرگز قرآن وحدیث خدا کی طرف سے نہیں ہو سکتے ہیں - مگر کتابِ مقدس کے منجانب اللہ اور الہامی ہونے کی تصدیق خود قرآن وحدیث ہی کرتی ہیں اور جابجا اوسکو کلام اللہ تبلاتے ہیں - پس اِس حالت میں دوسری دلیل کی حاجت نہیں ہر اسی ایک کامل دلیل اور سچی علامت سے دریافت ہوتا ہر اور یقین ہوتا ہر کہ قرآن وحدیث خدا کی طرف سے نہیں ہیں - کہ جس کتاب کی بظاہر تصدیق کرتے اوسی کی بباطن تکذیب کرتے ہیں کہ اوسکے مطالب اور مقاصد اور مضامین کے خلاف تعلیم دیتے اور ساری کتاب کو

ن ۱۵۶، ۱۵۸ و ۱۵۹ آل عمران ۷۸ و بقر ۲۵۴

الٹنا چاہتے ہیں - پس ایسا کرنے سے آپ ہی اپنے کو جھوٹا ٹھہراتے ہیں +



اب نیازمند کے عنایت فرما دو قسم کے ہیں بعضے تو وہ ہیں جو فرماتے ہیں کہ بلاشبہہ ہم ایمان کامل رکھتے ہیں کہ توریت و انجیل و زبور و جملہ صحف انبیائے کرام تمام و کمال کتاب مقدس الہامی اور من جانب اللہ ہی اور یہہ بھی کہ ابتک صحیح و اصلی اہل کتاب کے پاس موجود ہیں جسکے ترجمے بہت زبانوں میں ہوئے ہیں - اور یہہ بھی کہتے ہیں کہ ہماری زبان کٹ جائے اگر ہم کتاب مقدس کی حقیت اور من جانب اللہ ہونے کے بابمیں کچھ کلام کریں یا شک لاویں یا اوسکو محرف اور مبدل بتلاویں اگر کوئی ایسا شبہہ کرے تو خارج از دائرہ اسلام ہی +

قرآن میں تحریف بابت نقض تفسیر مفسرین کی وغیرہ

پس یہہ خیرخواہ اون دوستوں کی خدمت میں یہہ التماس کرتا ہی کہ آپ صاحب ان تمام اختلافات کو ملاحظہ فرماویں اور بانصاف دل حسبۃً للہ توجہ کرکے اپنے ہی دل سے پوچھیں کہ کسطور ممکن ہی اور کس کا دل تسلیم کرسکتا ہی اور کون خیال کرسکتا ہی کہ باوجود ان اختلافات کثیرہ متضادہ کے جو نہ صرف بعض فروع اور زوائد باتوں میں ہیں بلکہ اصول دین و ارکان ایمان و طریق نجات و احکام باطن وغیرہ میں حسب شرح بالا ہیں اور پھر بھی کتاب مقدس اور قرآن و حدیث حق اور من جانب اللہ ہوں +

یا تو آپ صاحب اوس نتیجہ کو تسلیم فرما دیں جو میں نے اوپر لکھا ھے تو پھر حقیت
اسلام میں کچھ شک وشبہ باقی نہیں ہے اب دوسری بات کا موقع ہے ورنہ آپ
اون وجوہات کو پیش کریں جنسے موافقت ومطابقت قرآن وحدیث کی کتاب
مقدس کے ساتھہ کرتے ہیں یا اسقدر مخالفت کو بھی خدا کے کلام میں روا رکھتے
ہیں اور اوسکی ذات وصفات کے برخلاف نہیں سمجھتے +

بعض احباب کو میں نے ایسا فرماتے سُنا کہ واللہ علی کل شیئ قدیر اور یہہ
کہ وہ مختار مطلق ھے وہ جیسا چاہے حکم دے اور بیان فرمائے +

مگر معلوم ہوتا ھے کہ اُن صاحبوں نے ایسا کلام بن سوچے سمجھے فرمایا اور غور
نہ کرکے ایسا کہا۔ اس واسطے کہ اگر ذرہ بھی دل میں سوچیں اور کچھ بھی توجہ
کریں تو اس محل پر ایسی بات نہ کہینگے +

کیونکہ اول اونکو سمجھنا چاہیئے کہ خداے تعالیٰ فی الواقع و فی الحقیقۃ سچا اور
اپنی ذات وصفات سے پاک ونیک وکامل ھے۔ انسانِ پُر عصیان کی مانند
نہیں۔ پس کسطور ممکن ھے کہ جب اُسنے اپنی ایک کتاب میں مسئلہ تثلیث فی التوحید
وتوحید فی التثلیث اور الوہیت وابنیتِ خداوند یسوع مسیح کو حق بتلایا ہوا ور تمام
گنہگاروں کی بخشایش محض ایمانِ خداوندِ نجات بخش محمد درح پر منحصر بتلائی ہو
اور انسان کا کمال اُن احکام کے اتباع اور بجا آوری پر بیان کیا ہو جو کتاب
مقدس میں مذکور ہیں۔ اور اخبارِ جہانِ آیندہ اور احوالِ آفرینش وانبیاکے

کرام اوس طور ذکر کیئے ہوں جیسا کہ کتاب موصوف میں مسطور ہیں۔ پھر وہی
خدا ان سب باتوں کے خلاف بیان کرے اونکو جھٹلاوے اور اُن اصول
ایمانیہ کو کفر ٹھہراوے اور اُس راہ نجات کو باطل بتلاوے دوسری کوئی راہ
بخشائش کی ظاہر کرے۔ اور اون باطنی احکام کو بدل ڈالے جو ٹھیک اُسکی
پاک و نیک ذات کے مطابق و موافق ھے اور جو اُسکی صفات کاملہ کے عکس
اور نمونے ہیں اور اونکے بجاے رسوم ظاہری یا ایسے احکام کی ہدایت کرے
جو اوسکی ذات و صفات کے برخلاف اور معارض ہیں۔ علی ہذا القیاس
اخبار آفرنیش و قصص انبیاے کرام و حالات عقبیٰ کچھہ کے کچھہ بیان کرے۔
بعض عنایت فرماؤں نے ایسا ارقام کیا ھے کہ کتاب مقدس کے صحیفوں
میں بھی مخالفت ھے کہ ایک نبی کی کتاب دوسرے کے مخالف ھے *

پس اونکی خدمت میں یہہ التماس ھے کہ ابھی نیازمند کتاب مقدس کے
من جانب اللہ ہونے نہونے کی نسبت کچھہ گفتگو نہیں کرتا ھے۔ ابھی مطلق
یہ تحقیقات پیش نہیں کیجاتی ھے کہ کتاب مقدس کلام اللہ ھے یا نہیں۔
بالفعل یہ دکھایا جاتا ھے کہ قرآن و حدیث خدا کی طرف سے بالیقین نہیں ہیں
جب یہہ بات طے ہو چکے گی اوسوقت کتاب مقدس کے من جانب اللہ ہونے
نہونے کی بابت گفتگو کیجاوے گی۔ اگر بالفرض کتاب مقدس میں بھی ایسی
مخالفت حقیقی اور تباین و تضاد اصول ایمانیہ و ارکان دین یا ہدایات و

تعلیمات یا اخبار میں ثابت ہو تو اوسکی غیر حقیت کی دلیل ہوگی نہ اس بات کی وجہ
ہو سکتی ہے کہ قرآن وحدیث مخالف کتاب مقدس کے نہیں یا کہ ایسی مخالفت کلام
الٰہی میں ہونا ممکن ہے یا کہ خداے تعالیٰ اپنی ذات وصفات کے برخلاف ہدایت
وتعلیم دیتا اور آپ ہی اپنی بات کو جھوٹا ٹھہراتا ہے *

الغرض اے بھائیو حق جوئی اور راستی پسندی ضرور ہے اور بلا تعصب وطرفداری
اور سے تحقیقات کامل درکار ہے۔ جو نقص اور عیب جسمیں فی الواقع و فی التحقیق
ہے اوسکو تسلیم کرنا اور ماننا چاہیئے اور عیوب ومغشوش سے کنارہ رہنا چاہئے
ہے۔ چاہئے کوئی ہو * کیونکہ خداے تعالیٰ حق پسند اور راستی دوست ہے
اور بس *

دوسری قسم کے اکثر نوازش فرماے غیر خواہ وہ ہیں جو مخالفت قرآن وحدیث
کو کتاب مقدس کے ساتھہ تو تسلیم کرتے ہیں کہ فی الواقع و فی الحقیقت قرآن وحدیث
محمدی کے اصول ایمانیہ وتعلیمات وہدایت واخبار وقصص مخالف ومبائن
کتاب مقدس کے ہیں کہ اگر ایک کو ان میں سے حق اور منجانب اللہ مانو تو
بلا شک دوسرا ناحق ہے *

مگر وہ صاحب وہی دعوے پیش کرتے ہیں جو کچھہ عرصہ سے چند علماے
محمدی نے اپنی کتب مباحثہ وغیرہ میں لکھے ہیں۔ یعنی کہ کتاب مقدس جسکی
کہ قرآن وحدیث میں تصدیق کی ہے اور جسکو کلام اللہ بیان کیا ہے وہ ابجنسہ

وبعینہ اصلی موجود نہیں ہی بلکہ محرف ہوگئی اور بدل گئی اوسکے مطالب مقاصد
متغیر ہوگئے اِسقدر کہ اب قابل اعتماد و اعتقاد کے نہیں رہی - اور اسکے سوا
اب قرآن وحدیث کے آنے کے باعث کتاب موصوف منسوخ ہوگئی کہ اگر
اصلی بھی موجود ہوتی تو بھی ہمکو اوسکو پڑھنا یا اُسپر عمل کرنا ناجائز و ناروا ہی کہ اب
وہ مثل تقویم پارینہ ہی *

بنابراں بپاس خاطر اون احباب کے اِن دونوں دعووں کے باب میں
جو کچھہ حق درست ہی لکھا جاوے - اور میری دانست میں ایسے بھائیوں کو
ضرور اور فرض ہی کہ اِن دونوں دعووں کی تحقیقات کماینبغی فرمائیں - اگر ثابت
ہو کہ فی الواقع کتاب مقدس کے مطالب و مقاصد بدل گئے اور کچھہ کے کچھہ
ہوگئے تو پھر قابلِ التفات نہیں اور نہ لایق اعتماد و اعتقاد کے ہی کہ وجہ مخالفت
ظاہر ہوگئی *

اسی طور اگر کتاب موصوف کا منسوخ اور رد ہوجانا ممکن ہی تو سچ ہی کہ پھر اُسکا
پڑھنا اور ماننا کیا ضرور *

اس حالت میں صرف وہ دلائل درکار ہیں جنسے قرآن و احادیث کا
من جانب اللہ ہونا ثابت ہو اور بس *

لیکن اگر یہہ دونوں دعوے ثابت نہوں بلکہ غلط اور باطل ٹھیریں تو پھر
قرآن وحدیث کا اعتبار گیا اور بالیقین معلوم ہوا کہ یہہ دونوں خدا کی طرف

سے ہرگز نہیں ہیں کہ جس کتاب کو بار بار جابجا تصدیق کرتے اور اوسکو کلام اللہ
اور خداے صادق کی طرف سے بتلاتے ہیں اوسکے مطالب و مقاصد اور
ہدایات و تعلیمات اصولِ ایمانیہ و ارکانِ دین کو درہم برہم کرتے بلکہ اونکو رد
کرتے ہین اور کفر بتلاتے ہیں اور نئے عقائد اور اعمال عبادات وغیرہ مقرر
کرنا چاہتے ہیں اور اُسی کتاب کے اخبارِ معاد و حالاتِ انبیاے کرام وغیرہ کو جھٹلانا
چاہتے ہیں۔ تو ایسا کرنے سے آپ ہی اپنے کو باطل کرتے ہیں *

---

اب اے بزرگو دوستو عزیزو پیارو یہہ آپکا خادم اور خیرخواہِ عقبیٰ تعصب و
طرفداری چھوڑکر ان دونوں دعووں کے باب میں جو بات حق و راست ھے
عرض کرتا ھے اور طرفین کے عمدہ دلائل جو اب تک معرضِ تحریر میں آئی ہیں فراہم
کرکے لکھتا ھے۔ اور آپ صاحبوں کی خدمت میں بکمال آرزو و منت و سماجت
یہہ اُمید رکھتا ھے کہ بنظرِ انصاف صاف دلی اور حق پسندی سے بغور و تامل ملاحظہ
فرمائیں اور جو حق و درست نتیجہ ھو اوسکو سمجھکر مجھے بھی اطلاع بخشیں *

---

# تحقیقات اوّل دعوی تحریف میں



اہلِ اسلام سے جب کہا گیا ہی یا صاف دکھایا اور بتلایا جاتا ہی کہ قرآن و حدیث کتابِ مقدس کی کسقدر تعریف و توصیف بیان کرتے ہیں اور جا بجا اُسکی تصدیق کرتے ہیں کہ وہ کلام اللہ ہی مگر باوجود اسکے پھر وہی دونوں اوسی کتاب کے مخالف اور مبائن ہیں کہ اوسکے اصولِ ایمانیہ و ارکانِ دین اور ہدایات و تعلیمات و اخبار و قصص کے خلاف سکھاتے اور بیان کرتے ہیں۔ بھلا پھر کس طور قرآن و حدیث خدائے اصدق الصادقین و عالم الغیب و غیر متغیر کی طرف سے متصوّر ہو سکتے ہیں؟۔ تو اِسکے جواب میں اکثر مسلمان بھائی ایسا جواب فرماتے ہیں کہ کتابِ مقدس جو اَب یہود و نصاریٰ کے پاس موجود ہی اصلی نہیں ہی بلکہ اوسمیں تحریف کی گئی ہی کہ اب کتابِ موصوف بالکل قابلِ اعتماد اور اعتقاد کے نہیں رہی۔ اس سبب سے قرآن و حدیث کے مطالب و مقاصد مذکورۂ بالا اِس کتاب مُحرّف سے نہیں ملتے ہیں بلکہ اُسکے برخلاف ہیں ÷



لہٰذا ضرور ہی کہ اوّل تحریف کے معنی اور مدعا دریافت کیا جاوے پس ظاہر ہی کہ جب اہلِ اسلام اِس سوال کے جواب میں کہ قرآن و حدیث کس سبب سے کتابِ مقدّس کے اصولِ ایمانیہ و ارکانِ دین و تعلیمات و ہدایات و اخبار

وقصص وغیرہ کے مخالف ومباین ومعارض ہیں) دعوی تحریف پیش کرتے ہیں اور اسکی وجہ مخالفت بیان کرتے ہیں پس واضح وآشکار ہے کہ مدعا کیا ہے۔ یہی کہ کتاب موصوف کے مطالب ومقاصد مسطور تو ضرور اور اونکے سوا اور مطالب بھی مثل بشارت محمد صاحب کے بدل گئے ہیں *

الغرض تحریف کتاب کا مدعا یہ ہے کہ اوسکے مطالب اور مقاصد کا بدلنا اور متغیر کرنا کہ بحالت اصلی نہ ہیں۔ ایسی صورت میں وہ ناقابل اعتماد اور اعتقاد ہوسکتی ہے اور بس *

علماے محمدی جب ثبوت تحریف نہ پاسکے تو تحریف کے معنی ہی بدل ڈالے

مگر ملاحظہ فرمائیے کہ تھوڑے عرصے سے چند علماے محمدی نے جنھوں نے تردید دین مسیحی میں تصنیفات وتالیفات کیں اور دعویِ تحریف کو پیش کیا ہے جب اُنھوں نے اِس دعوی کا ثبوت نہ دیکھا اور کوئی وجہ نہ پائی اور کسی نوع دلیل تحریف کی پیش نہ کرسکے تو تحریف ہی کے معنی بدل ڈالے اور اوسکا مدعا بھی کچھہ کا کچھہ تبلایا ہے *

چنانچہ غور فرمائیے کہ مولوی رحمۃ اللہ۔ اور ڈاکٹر وزیر خاں۔ جنھوں نے خصوصاً اِس باب میں زیادہ تر تحریرات کی ہیں بلکہ ایک کتاب خاص اِس باب میں ارقام کی ہے جسکا حوالہ اکثر احباب اپنے خطوط میں لکھتے ہیں کہ کتاب مذکور میں دعوی تحریف کو بخوبی تمام ثابت کردیا ہے اوسی کتاب میں ایسا مرقوم ہے (تحریف کہتے ہیں بات کے بدل ڈالنے کو اور یہ بدل ڈالنا خواہ باعتبار معنی

کے ہو اور اوسکو تحریفِ معنوی کہتے ہیں خواہ باعتبار لفظوں کے اور اوسکو تحریف لفظی کہتے ہیں پھر تحریف لفظی خواہ اس طرح پر ہو کہ ایک لفظ کو دوسرے لفظ کے موضع میں رکھہ دیں خواہ اسطرحپر کہ کسی لفظ کو اپنی طرف سے بڑہا دیں یا گھٹا دیں) پھر آگے بڑہکر لکھا ہے (انشاء اللہ تعالی محققین عیسائی مذہب کے اقرار سے بخوبی ثابت ہو جائیگا کہ اُن کتب کی بعض جا میں بعض لفظ سے بدل گیا اور بعض جا لفظ یا جملہ بڑہا یا گیا اور بعض جا سے لفظ یا جملہ اوڑا یا گیا ہے اور اسیکو ہم تحریف لفظی اون کُتب کی کہتے ہیں خواہ اسکو عیسائی لوگ کہیں کہ شرارت بے دیانتوں سے قصداً ظہور میں آئی خواہ بسبب مفقود ہونے تواتر لفظی کے غلطی کاتبوں یا وہم اصلاح دینے والوں کی طرف نسبت کریں کیونکہ ہمارے دعوی میں سب قسموں کی تحریف لفظی میں مراد عام ہے کہ قصداً واقع ہو یا بغیر قصد کے*

* اعجاز عیسوی صفحہ ۲۸

اور دوسرے مسلمانوں کی تصانیف سے بھی ایساہی کچھہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی تحریف اسی مدعا سے بیان فرماتے ہیں۔ الغرض بموجب تحریرات علمائے محمدی کے تحریف دو قسم کی ٹھہری ایک معنوی یعنی کہ گو الفاظ و عبارت کتاب تو بجا ہوں مگر مراد اصلی اور معنی حقیقی اوسکے بیان نہوں بلکہ خلاف منشائے کتاب و سیاقِ عبارت اگر اوسکی تاویل یا تفسیر کیجاوے یا مطلب ظاہر کیا جاوے تو اوسکو بھی تحریف کہتے ہیں۔

دوم تحریفِ لفظی یعنی کہ بعض مقاموں میں کلمہ یا کلام کا بجا نہ رہنا اسطور پر کہ

اختلاف [illegible]

ایک کلمہ یا زیادہ دوسرا کلمہ یا کلام کی جگہہ ہوجاویں یا ایک کلمہ یا کلام زیادہ یا کم ہوجاوے
تو تحریف لفظی کہلاویگی۔ اور یہ تغییر و تبدیل خواہ قصداً کوئی کرے یا کاتب سہو سے
لکھہ جاوے یا غلط فہمی سے صحیح کی جگہہ غلط لکھدے یہ سب تحریف کہلاتی ہیں۔ تو وہ کتاب
جسکے معنی اور مطلب صحیح بیان نکیے جاویں یا جسمیں لفظی تغیرات مذکورہ واقع ہوں محرف ہوتی ہے
مگر ہر فہمیدہ و سنجیدہ شخص سمجھہ سکتا ہے کہ جس حالت میں کسی کتاب کے الفاظ
و عبارت بجنسہ و بعینہ بحالت اصلی موجود ہیں جس طور مصنف نے تصنیف کی ہے
پس اگر اوسکے بعض مقاموں متشابہ میں فرقہائے مختلف جدا جدا تاویل و تفسیر
کرتے ہیں اور اس جہت سے باہم اختلاف ہے۔ یا بالفرض و التقدیر اگر فی الواقع
بعضے لوگ اوسکے حقیقی معنی بیان نہیں کرتے ہیں بلکہ اپنی جہالت یا شرارت سے
غلط تاویل و تفسیر کرتے ہیں اور خلاف منشائے مصنف و سیاق عبارت مطلب
بیان کرتے ہیں تو اس سے کتاب پر کیا نقص عائد ہوتا ہے اور اوسمیں کونسا
نقص پایا جاتا ہے۔ کیونکہ جو حق کے طالب اور راستی پسند ہیں وہ بلاشبہ حسب
سیاق عبارت و ربط کلام وغیرہ اصلی و حقیقی مطلب اور مدعا کتاب کا جان
اور مان سکتے ہیں۔ مثلاً قرآن کی بہت سی آیات کے معنی اور مطلب میں اہل
اسلام کے مختلف فرقے باہم اختلاف اور نزاع رکھتے ہیں اور جدا جدا تاویل
اور تفسیر کرتے ہیں۔ اور دیکھیے مجسمیہ اور بعض قسم کے غالی صوفی وغیرہ بہت
سی آیتوں کے معنی نہایت بعید الفہم بیان کرتے ہیں بلکہ بالکل غلط تاویل اور

تفسیر کرتے ہیں تو اس سے قرآن محرف نہیں ہو سکتا ہے اور نہ کوئی اسکو تحریف کہتا ہے بلکہ اسکو تحریف کہنا نہایت نادانی یا تعصب ہے ❖

اسی قبیل سے ہے اختلاف ترجموں کا کہ جس حالت میں کتاب اصلی یعنی جس زبان میں کتاب تصنیف ہوئی اسکا نسخہ صحیح موجود ہے اور فرض کرو کہ اسکا ترجمہ کئی شخصوں نے جدا جدا کیا ہے۔ پس اگر سب ترجمے متفق اللفظ و المعنی نہوں بلکہ مختلف ہوں الفاظ میں اور بعض مقاموں پر اختلاف معنی اور مطلب کا بھی ہو تو جاے تعجب اور مقام حیرت نہیں بلکہ اگر فرض کرو کہ بعضا ترجمہ کسی نے غلط بھی کیا تو بھی اصلی کتاب جسکا ترجمہ ہوا محرف شمار نہ کیجائیگی اور جسکو ذرا بھی تمیز ہے وہ ترجموں کے اختلاف لفظی یا معنوی یا بالفرض کسی غلط ترجمہ ہونے کے باعث ہرگز نہ کہیگا کہ اصلی کتاب میں تحریف ہوگئی اور اب اسکا اعتماد جاتا رہا۔

کیونکہ ظاہر ہے کہ جب کئی شخص ایک کتاب کا ترجمہ کریں ایک ہی خاص زبان میں تو ممکن نہیں ہے کہ سب ترجمے متحد اللفظ و متفق المعنی ہوں۔ کیونکہ ایک مترجم کتاب اصلی کے ایک لفظ کی جگہہ ایک لفظ اوس زبان کا رکھتا ہے جسمیں ترجمہ کرتا ہے اور دوسرا مترجم اوسکے ہم معنی دوسرا لفظ اور تیسرا اسکے بجاے دو لفظ۔ پھر بہت سے لفظ کتاب اصلی کے کئی معنی میں مشترک ہوتے ہیں ایک مترجم ایسے الفاظ کو ایک معنی میں مستعمل کرتا ہے اور دوسرا دوسرے معنی میں۔

اسی طور کبھی ایک جملہ کے معنی ایک شخص ایک نوع سمجھتا ہے اور دوسرا اوسکے

دوسرے معنی جانتا ھی - پھر ایک مترجم کو پسند آتا ہی کہ لفظی ترجمہ کرے اور دوسرا با محاورہ
اور تیسرا دونوں کے بیچ میں ؀

اسکے سوا اور بہت سی وجوہات ہیں جنکے باعث محال عادی ھی کہ اگر کسی
کتاب کو کئی شخص ترجمہ کریں اور سب ترجمے متحد اللفظ و متفق المعنی ہوں - چنانچہ
جو صاحب ترجمہ کرنا جانتے ہیں اونسے پوشیدہ نہیں ھی کہ اگر ایک ہی شخص مختلف
وقتوں میں کسی کتاب کا ترجمہ کرے اور دونوں ترجموں کو ملا دے تو دونوں
متحد اللفظ و متفق المعنی نہونگے پس جبکہ کئی شخص ترجمہ کریں تو اونکے ترجموں کا
یکساں ہونا لفظاً و معنی میں کیونکر ممکن ہی ؀

چنانچہ آپ ملاحظہ فرماویں کہ قرآن کے کئی ترجمے زبان اردو و فارسی میں
ہوئے ہیں مگر باہم متفق اللفظ و المعنی نہیں ہیں ؀

منجملہ اونکے چار ترجمے یعنی ترجمہ[1] مولوی عبدالقادر صاحب و ترجمہ[2] رفیعی
و ترجمہ[3] شاہ ولی اللہ صاحب - و ترجمہ[4] تفسیر یعقوب چرخی ملا کر آپ مطالعہ کریں
کہ باوجودیکہ یہہ چاروں شخص ہم ملت و ہم مشرب و ہم فرقہ ہیں تاہم اونکے ترجمے
یکساں نہیں ؀

بپاس خاطر آپ کے بدون اسکے کہ ڈھونڈکر ایسے مقام لکھوں جہاں زیادہ تر
فرق ظاہر ہوتا ھی بلکہ شروع قرآن سے چند آیات کا ترجمہ نیچے لکھتا ہوں ترجمات
مذکورہ سے یعنی سورۂ فاتحہ ؀

(۱) شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا +

(۲) شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ کے کہ وہ رزق دینے والا اور بخشنے والا +

(۳) بنام خدائے بخشایندۂ مہربان +

(۴) آغاز سیکنم من بنام خدائے نیک مہربان نیک بخشایندہ +

(۱) سب تعریف اللہ کو ہی جو صاحب سارے جہان کا بہت مہربان نہایت رحم والا +

(۲) سب تعریفیں واسطے اللہ کے کہ پروردگار عالموں کا بخشنے والا مہربان

(۳) حمد مر خدائے راکہ پروردگار جہانیانست بخشایندۂ مہربان +

(۴) ہمہ ثنا ہا خدائے رامنرد کہ ہرچہ کند عین حکمتست +

(۱) مالک انصاف کے دن کا +

(۲) خداوند دن جزا کا +

(۳) خداوند روز جزا +

(۴) پادشاہ روز قیامت ست +

(۱) تجھی کو بندگی کریں اور تجھی سے مدد چاہیں +

(۲) تجھی کو عبادت کرتے ہیں ہم اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں +

(۳) ترامی پرستیم واز تویاری میخواہیم +

(۴) ترا بندگی میکنیم واز تو یاری میخواہیم *

(۱) چلا ہمکو راہ سیدہی *

(۲) دکھا ہمکو راہ سیدہی *

(۳) ہدایت کن مارا راہ راست *

(۴) بتمائے مارا راہ راست *

(۱) راہ اُنکی جن پر تو نے فضل کیا نہ جن پر غصہ ہوا اور نہ بہکنے والے *

(۲) راہ اون لوگوں کی جو نعمت کی ہی تو نے اُنپر سوائے اونکے جو غضب کیا گیا اوپر اونکے اور نہ گمراہ ہونگے *

(۳) راہ آنانیکہ انعام کردی برایشاں نہ مغضب شدہ بر آنہا و نہ گمراہاں *

(۴) راہ آنانکہ نیکی کردہ برایشاں نہ خشم گرفتہ شدہ برایشاں نہ گمراہاں *

پھر آپ اوس ترجمے کو بھی ملا ویں جو امامیہ مذہب والوں نے زبان اُردو میں کیا ہی کہ مقامات کثیر میں جہاں جہاں اختلاف تاویل و تفسیر کا اہل تسنن کے ساتھ ہی کس قدر فرق اور اختلاف لفظوں اور معنوں کا ان ترجموں سے ہی *

اسی طور اگر معتزلوں یا دوسرے فرقوں کے لوگ بھی اس زبان میں ترجمہ کریں تو معانی اور مطالب میں بھی علاوہ الفاظ اور عبارت اور محاورہ کے کسقدر فرق ہوں *

اور فرض کرو کہ اگر کوئی کم استعداد نادانی سے یا کوئی اُلٹی اور بعید الفہم تاویل

اختلاف قرأت ... مسلمان کوئی کتاب ... ہیں نہیں ... ہی

وتفسیر والا غلط ترجمہ کرے۔ تو ان سب صورتوں میں چاہیے کیسا ہی فرق اور اختلاف ترجموں
ترجموں کے الفاظ اور معانی اور مطالب میں کیوں نہو جاوے لیکن درحالیکہ اصل نسخہ
یعنی عربی نسخہ قرآن کا سب کے پاس یکساں ہے لہذا نہ قرآن محرف شمار ہوسکتا ہے اور نہ ان اختلاف تراجم
کی باعث سے قرآن غیر معتبر ہوسکتا ہے اور نہ کوئی کہہ سکتا ہے کہ اب قرآن قابلِ اعتماد اور اعتقاد کے نہیں ہے
اب باقی رہی تحریف لفظی اوس طرح کی جو حسب ادعائے علمائے محمدی اوپر
مذکور ہوئی یعنی تبدیل وتغیر یا کمی بیشی بعض الفاظ کی حسب شرح بالا ÷
پس واضح ہو کہ جب کسی کتاب کے نسخجات کثرت سے جابجا مروج ہوتے
اور جگہہ جگہہ اوسکی نقلیں ہوتی ہیں اور مدتہائے مدید تک لاکھوں کاتبوں کے ہاتھ سے
لکھی جاتی ہیں تو ممکن نہیں ہے کہ سبکے سب کاتب کوئی غلطی نہ کردے اور تمام نقلیں
من کل الوجوہ مطابق اصل کے ہوں بلکہ ضرور بالضرور کاتبوں کی کم استعدادی
اور ناواقفیت اور سہو ونسیان اور غفلت وبے احتیاطی وغیرہ سے اون نقلوں
میں اعراب اور نقاط اور حروف وکلمات بلکہ کبھی کبھی جملوں کا بھی فرق واقع ہوگا
چنانچہ آپ صاحبوں میں سے جب کسی کو کسی کتاب کے دو چار ہی قلمی نسخوں کے
مقابلہ کا اتفاق ہوا ہوگا تو اس امر سے بخوبی آگاہ ہونگے۔ بلکہ جزو دو جزو ہی کی
دس پانچ نقلیں اگر چند شخصوں سے کرائی ہونگی اور پھر اونکا مقابلہ کیا ہوگا تو ظاہر
ہوا ہوگا کہ سب کے سب کاتبوں نے بالکل صحیح مطابق اصل نہ لکھا ہوگا ضرور
غلطیاں نقل میں ہوئی ہونگی۔ پس آپ خیال فرماویں کہ اگر آپ کسی کتاب کے

سو دو سو نسخے جمع کریں جو مختلف ملکوں اور مختلف وقتوں اور مختلف استعداد اور
لیاقت کے لوگوں نے لکھی ہوں تو کیا ممکن ھو کہ وہ سب نسخے اعراب و نقاط اور
حروف اور کلمات اور جملوں میں بالکل موافق و مطابق ہوںگے ہوں +
ہرگز ہرگز نہیں - بلکہ ضرور بالضرور اُن نسخوں میں بہت جگہہ سوا ے اختلاف
اعراب و حروف نقاط کے کلمات اور جملوں کا بھی فرق ہوگا - اور فرمائیے کہ اگر ایسا اختلاف
کسی کتاب کے اِس قدر نسخوں کے مقابلہ کرنے میں پایا جاوے تو کوئی ایسا
کہے گا کہ یہ کتاب محرف ہی یا اوس صورت میں اصل وہ نسخہ جو مصنف کے ہاتھ
کا لکھا تھا اگر بسبب امتدادِ زمانہ و انقلاب روزگار کے موجود نہو پس واسطے
تصحیح کے کونسے عمدہ اور سب سے بہتر تجویز ہو سکتے ہیں کہ اُسکے پرانے اور نئی
نقلیں جسقدر بہم پہونچیں اور جہاں تک دستیاب ہوں جمع کر کے مقابلہ کریں اور
جیسا حقِ تصحیح ہی ادا کیا جاوے - پس اگر دس بارہ سو کتاب کا مقابلہ کیا جاوے
تو لامحالہ اُنمیں غلطیاں یعنی اختلافِ نسخہ پایا جاویگا - پس اگر ایسا بھی کوئی کرے
کہ براے مزید احتیاط ایک نسخہ صحیح اونسے لکھ کر جس جس کتاب میں جو جو بات
ایسی پائی کہ سب نسخوں میں نہیں بلکہ اوسی خاص نسخہ میں یا دو چار اور نسخوں
میں تھی تو اُسکے اظہار کے واسطے نشان و علامت نسخہ کی دیکر اس کمالِ عرقریزی
اور محنت کے ساتھ تصحیح کرے کہ نقطہ اور اعراب اور لفظ اور جملہ وغیرہ سب
بڑے اور چھوٹے اختلاف نسخہ کو بھی بتلاوے تو اب آپ صاحب انصاف

فرماویں اور داد دیں کہ اِس سے زیادہ اوژر کونسا درجہ تصحیح کا ہے۔ اور یہ بھی فرماتیے کہ
ایسا کرنا کون ہے جو تحریف بتلاویگا اور کون ہے کہ اِن اختلافِ نقاط و اعراب یا بعض نقطوں
یا نہایت قلیل جملوں کو تحریف کہیگا اور اوس کتاب کو جسکے نسخون کا اسطور مقابلہ
کیا گیا غیر معتبر و غیر معتمد ٹھہراویگا ہاں البتّہ اگر کسی کتاب کے نسخے باہم ایسے مختلف اور
متفرق ہوں کہ اوسکے مطلب او مقصد او مضامین اور تعلیمات میں اختلاف اور
تعارض اور تناقص ہو یا بیشی و کمی بغرض ہو تو اِس حالت میں ضرور اوس کتاب
کا اعتبار نہو گا کہ ایک نسخہ میں ایک قسم کے مطلب اور مقصد ہیں اور دوسرے
میں دوسرے مضمون اور مدعا وغیرہ۔ مثلاً آپ ملاحظہ فرماویں کہ قرآن جسکی
حفاظت اور صیانت اہل اسلام بہت کرتے ہیں اور ایک مختصر کتاب ہے کہ تھوڑے عرصے
میں بہت لوگ زبانی بھی یاد کر لیتے ہیں اور خاص اوسکی صحت اور اصلیت پر
بڑا فخر کرتے ہیں اوسی کے مختصر حال کو سنیں اور غور فرماویں +

میں اِس مقام پر نہ حال وقتِ تالیف و تصنیفِ قرآن کا ذکر کرتا ہوں کہ کتنی
آیات اور سورتیں پہلے قرآن میں تھیں اور محمد صاحب نے اونکو پیچھے خارج
کرایا یا کونسی سورت یا آیتیں تھیں جنھیں خود محمد صاحب اور اونکے صحابی بھول گئے
اور نہ اوس کیفیت اور اُن ماجروں کا حال لکھتا ہوں جو بوقتِ جمع و ترتیب قرآن
ہوے اور جو اختلاف اور نزاع ہوا اور جو صحیفہ عثمان نے جمع کیا اوسپر کیا کیا کلام
صحابیوں نے کیا کہ کسقدر قرآن درج ہونے سے باقی رہا ہے اور کون کون سی

سورت اس مجموعہ میں شامل کی ہے جو قرآن نہیں ہے وغیرہ ۔ بلکہ صرف اتنا ہی تہا
مختصر حال آپ کو لکھتا ہوں کہ جو نسخہ عثمان خلیفہ ثالث نے جمع کیا اور اوسکی نقلیں
بھیجکر جاری کیں اور مروج کیں اوسی کا حال آپ ملاحظہ کریں +

کہ جب عثمان نے اپنے نسخہ کی نقلیں جاری کیں اور قرآن اطراف وجوانب
میں پھیل پڑا اور زمانۂ تابعین بھی گذر گیا تو اون لوگوں میں سے ایک قوم امام
قرأت کے کھڑے ہوئے جنکی قرأتوں کی لوگ پیروی کرتے تھے وہ قریب
بیس کے تھے ۔ اون میں سے سات شخص زیادہ مشہور ہوئے ۔ بعد لکھا
ہے کہ اونکے بعد یہہ روایات قرأت ہر کہیں منتشر ہوئیں و اُنکے پیچھے جُدا جُدا
ہوئیں گروہیں جو اونسے روایتیں کرتی تھیں اون میں سے دو دو شخص
ہر ایک اون ساتوں قاریوں کی روایات بیان کرنے کو مشہور ہوئے ۔ پھر
جب جھوٹ پھیل گیا اور قریب تھا کہ حق اور باطل ملجاوے تب بہت سے
لوگ اُمّت سے کھڑے ہوئے اور غایت درجہ کوشش کی اور حروف و قرأت
کو جمع کیا اور وجوہ اور روایتوں کو جانچا اور اون میں سے صحیح و مشہور و شاذ
کو جُدا جُدا کر کے کتابیں علم قرأت میں تصنیف کیں اونمیں سے اوّل تصنیف
کرنے والے چھہ شخص تھے ۔ اُسکے بعد اور بہت سے لوگ انھیں کے دنوں
میں اور اونکے بعد کھڑے ہوئے جنھوں نے قرأت قرآن میں بانواعہا تالیفات
کیں ۔ اور امام قرأت کے بیشمار ہیں +

(اتقان ۔ نوع ۲۲)

پس بھائیو خیال کیجئے کہ اگر اوسی نسخہ قرآن کو صحیح مانا جاوے تو بھی کسی طور ممکن نہیں ہی کہ اوسی نسخہ کی نقل مطابقِ اصل اب مسلمانوں کے پاس موجود ہی کیونکہ جب روایات مختلف ہیں جیسا کہ میں بیان کرونگا۔ پس کیونکر ممکن ہی کہ اُن بیس شخصوں ہی کی روایت درست ہوں جو بعد تابعین کے گذرے کیونکہ اگر صحیح روایت ہر شخص کی تھی اور اصلی نسخہ کے مطابق تو اون میں باہم اختلاف کیوں تھا نہ صرف روایات مین بلکہ قرأت میں۔ اور جب کہ احتمال غلطی کا ہے کہ اون بیش۲۰ قاریوں کی ایک ایک جگہہ کی روایت مختلف فیہ میں سے صرف ایک ہی مطابق اصل نسخہ کے مانی جاوے تو یہ بھی ضرور احتمال پکّا ھی کہ کچھہ ضرور نہیں ہی کہ جو انھیں بیس شخصوں کو روایت ملیں وہی صحیح تھیں اور اونھیں کا اجتہاد خالی از غلطی تہا۔ پھر اُن بیس میں سے صرف سات مشہور ہوئے جنکی قرأتوں کا نام پایا جاتا ھی باقی تیرہ۱۳ شخصوں کی روایت کا پتا نہیں۔ تو ہرگز کوئی شخص درست نہ جانیگا کہ گو یہ مشہور ہوئے تو انھیں کی روایت اور قرأت ٹھیک ہیں اور وہ تیرہ غلطی پر تھے۔ بلکہ ضرور بہت سی ایسی قرأت ہونگی جو اُنکی بھی صحیح ہونگی اور سات کی غلط ہونگی +

پھر اِن سات مشہور راویوں کی روایتیں قرأتیں بھی منتشر ہوئیں تو جو اُنسے روایتیں اون دو دو قاریوں نے بیان کیں چاہیئے اکثر صحیح ہوں مگر بہت جگہہ غلطی کھانے کا بھی احتمالِ قوی بلکہ ضروری ھی کیونکہ مدار صحیح و غلط یا مشہور

وشاذ وغیرہ دریافت کرنے کا صرف زبانی تہا۔ پھر ملاحظہ کیجیے کہ اسکے پیچھے روایتوں کا اختلاف جدا جدا اور قرأتوں کی کثرت یہاں تک ہوئی کہ لکھا ھے کہ قریب تھا کہ حق اور باطل ملتبس اور ایک صورت ہوجاوے تب بہت سے لوگوں نے روایات جمع کرنا اور حق وباطل پہچاننا شروع کیا اور قراتوں کی قسمیں جدا جدا بیان کیں بھلا کیونکر یقین ہوسکتا ھے کہ جو تحقیقات انھوں نے کی اور زبانی روایتوں میں سے دریافت کرکے لکھا وہ سب درست تہا۔ اور جو انھوں نے غلط اور باطل روایتیں جانکر ترک کردیں اور اونکو چھوڑ دیا وہ فی الواقع سب کی سب موضوع اور جھوٹی ہی روایتیں تھیں اور جن روایتوں کو انھوں نے معتبر ٹھہرایا وہی معتبر تھیں اور پھر یہہ بھی کہ جو انہیں چھہ شخصوں نے دریافت کیا وہی راست ھے اور باقی ناراست ہیں *

پس اگر ان سب وجوہات اور حالات کو خیال کیا جاوے تو ہرگز شک نہیں رفع ہوسکتا ھے کہ بعد انقلابات کثیر کے اور مدت مدید تک زبانی روایات کے اوپر مدار رہنے کے انکا قرآن بجنسہ وبعینہ وہی ھے جو عثمان نے لکھا تھا۔ اور باقی دوسری روایتیں اور قرائتیں جو بیشمار لوگ جدا جدا طور پر بیان کرتے اور پڑھتے تھے وہ سب بالکل غلط تھیں۔ کسی طور اطمینان نہیں ہوسکتا ھے۔ مگر اب صرف سات ہی قرأت اُن ساتوں قاریوں کی طرف سے منسوب لکھی جاتی ہیں۔ باقی کا نشان بھی نہیں ھے *

مگر اب انھیں ساتوں قراتوں کے اختلافات کو ملاحظہ فرماویں کہ تعداد میں کتنے ہیں - قریب ڈیڑھ سوا دو ہزار کے +

پھر یہ سوا دو ہزار اختلافات صرف قرأت یعنے پڑھنے ہی کے نہیں ہیں کہ جنکا تعلق اختلافِ معنی سے نہو جیسا کہ ایک جبریل پڑھتا اور دوسرا جبرئیل پڑھتا ہے یا ایک قرأت میں یَبۡسُطُ ہے اور دوسری میں یَبۡصُطُ - بلکہ ایسے اختلاف بھی کثرت سے ہیں جنسے معانی الفاظ اور مطالب جملوں میں بڑا فرق ہوتا ہے +

چنانچہ ایک میں مذکر ہے دوسرے میں مؤنث - ایک میں واحد ہے دوسرے میں جمع - اسیطور ایک میں صیغۂ غائب دوسرے میں حاضر یا متکلم - ایک میں معروف ہے دوسرے میں مجہول - ایک میں لازمی ہے دوسرے میں متعدی اسیطور اختلافِ ابواب کا بھی بہت ہے جنکے مختلف ہونے سے بہت فرق معانی میں پڑتا ہے - پھر ایک میں اسمِ فاعل ہے دوسرے میں اسم مفعول پھر ایک میں ایک لفظ ہے اور دوسرے میں دوسرا لفظ جنکے معنی بہت مختلف ہیں - پھر اختلافِ اعراب اواخر کلمات کے ہیں جنکے باعث بہت بھاری فرق مطلب میں ہوجاتے ہیں کہ ایک میں ایک کلمہ فاعل ہے دوسرے میں مفعول - پھر ایک میں مفعول ہے اور دوسرے میں بحالتِ جر - وغیرہ +

پس اِن اختلافِ روایات کے بموجب بہت سے اختلاف معانی الفاظ

اور مطالب جملوں میں واقع ہیں - بلکہ بہت جگہ انجابین فرق پڑتا ہی اور کئی احکام
شرعی اور فرائض میں اختلاف ہوتا ہی - جس کسی کو دیکھنا ہو مفصل حال اسکا
کتب قرأت اور تفاسیر کے ملاحظہ سے معلوم ہوسکتا ہی - یہاں بخوف طوالت
اسی مختصر بیان پر اکتفا کیا گیا +

اہل اسلام ایسے اختلافات کثیر کو بھی جو صرف انھیں سات روایات کے
بموجب دیکھیے کہ نہ صرف پڑھنے کا اختلاف ہی بلکہ معانی الفاظ و مطالب جملہ بلکہ
احکام شرعیہ میں بھی بہت سا فرق اور تبدیل و تغیر کرتے بلکہ کئی جگہہ کمی و بیشی
کلمات کی بھی ہی جنکے باعث بھی معنی و مطلب کلام کے مختلف ہوتے ہیں اختلاف
قرأت کہتے یعنی پڑھنے کا فرق بتلاتے ہیں - اور ظاہر ہی کہ اگر ایک روایت صحیح
ہی تو دوسری بلا شبہہ غلط ہی - کوئی مصنف اپنی کتاب میں مختلف لفظ مختلف
المعانی و متغیر المطلب و متضاد الاحکام نہیں رکھتا ہی - اور اسکے سوا کہیں سے
ثابت نہیں کہ عثمان نے اپنے قرآن میں سات طور کی مختلف قرأتیں لکھی
تھیں یا مختلف لفظ اور لغت درج کیے تھے +

یہ لوگ جس طرح اس اختلاف نسخوں کو اختلاف قرأت نام رکھتے اسیطور
یہ بھی کہتے کہ قرآن سات قرأت میں نازل ہوا ہی اور ایسا بھی بعض صاحب
فرماتے ہیں کہ وہ ساتوں قرأت یہی ہیں جو لکھی جاتی ہیں اور تمسک کیواسطے
ایک حدیث پیش کرتے کہ محمد صاحب نے کہا ہی (ان القرآن انزل علی السبعة

احرف) یعنی قرآن سات حرفوں پر نازل ہوا ہے۔ پس کہتے ہیں کہ سات حروف

یہی سات قرأت مذکور ہیں +

لیکن اول تو احادیث کا اعتبار بہت دشوار ہے دو سو ڈیڑھ سو برس کے پیچھے

لوگوں نے سنی سنائی باتیں سنّو میں سے پانچ اپنی دانست میں معتبر جان کر لکھی ہیں

اور کچھ یقینی بات نہیں کہ جو ان لوگوں نے صحیح سمجھا وہی معتبر ہو جب سنّو حدیث

موضوع اور جھوٹی مشہور تھیں یا لوگ روایت کرتے تھے تو ایسی حالت میں جتنی

انھوں نے معتبر جانیں انپر اعتبار کیونکر ہو سکتا ہے۔ کہ اتنی مدت مدید کے بعد

ایک بات ہی صداقت کی تحقیقات کامل ہونا دشوار ہے پس ان انبارِ کتب کا صحیح

فی الواقع ہونا صرف پانچ چھہ شخصوں کی کوشش سے امر محال ہے۔ اور پھر اگر

صحیح بھی فرض کرو تو ناممکن ہے کہ صدہا حدیثیں صحاح کی باہمدگر مخالف اور متبائن

ہیں جو تکذیب یکدگر کرتی ہیں +

بیان اسکا بہت طویل ہے اسواسطے اسیقدر پر اکتفا کرکے یہہ عرض کرتا ہوں

کہ اگر تسلیم بھی کرلیں کہ یہ حدیث محمد صاحب نے کہی تو اس سے یہ بات مان لینی

کہ مراد یہی اختلافِ روایات کے بموجب جو مختلف قرأت وغیرہ ہیں وہی مراد ہیں

کسی طور ممکن نہیں +

اسواسطے کہ اس عبارت کے معنی کہ (قرآن سات حرفوں پر نازل ہوا ہے)

اول تو اسمیں اختلاف ہے اور عبارت مشتبہ ہے کون یقینا کہہ سکتا ہے کہ سات حرف

سے کیا مراد ہے۔ بعضے کہتے ہیں کہ مراد اِس سے اختلاف لغات متحد المعنی ہے کہ جدا جدا قوم استعمال میں لاتے تھے جیسے ہَلُمَّ وتعال و اقبل کہ سب ہم معنی ہیں (حدیقہ)۔ ابتداے اسلام میں اختیار تھا کہ جُدا جدا لغات مذکورہ میں پڑھیں (ایضاً) اور بعضے کچھ اور تاویل کرتے ہیں۔ امام جعفر سے روایت ہے کہ جب اُن سے کہا گیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ قرآن سات حرفوں پر نازل ہوا ہے جواب دیا کہ جھوٹ بولتے ہیں خدا کے دشمن سارا قرآن صرف ایک حرف پر نازل ہوا ہے (ایضاً)۔ اور امام باقر کہتے ہیں کہ قرآن ایک ہی ہے اور ایک کی جانب سے نازل ہوا ہے مگر اختلاف راویوں کی طرف سے ہے۔ (ایضاً)

پھر اکثر لوگوں معتبر کا قول ہے کہ سات حرفوں سے ہرگز مراد سات قرأت نہیں ہے۔ پھر ایک شخص لکھتا ہے کہ ایک قوم نے گمان کیا ہے کہ مراد سات حروف سے سات قرأت موجودہ حال ہے مگر یہہ بات خلاف اجماع اہل علم کے ہے اور یہ گمان نہیں کیا ہے مگر بعض جاہلوں نے (اتقان) پھر ایک اور کہتا ہے کہ جسنے ایسا گمان کیا بڑی غلطی کی ہے۔ (ایضاً)

علی سے روایت ہے کہ سات حرف سے مراد سات قسمیں مطالب کی یعنی امر۔ زجر۔ ترغیب۔ ترہیب۔ مثل۔ جدل۔ قصص مراد ہے۔ (حدیقہ)

ابن مسعود سے روایت ہے کہ سات حرف سے مراد زجر۔ امر۔ حلال۔ حرام۔ محکم۔ متشابہ۔ امثال ہے (ایضاً) امام جعفر کہتے ہیں کہ حرف سے مراد

× حدیقہ سلطانیہ باب ۳ فصل ۶ فائدہ ۲ مقام دوم تواتر قرآن

بطون قرآن ہیں اور تاویلات کہ ایک ایک آیت کے سات سات معنی ہیں +

بعض مفسرین قدیم نے اس حدیث کے پندرہ طور پر معنی لکھے ہیں کہ سات حرف سے مراد بعضے یہہ جانتے اور بعضے یہہ سمجھتے ہیں اور بعضوں نے چالیس معنی تک بیان کیئے ہیں کہ یا یہہ معنی ہیں یا یہہ جسکو دیکھنا ہو تفسیر اتقان میں دیکھہ لے +

الغرض سات حرفوں سے سات قرأت مراد لینا یقینی بات نہیں ہے اور اکثر قول میں جنسے معلوم ہوتا ہے کہ ہرگز یہہ مراد نہیں ہے بلکہ بہت طرح کی قباحت اس معنی لگانے سے لازم آتی ہے +

ولو فرض سات حرفوں سے سات قرأت بھی ہوں تو بالکل ثابت نہیں ہو سکتا ہے کہ وہ سات قرأت جنکو محمد صاحب نے ذکر کیا یہی سات قرأت ہیں جواب موجود ہیں کیونکہ ایک جھوٹی اور منکر روایت بھی نہیں جسکا سلسلہ پورا لکھا ہو کہ یہ سات قرأت فلانے سلسلۂ روایت سے محمد صاحب تک پہنچتا ہے ۔ بلکہ کبھی کسی نے ایسا دعویٰ بھی نہیں کیا ہے +

پھر کونسی دلیل ہے جس سے کوئی وہم بھی کرے کہ یہ سات قرأت موجودہ حال وہی ہیں جنکا ذکر اس حدیث میں ہے ۔ پھر جو حال راویوں اور قاریوں کا ابتدا میں میں نے لکھا ہے وہ متفق علیہ ہے کہ کتب مستند و معتبر میں ایسا ہی لکھا ہے ۔ پس جیسا کہ وہ بیان صحیح ہے تو پھر نادان بھی جان سکتا ہے کہ یہ اختلاف قراٴت کس طور پر پیدا ہوئے ہیں +

(حدیقۂ سلطانی باب و فصل و فائدہ مذکورہ بالا)

چنانچہ ایک مشہور مجتہد شیعوں کا سید محمد باقر رشتی لکھتا ہے کہ قاریوں کی سند محمد صاحب تک متصل ہونا ثابت نہیں ہے بلکہ ظاہر یہ ہے کہ اختلاف ان راویوں کے خود انکی طرف سے تھے کہ یہہ لوگ اہل زبان تھے اپنی سمجھ کے موافق ایک ایک قرأت اپنے واسطے مقرر کر لیتے تھے اور اگر انکی سند محمد صاحب تک متصل ہوتی تو اختلاف دور ہوجاتا ایک قاری دوسرے قاری کی صحت پر کیوں اعتراض کرتا *

بہرحال اسمیں کسیطرح کا شک نہیں کہ قرآن کے اعراب و حروف و الفاظ میں سوا دو ہزار اختلاف اب موجود ہیں جنمیں سے بہت سے ایسے بھی ہیں جنکے باعث معانی الفاظ جدا جدا ہوتے اور مطلب اور احکام بھی مختلف اور مباین ہمدگر ہوجاتے ہیں اور یہ اختلاف صرف اسی باعث سے ہوئے کہ قرآن جا بجا جاری ہوا اور اس جہت سے حافظوں اور قاریوں کے پڑھنے یعنی قرأت میں اور قرآن کے نسخوں میں فرق پڑ گیا ایک نے ایک صحیح جانا اور رد دوسرے کو غیر صحیح اور رد و دوسرے نے اپنے کو صحیح سمجھا اور دوسرے کو نادرست مگر واسطے عزت و حرمت کے ان لفظوں کو صحیح و غلط تو نہ کہا۔ صرف اختلاف قرأت کہا حالانکہ ایک روایت کا ماننے والا دوسرے پر رد و قدح کرتا ہے *

اسکے سوائے ادن روایات کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیئے کہ جو اہل تشیع پیش کرتے ہیں۔ مراد میری اس مقام پر ادن روایات سے

نہیں ہی جو بروہ نحو و جمع و ترتیب قرآن میں کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بہت سی طویل و قصیر سورتین کی سورتیں عثمان نے بسبب عداوت اپنے نسخہ مین نہیں لکھیں بلکہ مدعا میرا اُن اختلاف سے ہی جو اس صحیفۂ عثمانی مین وہ لوگ رکھتے ہیں اور صاف صاف لکھتے ہیں کہ تغیر اور نقصان اس قرآن مین بھی واقع ہوا ہی جواب اہل سنت کے پاس ہی اور وہ تغیر اور نقصان چار قسم کا ہی۔

(حدیقہ سلطانی باب وقصل مذکور)

اول یہ کہ تبدیل ایک لفظ کا دوسرے لفظ سے جیسا کہ (کنتم خیر امۃ) لکھا ہی اور اصل میں (کنتم خیر ائمۃ) مگر بعد کو دشمنانِ اہل بیت نے بدل دیا ہی دوم یہہ کہ قرآن دونوں طرح نازل ہوا مگر بعضے شخصوں نے فاسد غرضوں کے باعث ایک کو منع کرکے دوسری قرأت میں منحصر رکھا ہی۔ سوم یہہ کہ آیت میں کچھ کمی کردی ہی جیسا کہ اصل میں یہہ تھا (یٰاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ فِیْ عَلِیٍّ) مگر دشمنوں نے علی کا لفظ ساقط کر دیا ہی۔ چہارم یہ کہ منجملہ سات حرفوں کے کہ قرآن اسپر نازل ہوا دونوں قسمیں تھیں مگر چونکہ زیادتی اونکے واسطے مضر تھی اسواسطے اوسکو موقوف کردی فقط +

الغرض ای بھائیو خلاصۂ کلام اس مقام پر یہہ ہی کہ اگر اُن سب اختلافات اعراب و حروف و کلمات اور تبدیل و تغیر اور کمی و بیشی الفاظ کو کوئی ملاحظہ کرے اور کہے کہ اب قرآن محرف ہی کہ ایک قاری کچھ پڑھتا ہی اور دوسرا کچھہ بتلاتا ہی اور بہت سے قاری تھے کہ جنکی روایتوں اور قرأتوں کا اب نام و نشان بھی نہیں

ملتا ہے اور بقول شیعوں کے مخالفوں نے قصداً و عمداً تبدیل اور کمی بیشی بھی کردی ہے تو اس حالت میں تحریف ہو گئی اور اس جہت سے اعتماد نہیں ہوتا ہے کہ یہ قرآن وہی ہے جو عثمان نے لکھا تھا بلکہ بالکل قابل اعتماد اور اعتقاد کے نہیں ہے بلکہ سب کا سب نامعتبر و نامعتمد ہے یا جیسی تعریف کہ حال علمائے محمدی نے تحریف کی بیان کی ہے چنانچہ سابق ازیں مذکور ہوئی کہ تحریف کہتے ہیں بات کے بدل ڈالنے کو لئے تو اوسکے بموجب قرآن محرّف ہے اور اب قابل اعتماد و اعتقاد نہیں ہے اسواسطے کہ اوسمیں تحریف معنوی بھی ہوئی ہے اور محققین اہل اسلام و امامان ملت و مجتہدان مذہب کی روایات سے بخوبی تمام ثابت ہے کہ اس قرآن میں بہت سے مقاموں پر بعض لفظ دوسرے لفظ سے بدل گیا ہے اور بعض الفاظ بڑھائے گئے ہیں اور بعضے اوڑائے گئے ہیں۔ تو کیا کوئی اس بات کو راست جانیگا اور قرآن کو محرّف اور نامعتبر و نامعتمد سمجھیگا۔ ہرگز نہیں +

بلکہ یہ ظاہر ہے کہ جس حالت میں اصل نسخہ عثمانی موجود نہ تھا کہ جس سے مقابلہ کرکے صحیح و غلط میں امتیاز کر لیتے اور یقیناً بتلا سکتے کہ یہ لفظ اصل میں لکھا گیا وغیرہ اور روایتوں اور قرائتوں اور نسخوں میں اختلاف صریح پایا گیا اس علمانے تحقیقات کی اور جیسا اونکو دریافت ہوا اور جہاں تک اونکی عقل میں آیا اور راست کو ناراست سے تمیز کر سکے کیا اور ایسا ہی بیان کیا ہے۔ اور اب جسقدر

قراتیں پائی جاتی ہیں اور جو جو اختلاف ہیں جزئیات اور خفیف باتوں میں ہیں
باقی تمام اصول ایمانیہ و ارکان اسلام و تعلیمات و اخبار وغیرہ جملہ مطالب و مقاصد
سب روایتوں اور قراتوں کے بموجب یکساں ہیں کچھہ اختلاف نہیں ہی۔
اس جہت سے قرآن محرف نہیں ہی اور نہ اُسکو کہہ سکتے ہیں کہ اب قابل اعتماد
و اعتقاد کے نہیں ہی۔ بلکہ جیسا نسخہ عثمان نے ترتیب و جمع کر کے لکھا تھا اب
موجود ہی۔ البتہ اگر قرآن کے نسخوں یا اوسکی روایتوں میں اور قراتوں میں ایسے
بھاری فرق ہوتے کہ اوسکے مطالب و مقاصد مذکورہ باہم کر مخالف و مباین
یا کم و بیش ہوتے تو ضرور تحریف ثابت ہوتی *

پس ایسا ہی حال کتاب مقدس کا بھی سمجھو کہ اگر علماے اہل اسلام کتب
تاویلات و تفاسیر آیات متشابہات فرقہاے متفرقہ مسیحی یا عقائد و اعمال و
اقوال بعض بدعتیوں کو دیکھکر یا ترجموں کے لفظی اختلاف کو معاینہ کرکے کہیں
کہ کتاب مقدس میں تحریف معنوی ہوئی۔ جیسا بعض صاحبوں نے بڑی
دھوم دھام ایسی باتوں میں مچائی کہ فلانا فرقہ ان ان آیتوں کے ظاہری معنی
لیتے ہیں اور یہ مدعا سمجھتے ہیں اور فلاں فلاں فرقے انکے معنی مرادی اور
باطنی بیان کرتے ہیں اور فلاں فلاں آیات کی تفسیر و تاویل میں یہودیان
اور عیسائیوں میں یا فلاں فلاں فرقہاے مسیحی میں اختلاف ہی یا فلانا
ترجمہ فلانے ترجمہ سے متفق نہیں ہی ایک نے یہ لفظ لکھا ہی اور دوسرا یہ لفظ

× خصوصاً مولوی رحمت اللہ [illegible]

لکھتا ہے یا فلانا دو لفظ درج کرتا ہے وغیرہ - یا پرانے زمانہ میں چند لوگ بدعتی ایسے تھے جو ایسا عقیدہ رکھتے تھے یا کلام خلافِ تعلیم کتاب مقدس کہتے تھے یا چند اشخاص ایسے بداعمال تھے وغیرہ - پس بھائیو کیا یہہ ہنسنے کی بات نہیں ہے؟ کیا یہ تعصب و نادانی نہیں ہے؟ بھلا ان باتوں سے کہیں تحریف ثابت ہوتی ہے - یا ان سے کتاب مقدس کے اصل نسخہ پر کچھہ نقص عائد ہوتا ہے یا ایسے امروں سے کتابِ موصوف نامعتبر و غیر معتمد ٹھہر سکتی ہے؟ مطلق نہیں و ہرگز نہیں +

بلکہ ملاحظہ فرمائیے کہ ان صاحبوں نے صرف اتنی ہی بات پر اکتفا نکیا بلکہ سیر دیکھیئے کہ دہریوں اور ملحدوں اور منکروں کے اقوال بھی درج کیئے کہ وہ فلان فلان مضامین اور مطالب کو ایسا سمجھتے اور فلاں فلاں آیات سے یہ معنی بتلا کر اسیطرح ٹھٹھا کرتے اور ایسے اباطیل کلمات کہتے ہیں کہ جُز کے جُز اسی باتوں میں بھر دیئے ہیں بھلا کوئی ان صاحبوں سے پوچھے کہ دہریوں ملحدوں بے ایمانوں کو کتاب مقدس سے کیا نسبت اور اونکے اقوال کا کتابِ موصوف کے ساتھہ کیا تعلق اور اگر وہ لوگ مطالب و تعلیماتِ کتاب پاک کو اچھا نہیں جانتے تو اس سے کیا غرض - اور اگر وہ اسکے مضامین کو پسند نہیں کرتے اور خدا کے کلام پر ہنستے ہیں تو اس سے تحریف کا کیا ثبوت؟ +

علیٰ ہذا القیاس اگر علماے موصوف نے حالاتِ تصحیح کتاب مقدس

و مقابلۂ نسخجات کثیر کتاب موصوف پڑھکر ظاہر کیا کہ بوقتِ مقابلۂ اعراب و نقاط
و حروف و الفاظ کا اختلاف پایا گیا تھا کہ بعض نسخہ میں یہ لفظ تھا اور اکثر میں یا بعض
میں یہ کلمہ وغیرہ یا کمی بیشی بھی بعض الفاظ کی بعض مقاموں پر پائی گئی - تو اس سے
بھی ثابت نہیں ہو سکتا ھی کہ کتاب مقدس میں تحریف واقع ہوئی ھی اور یہہ کہ وہ
قابل اعتماد و اعتقاد کے نہیں ہی جس حالت میں کہ تمام مطالب و مقاصد و اصول
ایمانیہ و ارکانِ دین و جملہ تعلیمات و ہدایات وغیرہ سب کے یکساں اور
موافق و مطابق ہمدگر ہیں +

بلکہ ای بھائیو آپ پر واضح ہووے اور بخوبی ظاہر کہ اگر ہم اون روایات
اور حالات سے قطع نظر کریں جو دربارۂ جمع و ترتیب قرآن وارد ہیں اور اہل تسنن
کی معتبر حدیثوں اور اہل تشیع کی مستند کتابوں سے ثابت و متحقق ہوتا ھی کہ کئی بہت
بڑی بڑی سورتین اور چند چھوٹی سورتیں اور بہت سی آیات عثمان کے نسخہ
میں درج نہیں ہوئیں خواہ لاعلمی سے یا عداوت اور دشمنی کے باعث وغیرہ +
بلکہ صرف اُسی نسخہ کو صحیح قرآن مان لیں - تاہم اتنا اطمینان نہیں ہوتا ھی کہ بالفعل
جو قرآن مروج ھی وہ اقرب الی الصحت اوس صحیفہ عثمانی سے ھی جسقدر کہ نسخہ
کتاب مقدس موجودہ حال کی نسبت اطمینان ہوتا ہی اصل مصنفین کے نسخہ کی سنا
قرآن موجودہ حال کی صحت صحیفہ عثمانی کے ساتھ مطلق ایسی نہیں جیسی
کتاب مقدس موجودہ حال کی صحت اصل نسخہ مؤلفین سے ھی +

کیونکہ اوّل تو یہ کہ کتاب مقدّس کا اول حصہ یعنی عہد عتیق گیارہ سو برس متواتر انبیاے بنی اسرائیل کے ہاتھہ میں معصوُں و محفوظ رہا من بعد پندرہویں صدی میں خداوند یسوع مسیح نے اوسکی شہادت دی اور تصدیق کی اور اُسپر بار بار حوالہ دیا۔ پھر سو برس تک زمانہ حوارُیین کا رہا جو رسولِ خدا تھے اُنھوں نے بھی تصدیق اوسکی کی اور اسیطور عہد جدید بھی سو برس کے قریب خود حواریوں کے ہاتھہ میں رہا اور اُن کے وقت میں بھی جاری و ساری ہوا اور اُنکے بعد بھی اون کے شاگردوں اور دینداروں میں مستعمل رہا اور کوئی اختلاف اوائل تین صدی تک مسموع نہیں ہوا ❖

مگر جب صحیفۂ عثمانی مرتب ہو چکا خود صحابیوں ہی میں اختلاف شروع ہوا اور جدا جدا طور پر پڑھتے تھے بلکہ اسقدر بالفعل اختلاف نہیں جتنے اوسوقت تھے ـــ پھر تابعینوں کا حال بھی ویسا ہی تھا کہ جو جسکا مقلّد اور مطیع تھا اوس طرح پڑھتا تھا۔ پھر بعد گذر جانے زمانۂ تابعین کے جو حال اختلاف ہے وہ اوپر گذر چکا

دوم یہ کہ کتاب مقدس کے نسخون کا مقابلہ مدتِ مدید کے بعد بھی جب کیا گیا یعنی جبکہ سترہ سو برس عہد عتیق کے مروّج اور ملک بملک اور شہر بشہر جاری ہوئی گذرے تھے اور عہد عتیق کو تو بہت ہی زمانہ ہو چکا تھا یعنی کہ توریت کو قریب سوا تین ہزار برس کے ہو چکے تھے مگر باوجود اسقدر درازی مدت اور کثرتِ نقول کے جب قدیمی اور حال کے نسخجات قریب اور بعید سے جمع کر کے

مقابلہ کیا تاہم اتنے کم اور ناگزاں اختلاف اعراب ونقاط وحروف و الفاظ دیکھے گئے

مگر قرآن کا تعارض روایات اور اختلاف مذکورہ بالا دوسوہی برس کے عرصے میں

اس کثرت سے ہوگیا کہ جنمیں سے اب صرف سات قرأتین موجود ہیں انھیں میں اسقدر

اختلافات دیکھے جاتے ہیں پس جب مشتے نمونہ از خروارے کا یہ حال ہی تو کل کا حال

قابل خیال کرنے کے ہی کہ کتنا ہوگا ٭

سوم کتابِ مقدس کے نسخوں کے اختلاف ایسے ناگزاں اور غیر مضر ہیں کہ

اگر تمام الفاظ وغیرہ مختلف فیہ کو ترک کردو تو کوئی مضمون یا مطلب یا تعلیم و نصیحت

یا امر و نہی وغیرہ کم نہیں ہوتے ہیں اور اگر سب کو رہنے دو تو ان امورات

میں سے کچھ بیشی نہیں ہوتی ہی ٭

مگر قرآن کی یہی سات قرأتین ایسی مختلف ہیں جنکے باعث اخبار و احکام

میں بھی فرق پڑتا ہی کہ اگر ایک راست اور واجب الاتباع ہی تو دوسرا ناراست

اور واجب الترک ھی ٭

چنانچہ وضو میں پانوں کا دہونا یا مسح کرنا وغیرہ ٭

چہارم یہہ کہ کتابِ مقدس کے مصححین نے ہزاروں نسخہ لکھے ہوئے زمانۂ

قدیم اور حال کے اطراف و جوانبِ قریب و بعید سے فراہم کرکے مقابلہ کیا اور

بخوبی تمام محنتِ شاقہ اپنے اوپر گوارا کرکے خاطر خواہ اطمینان بخش تصحیح کی

کہ وہ اختلاف اکثر قریب کل کے رفع بھی ہوگئے اور صحتِ قرار واقعی ہوگئی صرف

چند معدود مقام مشتبہ رہگئے اور وہ بھی ایسے ہیں کہ اونکے باعث نہ کوئی تعلیم نہ
حکم نہ نصیحت کم ہوتی ہے نہ زیادہ ہوتی ہے نہ تغیر نہ تبدیل ہوتی ہے +

مگر قرآن کی روایات اور اختلافات صرف زبانی تھے جو وقت وقت اور جگہہ جگہہ
کے لوگوں میں پھیل پڑے ہیں جسنے تحقیقات کی اونسے زبانی باتوں سے کی اپنے
وقت کی جاری اور زبانی باتوں میں سے اور خاص اپنی جگہہ یا دو چار مقاموں
پر چل پھر کر۔ اور آخر کو صحیح نہ معلوم ہوا کہ کونسی بات صحیح ہے اور کونسی غلط +

پنجم کہ کتاب مقدس کے مصححین نے مدۃ العمر کمال محنت و عرق ریزی
کر کے نسخہ جات کثیرہ مذکورہ مقابلہ کیا اور اختلافات کے چھانٹنے میں یہانتک
احتیاط کی کہ اعراب و نقاط کی بھی اگر کسی میں غلطی پائی تو اوسکو بھی بقید تحریر لکھدی
تاکہ ہر شخص جو اوسکو دیکھے اوس مقابلہ اور تصحیح کو دیکھ سکے اور سب اختلافوں
کو جو نہایت خفیف اعراب تک کے تھے شمار کیا اور بتلا دیا اور نتیجہ جو اوس
مقابلہ اور تصحیح کا تھا من و عن لکھدیا +

مگر قرآن کے قاریوں نے جو روایتیں پائیں اور جو اختلاف دریافت
کیئے اور انمیں سے جو معتبر پائے اور جو غیر معتبر اور خلاف جدا جدا نہ بیان کیئے
اور نہ ظاہر کیئے کہ کتنی جھوٹی روائتیں اور قرائتیں تھیں اور کسی باعث سے انکا
کذب معلوم ہوا اور کون سی صحیح روایت یا قرأت ہے اور کس وجہ سے دریافت
ہوا۔ بلکہ یہانتک کہ صحیح روایتوں کو بھی قلمبند نہ کیا صرف زبانی بعض قاریونکو

درست جانکر پڑھا اور تعلیم دیا اور پھر کئی بار ایسا ہی ہوا اور جب ایک عہد گذرا
دوسرے میں اختلاف ہوتا رہا اور نزاع رفع نہوا۔ اسی طور حال بار بار ہوتا رہا کہ
آخرکو یہ نوبت پونہچی کہ جھوٹ اور سچ مخلوط اور ہم شکل ہوجاوے۔ تب کتابیں
لکھی گئیں ÷

پس اس حالت میں نہ یہ معلوم ہوسکتا ہے نہ اطمینان حاصل ہوسکتا ہے کہ
پہلے جو اُن ہیں شخصوں نے دریافت کیا تھا فلان فلان وجہ سے درست
تھا اور اون میں سے اون مشہور ساتوں کی تحقیقات اِن وجوہات سے زیادہ
صحیح تھی۔ اور پھر جب جھوٹ پھیل گیا تھا اوس وقت میں جو علما نے حق و باطل
جدا کیا اِن دلائل سے قابل اطمینان ہے۔ اس سے درگذر یہہ بھی معلوم نہیں
کہ انھوں نے کیا کیا دریافت کیا تھا اور کسکو کون درست جانتا تھا۔ اب تو صرف
وہی ہے جو اون ساتوں کی طرف منسوب ہے اور بس ÷

پس اے عزیز جب حالت میں کہ اہلِ اسلام قرآن کو باوجود ان سب امور
قادح مذکورۂ بالا کے اب درست او صحیح نسخۂ عثمانی یقین کرتے ہیں اور فی الواقع
باعتبار جامعیت اور کُل کے محرف نہیں اور غیر معتبر و غیر معتمد نہیں کہہ سکتے
جیسا کہ اوپر ذکر ہوا۔ تو پھر کتابِ مقدس کی صحت اور اصلیت میں باوجود
امور معتبر و مستند مسطور کے بطریقِ اولیٰ کتاب اصلی و معتبر و معتمد ماننا اور جاننا
واجب ہے ÷

بخوبی معلوم ہوتا ہی کہ علماے محمدی موصوف نے صرف تعصب کی راہ سے تحریف کی ایسی غلط معنی بتلائے اور ان جزئی اور چھوٹے تغیر یا تبدیل اعراب و نقاط و حروف و الفاظ کو دکھا کر کتاب کو غیر معتبر و نا معتمد ظاہر کیا ٭

حالانکہ اس سے بدرجہا بڑھکر قرآن میں تبدیل و تغیر و کمی و بیشی مذکور بکثرت موجود کہ جسے وہاں جا کر اختلاف قرأت کہتے ہیں یعنی پڑھنے کا اختلاف اس جگہہ ہرگز لفظ تحریف نہیں فرماتے ہیں اور اس اختلاف کے باعث قرآن کو غیر معتبر و نا قابل اعتماد نہیں ٹھہراتے ہیں بلکہ اسکو اختلاف قرأت کہتے ہیں اور قرآن کو یہانتک صحیح اور اصلی جانتے ہیں کہ اوسکی صحت اور اصلیت کو بھی باوجود ان اختلاف کثیرہ کے معجزہ بیان کرتے ہیں ٭

ہر چند طول ہوتا ہی مگر برائے تمثیل ایک ذکر اور بھی قابل غور ہی۔ کہ اہل تسنن بعد قرآن کے بخاری کو اصح الکتاب یعنی سب سے صحیح جانتے ہیں اور اوسپر عمل کرنا واجب جانتے ہیں کہ اجماع امت اوسپر ہی ٭

مگر ملاحظہ فرمائیے کہ میں اسکی تصدیق نہیں کرتا ہوں کہ جو بخاری نے حدیثیں جمع کیں وہ سب صحیح ہیں یا نہیں۔ مگر صرف یہہ ظاہر کرتا ہوں کہ کتاب جو بخاری نے لکھی اہل تسنن سب کے سب اوسکو بعد قرآن صحیح تر جانتے اور مانتے ہیں جابجا اسکا درس ہوتا اور تعلیم ہوتی ہی۔ ایک شخص بھی نہیں کہ اس کتاب کو محرف یا غیر معتبر کہتا ہو بلکہ نہایت صحیح اور مستند جانتے ہیں اور جابجا اسناد اوسکی رکھتے ہیں۔ اور متواتر مانتے

ہیں۔ پس اوسی کا حال دریافت فرمائیے کہ مولوی احمد علی صاحب نے اِسکو
دہلی میں سنہ ۱۲۶۴ ہجری میں چھپوایا اور بنظرِ تصحیح قریب بیس نسخوں یا شرحوں کے مقابلہ کر کے
چھپایا ہی۔ مگر آپ صاحب دیکھیں کہ باوجودیکہ انھوں نے مقابلہ نسخجات مذکور میں
اعراب و نقاط و حروف کی غلطیاں جو کثیر الوقوع ہیں کہ کاتب زیادہ تر ان باتوں
میں سہو و نسیان کرتے ہیں خیال نہیں کیا ہی اور نہ اُنکا ذکر کیا ہی بلکہ ایک نسخہ کو متن میں
درج کیا ہی اور باقی نسخوں کے الفاظ اور جملوں مختلف کو حاشیہ پر ظاہر کیا ہی۔
پس آپ بخوبی ملاحظہ کریں کہ کسقدر الفاظ بلکہ جملہ کے جملہ اور عبارتوں میں اختلاف
ہی اور کتنے لفظ اور کتنے جملہ بجاے لفظ اور جملوں کے بدلے گئے اور بڑھائے گئے
ہیں کہ جنکے باعث بہت سی تعلیم و نصیحت و احکاماتِ کثیر میں بھی فرق پڑجاتا ہی
قریب سترہ ہزار غلطی کے ہی اور تقدیم و تاخیر تو اسقدر ہی کہ صفحے کے صفحے علی ہذا القیاس
خلافِ احادیث و عبارات بلکہ ابواب تک کی نوبت ہی جو چاہے اس نسخے کو قلمی نسخے
سے ملاکر دیکھلے کہ کسقدر فرق ہی ٭

پس اگر اعراب و نقاط و حروف کو بھی شمار کیا جاتا تو کتنی غلطی گنی جاتیں اور
پھر اگر بجاے اسقدر قلیل نسخوں کے پرانے اور نئے قریب اور دور ملکوں سے
ہزار بارہ سو جلد فراہم کر کے مقابلہ کیا جاتا تو فرمائیے سترہ لاکھ غلطی سے کم ہوتیں یا نہ
پھر کتاب ابوداؤد کی بہت معتبری ہی یہانتک کہا گیا ہی کہ علمِ دین کی کوئی کتاب
اسکی مثل نہیں ہی اور کافۃ الناس اور طبقاتِ فقہا نے اسکو قبول کیا ہی وغیرہ

اور اہل تسنن اسکو بھی بہت صحیح اور واجب العمل جانتے ہیں - اسکی روایت کئی شخص کرتے ہیں یعنی ابوبکر اور ابوسعید اور ابوعلی اور ابوعیسی - مگر جو کتاب مذکور کہ بروایت ابوسعید ہی اسمیں سے کتاب الفتن والملاحم ۲ صفحہ کلاں ساقط ہیں و قریب نصف کتاب اللباس ندارد ہی اور اسیطرح کتاب الوضوء و کتاب الصلوۃ و کتاب النکاح سے بھی کم ہی +

اور اسیطور باقی تین شخصوں نے جو کتاب لکھی اونکے نسخے بھی اگرچہ اسقدر ناقص نہیں مگر باہم مختلف و بیش و کم ہیں +

مگر علماے اہل اسلام اسکو بھی تحریف نہیں کہتے اور نہ ایسی کتاب کو محرف اور غیر معتبر ٹھہراتے ہیں - کمال افسوس ہی +

الغرض اے بھائیو - نہ اختلاف تاویلات و تفاسیر آیات سے نہ اختلاف الفاظ تراجم یا غلطی مترجموں سے تحریف کتاب مقدس کی ثابت ہوتی ہی نہ اختلاف عقاید و اباطیل بعض بدعتوں سے نہ ملحدوں و منکروں و بے ایمانوں کے اقوال منکر اور اعتراضات سے کتاب موصوف محرف ہوسکتی ہی اور نہ اختلاف اعراب و نقاط و حروف و الفاظ نسخجات کثیر کے مقابلہ سے کتاب موصوف کی اصلیت اور معتبری اور صحت میں فرق پڑتا ہی اور غیر معتمد ہوسکتی ہی +

البتہ اگر کوئی صاحب ثابت کریں کہ جماعت عامہ مسیحیوں میں یہ کل کتاب مروج نہ تھی یا بعض صحیفے اسکے موجود نہ تھے یا اسمیں کچھ اور ہی مضمون اور مطلب اور

اصولِ ایمانیہ یا ارکان دین یا تعلیمات و ہدایات وغیرہ تھیں اوسوقت اسکی تحریف
تیقن ہوسکتی ہے۔ اور قرآن کی مخالفت کا سبب جب دریافت ہوسکتا ہے کہ معلوم
ہو کہ سابق ازیں جو کتاب مقدس مسیحیوں میں مروج تھی اسمیں تثلیث کی تعلیم
نہ تھی یا الوہیت و ابنیت خداوند مسیح کا ذکر نہ تھا۔ یا گنہگاروں کی نجات بایمان
خداوند مسیح منحصر نہ تبلائی تھی۔ یا اخلاقی و رسمی شریعت کا ذکر اوس طور نہ تھا جیسا
اب ہے۔ وغیرہ *

مگر چونکہ علماے اہلِ اسلام ان میں سے ایک بات کا ثبوت بھی نہیں دیتے اور
ایک امر کی دلائل بھی پیش نہیں کرتے بلکہ بعض خفیف اور نہایت چھوٹی باتیں
پیش کرتے ہیں جنکا ذکر اوپر گذرا جنکی بجنسہ و بعینہ بلکا اُنسے بدرجہا بڑھکر قرآن میں
روا رکھتے ہیں اور مضرِ صحت اور قادحِ اصلیت نہیں جانتے صرف اسقدر
ہے کہ جس امر کو قرآن میں مانتے اوسکو اختلاف قرأت کہتے ہیں اور اوسکو
رحمت الٰہی تصور کرتے تَوَسُّعَۃً عَلَی الْعِبَادِ اور اسی امر کو بلکہ اس سے
بھی خفیف کو کتاب مقدس کی نسبت تحریف بتلاتے اور اوسے غیر معتمد اور
نامعتبر و ناقابلِ اعتقاد ظاہر کرتے ہیں۔ پس یہ محض لفظی بحث و تکرار ہوئی اور
جدا جدا نام ٹھہرا لینے کا فرق ہوا اور ماہیت دونوں کی ایک *

تو اس حالت میں کیا محلِ تحقیقات اور کیا حاجت زیادہ قیل و قال کی کہ
جب اپنا دعویٰ ہی بدل گیا اور تحریف کے معنی ہی متغیر کر دیے تو ثبوت اسکا کیا

* اتقان نوع ۱۶ صفحہ ۱۴۲

ہوگا اگر اس موضوع معنی کی تحریف ظاہر کی تو اس سے اصل مدعا یعنی کہ نامعتبری وغیر معتمدی کتاب مقدس کی یا وجہ مخالفت قرآن یا کتاب مقدس کیونکر ثابت ہو سکتی ہی *

مگر تاہم احقر بپاس خاطر احباب کے بقدر ضرورت عرض کرتا ہی تا کہ آپ صاحبون پر بالتفصیل ظاہر ہوجاوے کہ ہرگز کتاب مقدس کی نامعتبری نہیں اور کسی طور شک بھی نہیں ہوتا ہی کہ وہ قابل اعتقاد کے نہیں اور کسی وجہ اور تاویل بعید سے بھی قرآن وحدیث من جانب اللہ متصور نہیں ہو سکتے ہیں درحالیکہ وہ خود اُسکی تصدیق کرتے اور خود ہی اوسکے مخالف اور منافی ہیں *

پس واضح ہو کہ کوئی دعوی بلا دلیل و ثبوت مسموع نہیں ہو سکتا ہی اور محض دعوی کرنے ہی سے ثبوت نہیں ہو جاتا ہی ۔ تحکم اور زبردستی سے کہنا کہ یہ بات یوں ہی ہی اور بات ہی اور اسکا ثابت کرنا اور بات ہی *

لہذا اگر اہل اسلام دعوی تحریف کتاب مقدس پیش کرتے ہیں اور یہی باعث مخالفت مطالب قرآن کا کتاب موصوف کے ساتھہ تبلاتے ہیں تو نہایت ضرور ہی کہ امورات تنقیح طلب مفصلۂ ذیل کا ثبوت کامل دیں *

اول یہ کہ کتاب مقدس کب محرف ہوئی آیا محمد صاحب سے پہلے ہی ہو چکی تھی یا اوس وقت یا اوسکے بعد *

دوم یہہ کہ کن لوگوں نے تحریف کر دی *

سوئم یہہ کہ کس غرض اور مطلب سے تحریف کی +

چہارم یہہ کہ تمام نسخجات کتاب مقدس کے باوجودیکہ اطرافِ جہاں و اکنافِ عالم میں ملک بملک مختلف فرقوں اور متفرق زمانون میں ہیشہ لوگوں کے پاس موجود اور جاری و مشہور و معروف تھی پھر کیونکر بدل گئی اور اون میں تحریف واقع ہوگئی +

پنجم یہہ کہ کون کون سے مضمون اور مطالب کتاب موصوف کے بدلے گئے +

پس اس تحقیقات کے واسطے نہایت مناسب ہے بلکہ ہر مسلمان پر فرض ہے کہ اول قرآن و حدیث ہی کو مطالعہ کرکے جستجو و تلاش کرے کہ وہ دونوں کیا گواہی دیتے ہیں +

پس ای بھائیو اس باب میں چھہ امر قابلِ عرض ہیں سو ذیل میں درج ہوتے ہیں کہ آپ بغور ملاحظہ فرماویں اور بخوبی آپ کو معلوم ہو کہ حتی الوسع ہر امر میں بلا رو رعایت حق الامر مذکور ہوتا ہے۔ پہلا امر یہ کہ حاجت بیان نہیں ہے کہ قرآن میں کتاب مقدس تمام و کمال کی اور پھر پھر جدا جدا اوس کے بعض صحیفوں کی تصدیق کامل کی ہے کہ وہ کلام اللہ اور الہامی ہے۔ چنانچہ بیسیوں جگہہ قرآن کی تعریف میں بیان ہوا ہے کہ وہ (مصدقا لما بین یدیہ) یعنی قرآن سچا بتانے والا اور تصدیق کنندہ کتاب مقدس کا ہے جو اوس سے پہلے نازل ہوئی۔ پھر محمد صاحب کی تعریف میں مذکور ہوا

قرآن میں بعض کلام اللہ کی تصدیق و تصریح اور اور الہامی کے مصداق ہونے کے (?) 

آل عمران

اور اونکی بڑی علامت نبوت کی یہہ بیان کی ہے کہ (ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ) یعنی پھر تمہارے پاس ایسا رسول یعنی محمد آیا جو ای اہل کتاب تمہارے پاس والی کتاب کی تصدیق کرتا ہے۔ پھر کتاب مقدس کو یہ لقب دیئے ہیں۔ (كِتَابُ اللَّهِ) یعنی خدا کی کتاب (الْفُرْقَانَ) یعنی حق و باطل کی جدا کرنے والی*

اور جس جگہ اسکا ذکر قرآن میں آیا ہے نہایت تعظیم و توقیر کے ساتھ آیا ہے چنانچہ توریت کے باب میں ہے کہ وہ (إِمَامًا وَرَحْمَةً) یعنی پیشوا اور رحمت الٰہی ہے (الْكِتَابِ الْمُنِيرِ) یعنی کتاب روشن*

پھر انبیاے کرام کی تعریف میں ہے کہ وہ معجزات باہرات کے ساتھ آئے تھے (وَبِالْكِتَابِ الْمُنِيرِ) یعنی اور ساتھ کتاب منور کنندہ کے*

پھر کتاب مقدس کی تعریف کی ہے کہ وہ (هُدًى وَذِكْرَى لِأُولِي الْأَلْبَابِ) یعنی وہ رہنمائی ہے اور یاد دہندہ صاحبان عقل کو۔ اور وہ (نُورًا وَهُدًى لِلنَّاسِ) یعنی وہ نور اور وہ ہدایت ہے انسانوں کے واسطے تَمَامًا عَلَى الَّذِي أَحْسَنَ وَتَفْصِيلًا لِكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً لَعَلَّهُمْ بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُونَ*

یعنی وہ کتاب کامل اور پوری ہے اوس بات میں جو سب سے عمدہ اور افضل ہے اور اوس میں ہر چیز کی تفصیل ہے اور اوسمیں ہدایت الٰہی اور رحمت خدا ہے تاکہ لوگ اپنے پروردگار کے ملاقی ہونے پر ایمان لاویں۔ اور وہ (بَصَائِرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَرَحْمَةً لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ) یعنی وہ کتاب آدمیوں کے لیئے بصیرت ہے

اور ہدایت اور رحمت کہ شاید لوگ نصیحت مان لیویں ❊

پھر کہا ہے کہ (وَأَنْزَلَ التَّوْرَاةَ وَالْإِنْجِيلَ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِلنَّاسِ وَأَنْزَلَ الْفُرْقَانَ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ) یعنے خدائے تعالی نے توریت اور انجیل کو پہلے نازل کیا آدمیوں کی ہدایت کے واسطے اور قرآن اوتارا تحقیق جو لوگ خدا کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں اونکے واسطے سخت عذاب ہے

پھر خاص انجیل کے باب میں لکھا ہے کہ (وَآتَيْنَاهُ الْإِنْجِيلَ فِيهِ هُدًى وَنُورٌ وَمُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمَوْعِظَةً لِلْمُتَّقِينَ) ❊ یعنی اوسکو ہمنے انجیل بخشی جسمیں ہدایت اور نور ہے تصدیق کرتی ہوئی اپنی پہلی کی کتاب توریت کی اور جو ہدایت اور وعظ ہے متقیوں کے واسطے ❊

الغرض تمام قرآن میں جابجا کتاب مقدس کی تعریف و توصیف بکثرت و شدت تمام بیان کی ہے اور صاف صاف شہادت دی اور تصدیق کی ہے کہ وہ کلام الہی ہے اور اوسکو ہدایت خلائق اور تعلیم راہ خدا اور دین کی بابت سب سے عمدہ اور افضل اور احسن امروں میں اکمل و اتم و مفصل و مشرح بتلایا ہے ❊

پس اس سے زیادہ اور کونسی تعریف و توصیف ہے جو کیجاوے ❊

دوسرا امر یہہ ہے کہ قرآن تمام و کمال کتاب مقدس کا اتباع اور اوسکے جملہ احکام کی تعمیل بدل کرنا تمام اہل کتاب یعنی یہود و نصاری پر فرض بتلاتا ہے نہایت تاکید و تہدید و تشدید کے ساتھ اور محمدیوں پر اوس سب پر ایمان لانا فرض

قرآن عمران ۱ر
× مائدہ ۲ر

تکمیل اوسکی ساری کتاب
اور ایمان لانا اہل کتاب پر
اور عمل کرنا
فرض ہے وغیرہ

کرتا ہے اور اونکے دین و ایمان کا جزء لازمی حتمی مقرر کرتا ہے کہ جو اوسکا منکر ہے وہ بے ایمان اور خدا کے عذاب ابدی کا مستحق اور سزاوار ہے چنانچہ سورۂ مومن میں ہے (اَلَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِالْکِتٰبِ وَبِمَآ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ اِذِ الْاَغْلٰلُ فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ یُسْحَبُوْنَ فِی الْحَمِیْمِ ثُمَّ فِی النَّارِ یُسْجَرُوْنَ) یعنی جنھوں نے جھٹلایا اِس کتاب کو اور اوسکو جو ہمنے بھیجی اپنے رسولوں کے ساتھ سو آخر جان لینگے جب اونکی گردنوں میں طوق ہونگے اور زنجیریں جنسے کھینچے جاوینگے دوزخ میں پھر جلائے جاوینگے آگ میں +

یہ خوفناک سزا نہ صرف قرآن کے منکروں کے واسطے تبلائی بلکہ اونکے واسطے بھی جو اون پاک صحیفوں کو جھٹلاویں جو اگلے رسولوں کے ساتھ عطا ہوئے +

پھر سورۂ اعراف میں ہے (وَالَّذِیْنَ یُمَسِّکُوْنَ بِالْکِتٰبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ اِنَّا لَا نُضِیْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِیْنَ) یعنی اور جو لوگ پکڑے ہوئے ہیں کتاب مقدس کو اور قائم رکھتے ہیں نماز ہم نیکی کرنے والوں کا اجر برباد نہ کرینگے +

پھر سورۂ نساء میں ہے (یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْکِتٰبِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰی رَسُوْلِهٖ وَالْکِتٰبِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ وَمَنْ یَّکْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِکَتِهٖ وَکُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِیْدًا) یعنی اے ایمان والو ایمان لاؤ خدا پر اور اوسکے رسول پر اور اوس کتاب پر جو اوسنے نازل کی اپنے رسول پر (یعنی قرآن پر) اور اوس کتاب پر جو اوسنے

* مومن ۷۱ و ۷۲
* اعراف ۱۶۹
* نساء ۱۳۶

اوتاری پہلے (یعنی کتاب مقدس پر) اور جو کوئی منکر ہوا خدا سے اور اوسکے فرشتوں سے اور اوسکی کتابوں سے اور اوسکے رسولوں سے اور روز آخرت سے پس بتحقیق وہ دور کی گمراہی میں پڑا +

اس آیت میں خاص الخاص مسلمانوں کو حکم ناطق ہے کہ نہ صرف قرآن پر ایمان لاؤ بلکہ کتاب مقدس پر بھی ایمان لاؤ چنانچہ بیضاوی میں لکھا ہے:- دُوموا علیہ وامنوا بقلوبکم کما امنتم بلسانکم وامنوا ایمانا عاما بجمیع الکتب والرسل فان الایمان بالبعض کلا ایمان) یعنی دا وست کرو اسپر اور ایمان لاؤ اپنے دلوں سے جیسا تم ایمان لائے زبان سے اور ایمان لاؤ عام کہ عام ہو کتابوں اور رسولوں کو اسواسطے کہ بعض پر ایمان لانا ایسا ہی جیسا کہ ایمان ہی نہیں تفسیر مظہری میں ہے (فان الایمان بکل واحد منہما ملازم للآخر فالکفر بواحد منہما بعید من اللہ وضل سواء السبیل) یعنی اسواسطے کہ ایمان ہر ایک ان میں سے ملازم دوسرے کا ہے لہذا ان میں سے ایک کا بھی منکر ہونا خدا سے دور ہونا اور سیدھی راہ سے گمراہی ہے۔ اسیطور دوسری تفسیروں میں بھی ہے +

پس مسلمانوں کو اسکا لحاظ واجب ہے کہ اس باب میں کیا حکم اونکو ملا ہے بعض مفسرین نے یہہ بھی لکھا ہے کہ اسکا خطاب اہل کتاب اور منافقین کی طرف ہے مگر مفسر مظہری وغیرہ نے اون اقوال کو لکھکر تحریر کیا ہے کہ وہ سب اقوال واہیات ہیں ضرور بلاشبہہ یہہ خطاب مسلمانوں کے حق میں ہے۔ ہر حال اس آیت میں

صاف صاف مذکور ہی کہ کتاب مقدّس تمام وکمال پر ایمان لانا فرض ہی ایک صحیفہ کا

بھی انکار کرنا بے ایمانی ہی +

پھر جو شخص بعض کتاب کو مانے اور بعض کو نہ مانے اوسکو نہایت شدید سزا کا

حکم دیا ہی چنانچہ سورہ بقر میں ہی + اَفَتُؤمِنُونَ بِبَعضِ الکِتَابِ

وَتَکفُرُونَ بِبَعضٍ فَمَا جَزَاءُ مَن یَّفعَلُ ذَالِکَ

مِنکُم اِلَّا خِزیٌ فِی الحَیٰوۃِ الدُّنیَا وَیَومَ القِیَامَۃِ یُرَدُّونَ اِلیٰ اَشَدِّ العَذَابِ

یعنی کیا تم کتاب کے ایک حصہ پر ایمان لاتے ہو اور دوسرے حصے کا انکار کرتے ہو کیا سزا ہی

اُسکی جو ایسا تم میں سے کرے۔ مگر یہ کہ دنیا میں رسوائی اور قیامت کے روز سخت عذاب میں مبتلا ہو نگے

اسی طور مسلمانوں کو کتاب مقدّس تمام وکمال پر ایمان لانے پر تاکید

جابجا کی ہی اور جو اوس پر ایمان لاویں اونکے واسطے بڑی جزا کا وعدہ دیا ہی اور جو

ایک حصہ کو بھی نہ مانیں اونکے واسطے بھاری سزا کی خبر دی ہی +

پھر محمد صاحب کو خود حکم ہی۔ سورہ شوری (قُل اٰمَنتُ بِمَا اَنزَلَ اللّٰہُ مِن

کِتَابٍ +) یعنی تو کہہ (اے محمد) کہ میں ایمان لایا اوسپر جو خدا نے کتاب

نازل کی ہی +

پھر محمد صاحب کو حکم ہی کہ کتاب مقدس کی ہدایت کی پیروی کریں۔ سورہ انعام

(اُولٰٓئِکَ الَّذِینَ اٰتَینَاھُمُ الکِتَابَ وَالحُکمَ وَالنُّبُوَّۃَ فَاِن

یَّکفُر بِھَا ھٰٓؤُلَآءِ فَقَد وَکَّلنَا بِھَا قَومًا لَّیسُوا بِھَا بِکَافِرِینَ

٭ شوریٰ ۱۴ / ۱۵

اُولٰئِکَ الَّذِیْنَ ھَدَی اللّٰہُ فَبِھُدٰھُمُ اقْتَدِہْ) یعنی یہہ وہ لوگ تھے جنکو ہمنے کتاب اور شریعت اور نبوّت دی - پھر اگر ان باتوں کو یہ لوگ نمانیں تو ہمنے اونپر مقرر کیئے ہیں وہ شخص جو اونسے منکر نہیں وے وہ لوگ ہیں جنکو خدانے ہدایت دی سوتو اونکی ہدایت کی پیروی کر +

پس ان آیات میں صاف صاف حکم ہی کہ خود محمد صاحب کو کتاب مقدّس پر ایمان لانا اور اوسکی ہدایت کی پیروی فرض ہی +

پھر یہود و نصاریٰ کو قرآن میں حکم دیا ہی کہ نہ صرف قرآن کو مانیں بلکہ توریت و انجیل کی تبعیت اور اوسکے احکام کی تعمیل کریں اور اس بات میں تاکید و تہدید کی ہی +

چنانچہ سورہ مائدہ میں ہی وَلَوْ اَنَّ اَھْلَ الْکِتَابِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَکَفَّرْنَا عَنْھُمْ سَیِّاٰتِھِمْ وَلَاَدْخَلْنٰھُمْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ وَلَوْ اَنَّھُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰۃَ وَالْاِنْجِیْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْھِمْ مِّنْ رَّبِّھِمْ لَاَکَلُوْا مِنْ فَوْقِھِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِھِمْ یعنی اگر اہل کتاب ایمان لاویں اور خدا سے ڈریں تو ہم اون کی برائیاں اوتاریں اور اونکو نعمت کے باغوں میں داخل کریں اور اگر وہ عمل کریں توریت اور انجیل پر اور جو نازل ہوا اونکو اونکے رب کی طرف سے تو کھاویں اپنے اوپر سے اور پانوں کے تلے سے - مفسرین نے اقاموا کے معنی لکھے ہیں اَقَامُوْا اَحْکَامَھُمَا وَحُدُوْدَھُمَا یعنی قایم کریں اونکی احکام اور حدود - اور بیضاوی میں ہی اَقَامُوا التَّوْرٰۃَ وَالْاِنْجِیْلَ بِاِذَاعَۃِ مَا فِیْھِمَا وَالْقِیَامِ بِاَحْکَامِھِمَا یعنی اقامت توریت و انجیل سے

مراد اشاعت اوسکی جو اوسمیں ہی اور قائم ہونا اونکے حکموں پر +

پھر اسی سورہ میں ہی قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَسْتُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ حَتَّىٰ تُقِيمُوا التَّوْرَاةَ وَالْإِنجِيلَ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ یعنی تو کہہ (ای محمد) کہ ای اہل کتاب تم کسی چیز پر قائم نہیں ہو جب تک عمل نہ کرو توریت اور انجیل پر اور اوسپر جو تمکو اترا تمھارے رب سے +

جملہ مفسرین تقیموا کے معنی تعملوا لکھتے ہیں یعنی عمل کرو +

پس یہ آیت صاف صاف حکم دیتی ہی کہ اہل کتاب نہ صرف قرآن کی تبعیت کریں بلکہ توریت اور انجیل کے حکموں پر بھی مستحکم ہوں + قطعی اور حتمی حکم دیتی ہی کہ یہود و نصاری کی سلامتی اس بات میں ہی کہ علاوہ قرآن کے کتاب مقدس کے احکامات و ہدایات کو ملحوظ رکھکر تعمیل کریں نہیں تو بالکل نکمے ہیں اور اونکا دین و ایمان بیکار ہی +

تیسرے عرض یہہ کہ ہر چند آیات مذکورہ بالا سے ظاہر ہوتا ہی کہ کتاب مقدس (جسکی نسبت قرآن جابجا حکم دیتا ہی کہ اوسپر تمام مسلمانوں کو ایمان لانا فرض ہی اور جو اوسکو جھٹلاویں اونکو سخت سزاے ابدی ہوگی اور اوسکے ایک حصہ پر ایمان لاویں بلکہ تمام و کمال کتاب پر۔ اور جسپر خود محمد صاحب کو ایمان لانا اور اوسکی ہدایت کی پیروی فرض ٹھہرائی اور جسکے احکامات اور ہدایات کی پیروی اور تعمیل بتاکید و تہدید تمام یہود و نصاری پر واجب بتلائی کہ اگر اوسکے مطابق عمل نہ کریں تو اونکا دین و ایمان لاطائل اور بیکار ہی) پس ضرور وہ کتاب اوسوقت مروج اور موجود بھی تھی ورنہ ایسے احکام نہوتے کہ غیر موجود اور غیر مروج شی کی نسبت ایسے حکم نہیں ہوسکتے ہیں

اور منسوخ ہو جاویں حکموں کے بعد ... [illegible]

لیکن اسکے سواے قرآن میں بہت جگہہ ایسے بیانات اور آیات صاف وصریح مذکور
ہیں جنسے بخوبی تمام معلوم ہوتا ہی کہ کتاب مقدس جسکے وہ القاب اور تعریفات مذکورہ بالا
قرآن بیان کرتا ہی اور جسکی وہ شہادت کامل دیتا اور بار بار اوسکی تصدیق کرتا ہی وہ کتاب
اوسوقت موجود ہی نہ تھی بلکہ اوسکے نسخجات بکثرت تمام ہر کہیں یہود و نصاریٰ کے
پاس موجود اور ان میں مروج اور جاری تھے - چنانچہ کتاب موصوف کی نسبت لکھا
(معہم) یعنی جو اون اہل کتاب کے ساتھہ ہی - اور (ما عندھم) جو اونکے پاس ہی
پھر لکھا ہی (فاسئل الذین یقرؤن الکتاب من قبلک) یعنی
اے محمد تو پوچھہ اون لوگوں سے جو پڑھتے ہیں کتاب مقدس جو تجھہ سے پہلے نازل ہوئی
پھر لکھا ہی (درسوا ما فیہ) یعنی اہل کتاب پڑھتے ہیں جو اسمیں ہی - پھر لکھا ہی
(یسمعون کلام اللہ) یعنی وہ کہ سنتے ہیں خدا کا کلام +
پھر مذکور ہی (وھم یتلون الکتاب) یعنی وہ پڑھا کرتے ہیں کتاب موصوف +
پھر مسطور ہی (وکیف یحکمونک وعندھم التوراۃ فیہا حکم اللہ)
یعنی اور کسطرح تجکو اے محمد اپنا حاکم بناوینگے حالانکہ اونکے پاس توریت ہی جسمیں
خدا کا حکم ہی وغیرہ +

غرض نہایت واضح ولائح ہی کہ کتاب مقدس محمد صاحب کے زمانہ میں جابجا
موجود اور رائج اور مشہور تھی کہ ہر کہیں بسہولت مل سکتی تھی اور سب اوسکو
جانتے پہچانتے تھے - جسپر حوالہ باسانی ہوتا تھا یہانتک کہ تصفیہ مقدمات اور

+ بقرہ ۳۸ و ۸۵ و ۹۵ وغیرہ
+ ال عمران ۸۱ وغیرہ
+ یونس ۹۴
+ اعراف ۱۶۸
+ بقرہ ۷۵
+ بقرہ ۱۰۱
+ مائدہ ۴۷

مسائل متنازعہ کا اوسپر مقرر رہا جیسا کہ آیندہ مذکور ہوگا ۔ اور پھر اسی سے اوسکی کمال شہرت اور عام ہونا بخوبی روشن ہی کہ اوسکا نام الکتاب ٹھہرایا گیا یعنی کتاب معلوم اور اس سے بھی کہ یہود و نصاریٰ کا نام بسبب کثرت کتاب موصوف کے اہل کتاب پڑ گیا یعنی کتاب والے ۔

پھر یہ بھی واضح ہو کہ محمد صاحب کے وقت اکیس سو برس تو حضرت موسیٰ کو گذرے تھے جنکی کتاب توریت اور اونکے پیچھے کے انبیاے کرام کے صحیفے یہودیوں میں جاری تھے اور چھہ سو برس سے مسیحی مذہب جاری تھا روم و شام و مصر و حبش و ایران و عرب و اطالیہ و ہسپانیہ وغیرہ ملکوں میں بکثرت تمام پس اوسکے مقلدوں کے پاس توریت و صحف انبیاے بنی اسرائیل کے سواے انجیل وغیرہ جملہ کتاب مقدس موجود تھی ۔

پس یہہ بھی معلوم ہو کہ کتاب مقدس نہ صرف مکہ و مدینہ میں اس کثرت و شہرت کے ساتھہ جابجا رائج و جاری و مشہور و معروف تھی بلکہ عربستان کے اطراف و جوانب کے تمام ملکوں اور شہروں اور دیہات میں بھی بڑی بہتایت سے تکہ دنیا کے کسی گوشہ یا تہخانہ میں نہ تہا کہ ذرہ بہی غلط فہمی کا اندیشہ ہو سکتا ہو۔ کہ جب توریت و انجیل وغیرہ صحف کتاب مقدس کا قرآن میں جابجا اس کثرت اور شہرت کے ساتھہ ذکر ہوا اور اوسکے اوپر حوالہ ہوا اور اوسکی تبعیت و تعمیل احکام کا یہود و نصاریٰ کو حکم ہو تو سواے اوس کتاب کے جسکو اوس وقت کے تمام یہود و نصاریٰ عموماً

مانتے ہوں اور کسی دوسری کتاب کا اشارہ یا کنایہ ہرگز کسی کے خیال میں نہیں آتا ہے بلکہ قرآن میں ایسی ہی کتاب کا ذکر ہے جو عموماً ہر کہیں مروج و مستعمل و مشہور و معروف تھی اور روزمرہ او سوقت کے برتاو میں تھی جسپر بآسانی و بسہولت تمام رجوع ہو سکتا اور حصر و حوالہ کرسکتے تھے +

خصوصاً یہہ بات اس امر سے زیادہ روشن ہو سکتی ہے کہ عرب کے جوانب و اطراف سے جوق جوق یہودی اور عیسائی عکاظ و مجنہ وذو المجاز وغیرہ میلوں میں سال بسال آتے اور اسکے سوا سے خود مکہ کے سوداگر ہر سال کئی مرتبہ شام و حبش وغیرہ اطراف و جوانب کو جایا کرتے تھے جہاں کہ مذہب مسیحی اچھی طرح سے جاری تھا اور یہودیوں کا مذہب بھی معلوم تھا +

پھر خود محمد صاحب دو مرتبہ ملک شام میں گئے اور وہاں کے بہت سے مسیحیوں سے ملاقات کی اور اونکے حالات سے واقف ہوئے +

پھر اسکے سوا سے سو مسلمان سے زیادہ نجاشی بادشاہ حبش کے دربار تک پہونچے جہاں کہ بادشاہ اور رعایا مسیحی تھی۔ اور بہت سے اسقوف اور علماے دین وہاں موجود تھے جنکے حال اور مذہب سے کماہی اطلاع مسلمانوں اور محمد صاحب کو حاصل ہوئی +

پھر اسکے سوا سے محمد صاحب نے نجاشی بادشاہ حبش اور رئیس بصریٰ اور قیصر روم وغیرہ مسیحی بادشاہوں سے مراسلت کی اور قیصر روم کو بلاشک اوسی

خطاب اہلِ کتاب سے ملقب کیا وغیرہ - جیسا کہ کتب سیر اور احادیث سے یہ سب حالات بخوبی تمام واضح ہوتے ہیں +

پس محمدؐ صاحب عرب اور اسکے سوے اطراف وجوانب کے یہود و نصاریٰ کے حالات اور مذہب سے واقف اور اُن سے ہر طرح کا تعارف اور شناسائی رکھتے تھے +

لہذا قرآن میں جہاں جہاں کتاب مقدس کا ذکر ہوا اور کہا گیا ہی عموماً کہ یہود و نصاریٰ پڑہتے ہیں اور وہ اُنکے پاس ہی اور اونکے ساتھ ہی اور اُسپر اونکو عمل کرنا فرض ہی اور مسلمانوں کو اُسپر ایمان لانا فرض ہی وغیرہ جیسا اوپر مذکور ہوا پس ضرور بالضرور وہی کتاب ہی اور اُسی کا ذکر ہی جو عربستان اور اُسکے اطراف وجوانب کے ملکوں اور شہروں میں عموماً جاری و رائج تھی اور ہر کہیں مشہور و معروف تھی +

چہارم یہ کہ کتابِ مقدس جسکا ذکر محمد صاحب کے ہمعصر اہلِ کتاب میں ملک بملک بکثرت تمام موجود و جاری و رائج و مشہور و معروف ہونا تصدیق ہوتا ہی بموجب شہادتِ قرآن و احادیث پس اُسی کتاب کی نسبت قرآن و حدیث سے پوری گواہی ملتی ہی کہ وہ اسوقت تک صحیح و سالم بحالتِ اصلی تھی بلکہ یہ دعویٰ کیا ہی کہ قرآن اوسکے واسطے محافظ اور پاسبان مقرر ہی کہ جو اوسکو بدل جانے اور متغیر ہونے سے محفوظ رکھتا ہی - جیسا کہ آیندہ مذکور ہوگا +

مسلم، بخاری، ترمذی، ابن ماجہ، ابو داؤد

قرآن وحدیث میں ایک جگہہ بھی نہیں ہی کہ جسمیں اونی اشارہ یا کنایہ بھی ہو جس سے کتاب موصوف کا محرف ہونے یا بدل جانیکا دعوی مترشح ہووے *

ہاں البتہ جب یہودیان و مسیحیانِ مدینہ نے محمد صاحب کو نبی نمانا اور بحث وگفتگو کرنے لگے اور اپنی وجوہات کی تائید وتاکید کے واسطے کتابِ مقدس کی آیات واخبار کو پیش کرنے لگے (جیساکہ قرآن وحدیث سے ظاہر ہی) تو اوسوقت محمد صاحب نے اونکو راست گو اور سچا نہ مانا بلکہ اونھین الزام دیا کہ وہ جان بوجھکر اپنی شرارت کے مارے کتابِ مقدس کے معنی اُلٹے لگاتے ہین یا یہ کہ اپنی غفلت اور نادانی سے اوسکا مدعا نہیں سمجھتے ہیں *

گر کیسے ہی اشد الزام قرآن کے اہل کتاب کی نسبت کیوں نہ دیکھو مگر اُنسے ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا ہی کہ گویا قرآن کا یہ دعوی ہی کہ کتابِ مقدس محرف ہوگئی اب بالفعل یا زمانۂ سابق سے محرف ہو چکی ہی یا بدل گئی یا یہ کہ اب وہ قابل اعتماد نہیں ہی۔ بلکہ خلاف اسکے حسبطور قرآن سے اوسکا کلام اللہ ہونا ثابت کیا گیا ہی اسی طور اوسکی اصلیت وکاملیت اور صحت کا اوس سے یقین پیدا ہوتا ہی *

آپ صاحب ملاحظہ فرمادیں کہ سب سے بڑے الزام جو یہودیانِ مدینہ کو قرآن میں دیے ہین جنکا تعلق کتاب موصوف سے ہی اسی قدر ہین جو ذیل میں مرقوم ہین *

قرآن میں ایک جگہہ بھی ایسی نہیں کہ کتابِ مقدس کو محرف کہیں بلکہ اوسکی اصلیت اور کاملیت اور صحت کا اوس سے یقین پیدا ہوتا ہی

(۱) سورۂ جمعہ (مثل الذین حملوا التورٰیۃ ثم لم یحملوھا کمثل الحمار یحمل اسفارا بئس مثل القوم الذین کذبوا بآیٰت اللہ واللہ لا یہدی القوم الظٰلمین) یعنی مثل اُن لوگوں کے جنپر لادی گئی توریت پھر نہ اُٹھایا اونھوں نے اسکو مانند اس گدہے کے ہے جسپر کتابیں لادی گئیں۔ بُری ہے مثل اُن لوگوں کی جنھوں نے خدا کی آیتوں کو جھٹلایا اور خدا ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا ہے۔

تفسیر مدارک وغیرہ میں مرقوم ہے کہ اس جگہہ یہودیوں کو گدہے کے ساتھ تشبیہ دی ہے کہ جس طرح وہ کتابوں سے لدا ہوا اور اوسکے مضامین سے ناواقف ہوتا ہے اسیطرح یہودی بھی باوجودیکہ توریت کو پڑھتے ہیں اور اوسکے مضامین کو حفظ کرتے ہیں مگر نہ اُسپر عمل کرتے ہیں اور نہ اوسکی آیات سے فائدہ حاصل کرتے ہیں +

الغرض خلاصہ الزام کا یہہ ہے کہ یہودیوں کے پاس کلام الٰہی اصلی تو موجود ہے مگر اپنی نادانی سے یا شرارت سے اوسکے معنی ٹھیک نہیں لگاتے ہیں یا عمل نہیں کرتے ہیں +

(۲) سورۂ مائدہ (یا اھل الکتاب قد جاءکم رسولنا یبین لکم کثیرا مما کنتم تخفون من الکتاب ویعفوا عن کثیر) یعنے اے کتاب والو تحقیق کہ ہمارا رسول تمھارے پاس آیا ہے بیان کرتا ہے تمکو جو تم کتاب مقدس میں سے چھپاتے تھے اور درگذر کرتا ہے بہت چیز +

اسمیں اِس بات کا الزام دیا ھی کہ بعض باتیں کتاب والے کتاب مقدس سے چھپاتے تھے جنکو محمد صاحب ظاہر کرتے آئے ہیں، اور بعضی باتوں سے درگذر بھی کرتے ہیں +

(۳) سورہ آل عمران وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَیِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا) یعنے اور جب خدا نے اقرار لیا اُن لوگوں سے جنکو کتاب دی گئی تھی کہ اوسکو بیان کریں بنی آدم سے اور نہ چھپاویں پس اونھوں نے پھینکا (اقرار) اپنی پیٹھ پیچھے اور بیچ دیا اوسے تھوڑے مول پر +

یعنے خدا نے بنی اسرائیل سے اقرار لیا تھا کہ جب نبی آخرالزماں پیدا ہوں تو اونکی شہادت بیان کریں مگر اُنھوں نے ایسا نہ کیا بلکہ اسکو تھوڑے مول پر یعنی دنیا کے بارے بیاں نہ کیا +

اسمیں یہودیوں کو یہ الزام دیا ہے کہ وہ اخبار نبی آخرالزماں کو ظاہر نہیں کرتے ہیں کتاب مقدس سے بلکہ دنیا کے لالچ سے اوسکو چھپاتے ہیں پس یہ یہودیوں پر الزام ہے نہ کتاب کا کوئی نقص ہے جیسے کہ اگر کوئی مسلمان جان بوجھکر دنیاوی غرض کے مارے کسی خاص معاملے یا مسئلہ کی متعلق آیت قرآن سے پیش نہ کرے بلکہ چھپاوے تو اِس باعث سے قرآن محرف نہیں ہو سکتا ہے +

(۴) سورہ مذکورہ (وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِیْقًا یَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ

لتحسبوہ من الکتاب وما ھو من الکتاب ویقولون ھو من عند اللہ وما ھو من عند اللہ ویقولون علی اللہ الکذب وھم یعلمون یعنی انمیں سے ایک فریق ہے کہ زبان مروڑ کر پڑھتے ہیں کتاب کو تاکہ تم جانو کہ وہ کتاب میں سے ہے حالانکہ وہ کتاب سے نہیں اور کہتے ہیں کہ یہ خدا کی طرف سے ہے حالانکہ وہ خدا کی طرف سے نہیں ہے اور خدا پر جھوٹ بولتے ہیں اور جانتے ہیں +

اسمیں مذکور ہے کہ بعض یہودیان مدینہ بعض عبارت کو زبان مروڑ کر ایسا پڑھتے ہیں کہ مسلمان لوگ دہوکا کھاکر اسکو سمجھیں کہ کتاب مقدس میں سے پڑھتے ہیں حالانکہ وہ عبارت کتاب موصوف کی نہیں ہے اور وہ لوگ اب ظاہر کرتے ہیں کہ یہ منجانب اللہ ہے حالانکہ وہ خدا کی طرف سے نہیں۔ پس اسکو بھی تحریف کتاب سے کچھ تعلق نہیں ہے جیسا کہ اگر کوئی مسلمان یا چند اشخاص عربی کو کتب فقہ وغیرہ سے تجوید و قرات مثل قرآن کے پڑھے (چنانچہ چند قصے اس قسم کے مذکور بھی ہیں) یا اُسکو پڑھ کر نادانوں پر ظاہر کرے کہ یہ عبارت آیت قرآن ہیں تو ایسا کرنے سے تحریف قرآن نہیں ہو سکتی ہے اور نہ قرآن غیر معتبر ٹھہر سکتا ہے۔ اور اگر کوئی ایسا الزام چند شخصوں کو دیوے کہ تم ایسا کرتے ہو تو اس سے ہرگز یہ نہیں سمجھ سکتے ہیں کہ اب قرآن محرف ہو گیا اور پایۂ اعتبار سے ساقط ہو گیا بلکہ اگر فی الواقع ان لوگوں نے ایسی شرارت اور بے ایمانی کی بات کی ہے تو انکا قصور ثابت ہوگا +

* آیت ۹۱

(۵) سورۂ انعام ۲ (قُلْ مَنْ أَنْزَلَ الْكِتَابَ الَّذِي جَاءَ بِهِ مُوسَى نُورًا
وَهُدًى لِلنَّاسِ تَجْعَلُونَهُ قَرَاطِيسَ تُبْدُونَهَا وَتُخْفُونَ كَثِيرًا)
یعنی تو کہہ (اے محمد) کہ کسنے نازل کی وہ کتاب جو موسی لایا اوسے اور ہدایت لوگونکے
واسطے تم اوسے کاغذ کے تختوں پر اتارتے ہو اور دکھاتے ہو اور بہت کو چھپاتے ہو
اسمیں اون یہودیوں کو اسبات کا الزام دیا ہے کہ وہ توریت کو جدا جدا کاغذ
کے تختوں پر دکھلاتے ہیں اور اکثر کو چھپاتے ہیں +

* آیت ۴۶

(۶) سورۂ نساء ۲ (مِنَ الَّذِينَ هَادُوا يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ وَيَقُولُونَ سَمِعْنَا
وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَرَاعِنَا لَيًّا بِأَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِي الدِّينِ وَلَوْ أَنَّهُمْ قَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا
وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ وَأَقْوَمَ) یعنی یہودیونمیں سے بعضے پھیرتے ہیں لفظ کو اوسکی جگہہ سے اور کہتے
ہیں سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا (ہمنے سنا اور عدولحکمی کی) اور وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ (سن اے بہرے
اور رَاعِنَا (ہمکو دیکھہ) مروڑکر اپنی زبان کو اور ملامت دیکر دین کو اور اگر وہ کہتے
سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا (ہمنے سنا اور مانا اور انظرنا ہمپر نظر کر) تو بہتر ہوتا اونکے واسطے
اور زیادہ درست +

اسمیں مذکور ہے کہ یہودی لوگ تحریف کلمات اور لَیِّ اَلسنہ کرتے ہیں اور
دونوں کے معنی بھی صاف بتلادیئے کہ بظاہر تو اطعنا (ہمنے مانا) کہتے ہیں ۔
اور ہونٹوں میں زبان مروڑکر عصینا (ہمنے عدولحکمی کی) کہتے ہیں ۔ اسیطرح ظاہر
راعنا (ہمکو دیکھہ) کہتے ہیں اور تحریف ولَیِّ لسان کرکے راعینا (ہمارے چرواہے

کہتے ہیں۔ الغرض ایسے الفاظ بولتے ہیں جو بظاہر اچھے ہیں لیکن باطن میں گستاخانہ کلام کرتے ہیں۔ چنانچہ جملہ مفسرین نے لکھا ہی کہ بعض یہودیانِ مدینہ بظاہر الفاظ اطاعت بولتے تھے مگر باطن میں محمد صاحب کی تحقیر و تشنیع کرتے تھے۔ بس یہی تحریف اور لَیّ اَلسِنہ ہوئی۔ اور مفسّر جلال الدین تحریف کے معنی لَیّاً باَلسِنَتِہِم لکھتا ہی یعنی زبان مروڑ کر بولنا تو تحریف اور لَیّ السنہ کے ایک ہی معنی ہوئے۔ یہی مراد لفظ تحریف سے تمام قرآن میں مذکور ہی +

(۷) سورہ مائدہ (فَبِمَا نَقْضِهِم مِّيثَاقَهُمْ لَعَنَّاهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قَاسِيَةً يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِ) یعنی بس اونکے عہد توڑنے کے سبب ہمنے اون (یہود) کو لعنت کی اور اون کے دل سخت کردیئے وے بدلتے ہیں کلموں کو انکی جگہہ سے +

(۸) سورہ ایضاً (وَمِنَ الَّذِينَ هَادُوا سَمَّاعُونَ لِلْكَذِبِ سَمَّاعُونَ لِقَوْمٍ آخَرِينَ لَمْ يَأْتُوكَ يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ مِن بَعْدِ مَوَاضِعِهِ يَقُولُونَ إِنْ أُوتِيتُمْ هَٰذَا فَخُذُوهُ وَإِن لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوا) یعنی یہودیوں میں سے بعضے جاسوسی کرتے ہیں دوسری جماعت کیواسطے جو تجھہ تک (اے محمد) نہیں آتے بے اسلوب کرتے ہیں بات کو اوسکے ٹھکانے سے۔ کہتے ہیں کہ اگر تمکو یہ بات دی جاوے تو لو اور اگر نہ دی جاوے تو بچتے رہو +

اِن دونوں مقاموں میں یہودیوں کو اِس بات کا الزام دیا ہی کہ وہ جاسوسی

کر کے لوگونکو جھوٹ کی طرف مائل کرتے ہین اور کلام کو اپنے ٹھکانے سے ننے اسلوب کر کے بیان کرتے ہیں مراد اس سے یہ کہ یا تو وہ کسی جملہ کو اُسکے موقع سے جدا کر کے اسطرح پڑہتے ہیں کہ اُسکے معنی بدل جاویں یا اوسے کسی دوسرے جملہ کے ساتھ اسطور ملا کر بیان کرتے ہیں کہ اوسکے اصلی معنی بگڑ جاویں اور دوسرے یہودیوں سے کہتے ہیں جو ابھی محمد صاحب کے پاس نہیں آئے تھے کہ تم اونکے پاس جاؤ اگر تم اونکی تعلیم اور تلقین میں بھی یہی بات پاؤ تو قبول کرو وگرنہ حذر کرو +

تفسیر مدارک میں ہی (یحرفون عن مواضعہ یفسرونہا علی غیر ما انزل) یعنی تحریف کرتے ہیں وہ اونکے مقاموں سے تفسیر کرتے ہیں اوسکے خلاف اوسکے کہ اوتارا گیا۔ یعنی تحریف سے مراد یہہ ہی کہ یہودی لوگ مراد اصلی نہیں بیان کرتے اوسکے خلاف تاویلات کرتے ہیں چنانچہ دوسرے مفسروں نے لکھا ہی کہ (التحریفهم بسوء التاویل) یعنی تحریف سے مراد بدتاویل ہی

تفسیروں میں شان نزول (۵) میں لکھا ہی کہ خیبر کے کسی شریف نے زنا کیا اور مرد و عورت دونوں محصن تھے جسکی سزا توریت میں سنگسار کرنا ہی مگر لوگوں نے اسکو مکروہ جانا بسبب اون دونون کے شرف کے اسلیئے اُنھوں نے ایک گروہ یہودیانِ مدینہ کے پاس بھیجا کہ محمد صاحب سے پوچھیں اور اُن لوگوں سے کہا کہ اگر وہ دُرہ لگانے یا تحمیم کا حکم دیں تو قبول کر لینا اور اگر سنگسار کرنے کا حکم دیں تو نہ ماننا مگر محمد صاحب

نے سنگسار کرنے کا حکم دیا اسلیئے اونھوں نے انکار کیا تب یہ آیت اوتری مدعا یہ کہ یہودی توریت میں جو حکم ہی اوسکی تاویل اور تفسیر خلاف کرتے ہیں اور مطلب اصلی کو متغیر کرتے ہیں *

تفسیر معالم التنزیل میں اس حال کو بیان کرکے لکھا ہی کہ یہ شان نزول صحیح ہی۔ مگر ایک اور بھی ماجرا لکھا ہی کہ بعض روایات میں اسکا شان نزول یہ ہی کہ کہ یہودی محمد صاحب کے پاس آئے اور کہا کہ ایک مرد اور عورت نے زنا کیا محمد صاحب نے پوچھا کہ توریت مین کیا لکھا ہی در باب رجم۔ اونھوں نے کہا کہ ہم اوسکو فضیحت کریں اور دُرّے ماریں۔ عبد اللہ ابن سلام نے کہا کہ تم غلط کہتے ہو توریت میں تو رجم یعنی سنگسار کرنے کا حکم ہی۔ پھر توریت منگائی گئی اور کھولا تو ایک شخص نے اپنا ہاتھ آیت رجم پر رکھہ دیا اور جو اوسکے آگے اور پیچھے تھی۔ عبد اللہ ابن سلام نے کہا کہ اپنا ہاتھ اوٹھا تو اسمیں آیت رجم نکلی وغیرہ

الغرض کوئی قصہ ہو اور کسی تفسیر کو دیکھو مراد اسیقدر ہی ان دونوں مقاموں کہ یہودی ازراہ شرارت یا تو احکام توریت کو چھپاتے ہیں ایک جگہہ کی عبارت دوسری جگہہ جوڑتے ہیں یا یہ کہ اُسکی تفسیر ٹھیک نہیں کرتے ہیں بلکہ خلاف تاویل بیان کرتے ہیں *

(۹) سورہ بقر اَفَتَطْمَعُونَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلَامَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ

یعنی ای مسلمانو کیا تم چاہتے ہو کہ یہود ایمان لاویں حالانکہ انکا ایک فرقہ تھا کہ خدا کا کلام سنتے اور پھر اوسکو بدل ڈالتے تھے جانکر اور یہہ بات کو جانتے ہیں ✢

تفسیر معالم التنزیل و مظہری وغیرہ میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ مدعا یہ ہے یہودیوں کے بزرگوں میں سے ستر شخص تھے جنکو حضرت موسیٰ چنکر پہاڑ پر لیگئے تھے جنھوں نے خدا کی باتیں سنیں۔ اون میں سے جو صادق تھے انھوں نے کہا کہ ہمنے سنا اور مانا اور بعضے بولے کہ ہمنے سنا کہ اگر ہو سکے کرو اگر نہ ہو سکے تو مت کرو پس یہی اونکی تحریف تھی ✢

پس اس آیت میں مسلمانوں کو فہمایش ہے کہ یہ مدینہ کے یہودی ایمان نہ لاوینگے انکے بزرگ تو ایسے تھے ✢

یہ سب بڑے بڑے مقام ہیں جو قرآن میں بدعوی تحریف اصطلاحی متعلق سمجھے جاتے ہیں۔ مگر بخوبی تمام واضح ہوتا ہے کہ اون سب مقاموں میں بجز اسکے اور کوئی بات نہیں ہے کہ بعض یہودیان مدینہ مطالب عمدہ اور اصلی مدعا سے کتاب مقدس سے بے بہرہ ہیں نہیں سمجھتے یا کلام الہی کے معنی اُلٹے لگاتے ہیں اور غفلت و شرارت سے تاویل و تفسیر خلاف بیان کرتے ہیں یا متفرق آیات پیش کرتے ہیں۔ اور جس آیت کا جہان ربط ہے اوسے دبا رکھتے ہیں اور دوسری کسی آیت کے ساتھ لگاتے ہیں تاکہ مراد اصلی اور حکم کتاب بدل جاوے اور مدعا متغیر ہو جاوے یا یہہ کہ ذو معنی کلمات بولتے

ہیں کہ جو بظاہر کلام شایستہ ہوتا ہی مگر بباطن گستاخانہ اور بے ادبانہ گفتگو ہوتی ہی۔

یا یہہ کہ قولِ انسانی مثل فقہ یا اخبار یا روایات یا تفاسیر علما کو اس طور زبانی

مڑوڑ کر پڑھتے ہیں کہ مسلمان سمجھیں کہ کلام اللہ ہی یا یہہ کہ وہ کلام بشر کو کلام خدا بتلاتے

ہیں۔ یا یہہ کہ جو آیات اور پیشین گوئیاں کہ محمد صاحب کے حق میں مسطور ہیں چھپا

رکھتے ہیں اور پیشیں نہیں کرتے ہیں *

پس ایسے الزام دینے سے کوئی سمجھہ دار اور منصف مزاج شخص ہرگز نہ سمجھیگا

اور مطلق اُسکو شبہہ بھی نہ گذریگا کہ گویا قرآن کا دعوی ہی کہ کتاب مقدس

محرّف ہوگئی اور قابلِ اعتماد نہیں۔ بلکہ کبھی اسبات کو باور نہ کریگا کہ قرآن میں

آیات مذکورہ کے درج ہونیکا یہہ مطلب ہی یا اونسے یہہ نتیجہ نکلتا ہی یا اُنسے یہ

بات مترشح ہی کہ گویا بعض یہودیانِ مدینہ نے اپنی کتاب میں تحریف کرلی ہی۔

اُسمیں سے بعض صحف یا بعض ابواب یا فصول یا سطر دو سطر یا حرف چھیل

ڈالے ہیں یا کاٹ ڈالے یا مٹادی یا کچہ بڑھا دیا یا تغیر کتاب میں کر ڈالا یا محمد صاحب

کی پیشین گوئی یا تعریف دور کردی۔ ہرگز ہرگز نہیں *

پھر اِس سے بھی ہم درگذر کرکے عرض کرتے ہیں کہ فرض کیجیے کہ گویا قرآن میں

مذکور ہی کہ بعض فرقہ یہودیانِ مدینہ نے ایسا ہی کرلیا ہی اور اپنی کتاب بدڈالی

تو کیا تمام یہودیوں نے ایسا ہی کرلیا سب نے ایمان چھوڑ دیا کیا اونھوں نے

بھی جنکو قرآن ہی میں علم الٰہی میں راسخ بیان کیا ہی جیسا کہ آیندہ مذکور ہوگا

جنکو کہا ہے کہ خدا نے امام اور ہادی مقرر کیا ہے جو خدائے تعالیٰ کی مرضی کے
مطابق ہدایت کرتے ہیں۔ تو کیا قرآن بتلاتا ہے کہ اُن لوگوں نے بھی کتاب
مقدس بدل ڈالی اور تغیر کر ڈالی +

یہ بات ایک نادان بھی سچ نہ مانیگا کہ قرآن کے مصنف کا ایسا خلاف
مدعا ہے +

اب میں اِس سے بھی قطع نظر کر کے عرض کرنا مناسب ہے کہ اِس تہمت اور
الزام کو جہانتک چاہو بڑھاؤ اور جسقدر کھینچ کھانچ کر اُلٹے معنی لگاؤ مگر یہ سب یہودیان
مدینہ کی نسبت زاید نہیں تمام قرآن میں ایک آیت بھی نہیں ہے جس سے اشارہ
یا کنایہ بھی نکالنا ممکن ہو کہ مدینہ کے نصاریٰ نے تحریف یا تصحیف کی +

آیت ۱۴

البتہ اُنکے باب میں یہ لکھا ہے۔ سورۂ مائدہ (وَمِنَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصَارَىٰ
أَخَذْنَا مِيثَاقَهُمْ فَنَسُوا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوا بِهِ) یعنی جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں اُنسے
ہمنے وعدہ لیا پھر بھول گئے ایک حصہ اوس نصیحت کا جو اونکو کی گئی تھی +

تفسیر معالم التنزیل میں ہے (اخذنا میثاقہم فی التوحید والنبوۃ) یعنی
ہمنے اونسے وعدہ لیا تھا توحید اور نبوت میں +

تفسیر مدارک میں ہے (اخذنا میثاقہم وھو الایمان باللہ والرسل) یعنی ہمنے
وعدہ لیا تھا خدا اور رسولوں پر ایمان لانے کا +

پس نصاریٰ کو یہی الزام دیا کہ جو نصیحت اونکو کی گئی تھی اور جو وعدہ انسے

لیا گیا تھا اوسکا ایک حصہ بھول گئے۔ لہذا اگر فرض کیجئے کہ تمام یہودیان مدینہ نے محمد صاحب کی دشمنی سے اپنی کتابوں کو محرف کر دیا اور اونکی کتابیں قابلِ اعتماد نہیں ہیں تھیں۔ تو بھی ہرگز قرآن کا یہ دعویٰ مطلق نہیں ہے کہ نصاراے مدینہ نے بھی ایسا ہی کرلیا اور وہ بھی یہودیوں کے ساتھی بن گئے یہ بات بالکل خلافِ قرآن ہے +

اب فرضِ محال کر لیجئے کہ تمام یہودی اور مسیحیانِ مدینہ نے ایسا ایکا کرلیا اور اسقدر بے ایمانی پر بسبتے کمر باندہ لی کہ باہمد گر اتفاق کرکے اپنی کتابوں کو خراب کرڈالا اور محمد صاحب کی تعریف یا پیشین گوئیاں اور دوسرے مطالب بھی بدل ڈالے تو یہ دعویٰ تو ہرگز سارے قرآن میں نہیں ہے اور اوس کا ذکر بھی نہیں ہے کہ تمام جہان کے یہود و نصاریٰ نے اپنی کتاب الہی اور کلام اللہ کو محرف کرڈالا اور اوسکے مطالب اور مقاصد بدل ڈالے۔ جا بجا ملک بملک اور شہر شہر اور گانو گانو کے لاکھوں آدمیوں نے بیشمار کتاب محرف کرڈالی جو ایک زبانین تھین بلکہ مختلف زبانوں اور متفرق حرف میں +

ایسے خلاف دعوی اور ناممکن بات اور غیر مذکور امر اور خلاف منشاے قرآن کو کون ہے جو سچ جانیگا +

پنجم بلکہ جو شخص تمام قرآن کو سیدھے دل اور حق پسند نظر اور راستی کی راہ سے مطالعہ کریگا وہ بلاشک و شبہہ یقین کرے گا اسمیں اوّل سے آخر تک کتاب

دوم قرآن کی اول سے آخر تک یہ بات صاف ثابت ہے کہ تحریف کی بات نہیں ہوئی ہے اور صحیح و بلا تحریف ہے ۱۷

مقدس کو کلام اللہ بتلایا اور تصدیق کیا ھے اور بہت سی آیات سے بخوبی تمام روشن
ہوتا ھے کہ کتاب موصوف بحالت اصلی محمد صاحب کے زمانہ میں موجود تھی۔ البتہ قرآن
میں ایسا لکھا ھے کہ محمد صاحب کے وقت مدینہ کے یہودی اونکی دشمنی سے آیات
کتاب موصوف ٹھیک نہیں بتاتے تھے اور تفسیر و تاویل خلاف کرتے تھے اور
آیتوں کو جدا جدا پیش کرتے اور بعض کو چھپاتے اور بعض کو دوسری مقصد بنا کر
ظاہر کرتے تاکہ انکے اصلی معانی جو ویں ✤

اور اگر قائل قرآن کا یہہ دعوی ہوتا کہ ہماں ہجری سب کتاب مقدس محرف
ہوگئی تھی یا سابق سے خراب و خستہ ہو یا آپ سب یہود و نصاری جو ملے
ہیں وغیرہ تو پھر وہی کیسے والا اوسی کتاب محرف اور متغیر اور مبدل اور بے
اعتبار و بے اعتماد کو امام و رحمت و کتاب المبین و کتاب المنیر و ہدایت و
جمیع کمالات اور دین میں پوری کیونکر بیان کرتا ✤

اور پھر ایسی ناقص کتاب کے اوپر ایمان لانا مسلمانوں پر فرض کیونکر ٹھہراتا
آپ ہی صاحب اپنے دلوں میں انصاف کریں کہ اگر قائل قرآن کو ذرہ
بھی شبہہ ہوتا کہ کتاب مقدس میں تحریف و تغیر ہے تو کیونکر ممکن تھا کہ وہ محمد صاحب
کو حکم کرتا کہ تم اوسپر ایمان لاؤ اور اوسکی پیروی کرو اور پھر اہل کتاب کو
قطعی حکم دیتا کہ اگر تم اوسپر عمل نہ کرو اور دل سے پیروی نہ کرو تو تمھاری
دینداری باطل ہے ✤

برائے مزید تشریح وتفصیل چند آیاتِ قرآنی اور بھی لکھنا مناسب ہے۔ جنسے یقین کلی ہوتا ہے کہ بموجب تصدیقِ قرآن کتاب مقدس تمام وکمال بحالتِ اصلی بلا تحریف وتصحیف وتغیر وتبدیل محمد صاحب کے زمانہ میں یہود ونصاریٰ کے پاس موجود ورائج ومشہور ومعروف تھی بلکہ آئندہ بھی اُسمیں تحریف ہونا ناممکن ومحال ہے*

(۱) سورۂ سجدہ* (وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَلَا تَكُنْ فِي مِرْيَةٍ مِنْ لِقَائِهِ وَجَعَلْنَاهُ هُدًى لِبَنِي إِسْرَائِيلَ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يُوقِنُونَ) یعنی بالتحقیق ہمنے دی موسیٰ کو کتاب پس تو (اے محمد) شبہہ میں مت پڑ اُسکے ملنے میں اور ہمنے بنایا اوسے ہدایت واسطے بنی اسرائیل کے اور بنائے اونمیں سے امام جو ہدایت کرتے ہیں بموجب ہمارے حکموں کے جبکہ وہ مستحکم رہے اور یقین کرتے رہے ہماری آیتوں پر*

کتاب موسے توریت ہے۔ اسمیں محمد صاحب کو حکم ہے کہ اوسکے ملنے یعنی قبول کرنے میں شک نہ لاؤ یا یہہ کہ بموجب قول بعض مفسرین کے قرآن کے ملنے میں شک نہ کرو یا موسیٰ کے ملنے میں شبہہ نہ کرو۔ بہرحال کوئی معنی لو مگر اس سے صاف ظاہر ہے کہ توریت بنی اسرائیل میں متواتر چلی آئی ہے اور خداے تعالیٰ نے اونکو ایسے امام وپیشوا بخشے ہیں جو توریت کے حکموں کے موافق ہدایت کرتے ہیں لہذا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ توریت غیر محرف صحیح واصلی وکامل اوسوقت تک تھی کیونکہ اگر محرّف اور جھوٹی جاری ہوتی تو اوسکے ماننے والے اور

*پ ۲۱ ع ۱۶

تعلیم دینے والے خدا کے امام سے ملقب نہ ہوتے بلکہ مضل اور گمراہ کہلاتے

(۲) سورہ سبا (وَيَرَى الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ الَّذِي أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ) یعنے اور دیکھتے ہیں وہ جنکو علم دیا گیا ہی کہ جو کچھ تیرے پاس تیرے رب سے نازل ہوا ہی سو حق ہی ✦

رکوع ۱ آیت ۶ ✦

مفسرین نے أُوتُوا الْعِلْمَ کے معنی لکھے ہیں مُؤْمِنُوا أَهْلِ الْكِتَابِ یعنی مومنان اہل کتاب۔ علم سے مراد دین ہی ✦

پس جنکو علم الٰہی دیا گیا ہی وہ مومنان اہل کتاب ہوئے۔ مگر علم الٰہی حاصل نہیں ہو سکتا ہی جبتک کتاب اصلی و حقیقی خدا کی نہووے کیونکہ جو محرف اور بگڑی ہوئی کتاب ہو اوسکے ماننے والے ایماندار علم الٰہی کے نہیں ہو سکتے ہیں جنکے قول کی سند عند اللہ معتبر ہووے ✦

(۳) سورہ مومن ✦ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْهُدَىٰ وَأَوْرَثْنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ الْكِتَابَ هُدًى وَذِكْرَىٰ لِأُولِي الْأَلْبَابِ) یعنی بالتحقیق ہمنے دی موسیٰ کو ہدایت اور وراثت میں دی بنی اسرائیل کو کتاب جو راہ دکھلانیوالی اور یاد دلانے والی ہی سمجھ والوں کو ✦

رکوع ۶ آیت ۵۶ ✦

پس اس آیت میں صاف صاف گواہی دی ہی کہ خدا تعالیٰ نے بنی اسرائیل میں متواتر پشت در پشت کتاب مقدس کو وراثت میں دی ہی اور وہ کتاب اس صفت کے ساتھ موصوف ہی کہ ہدایت ہی او صاحبان

عقل کو یاد دلانے والی ہے چنانچہ تفسیر مدارک میں ہے (واورثنا بنی اسرائیل
الکتاب ای التوراۃ والانجیل والزبور لان الکتاب جنس
ای ترکنا الکتاب من بعدہ الیٰ هذا هدیً وذکریٰ ارشاداً وتذکرۃً
یعنی اور وراثت میں دی ہمنے کتاب کو یعنی توریت اور انجیل اور زبور کو واسطے
کہ کتاب جنس ہے یعنی ہمنے چھوڑ دیا ہے کتاب کو اب تک ہدایت کرنے والی اور
یاد دلانے والی ہے *

اور بعض مفسرین کتاب سے مراد صرف توریت لکھتے ہیں - بہر حال اس
آیت کو ملاحظہ کرکے کسی کے دل میں شک باقی نہیں رہ سکتا ہے کہ بالیقین کتاب
مقدس یا صرف توریت علی اختلاف التفاسیر محمد صاحب کے زمانہ تک متواتر
ومتوالی بنی اسرائیل کے پاس بحالت اصلی موجود چلی آتی تھی *

(۴) سورۂ یونس (فان کنت فی شک مما انزلنا الیک فاسئل الذین
یقرءون الکتاب من قبلک) یعنی اگر تو شک میں ہے اوس سے
جو اتارا ہمنے تیری طرف تو تو پوچھ اونسے جو پڑھتے ہیں کتاب تجھسے پہلے
اسکی تفسیر مدارک میں اس طور مرقوم ہے (لما قدم ذکر بنی اسرائیل وهم
قرءوا الکتاب ووصفهم بان العلم قد جاءهم لان امر رسول الله
مکتوب فی التوراۃ والانجیل وهم یعرفونه کما یعرفون ابناءهم
اراد ان یؤکد علمهم بصحة القرآن وبصحة نبوۃ محمد فبالغ

في ذلك فقال فان وقع لك شك فرضا وتقديرا وسهل من عنّ له الحجة
شبهة أن يسارع الى حلها بالرجوع الى قوانين الدين وادلته
او بمباحثة العلماء فاسأل اهل الكتب فانهم من الاحاطة بصحة ما انزل
اليك بحيث يصلحون لمراجعة مثلك فضلا عن غيرك فالمراد وصف الاحبار
بالرسوخ في العلم بصحة ما انزل الى رسول الله لا وصف رسول الله بالشك فيه

یعنی جبکہ پہلے ہو چکا ذکر بنی اسرائیل کا کہ وہ کتاب مقدس کے پڑھنے والے ہیں اور انکی
تعریف کی گئی کہ انکو علم حاصل ہو چکا ہے اسواسطے کہ معاملہ رسول خدا کا توریت اور انجیل
میں لکھا ہوا ہے اور اہل کتاب محمد صاحب کو ایسا پہچانتے ہیں جیسا اپنی اولاد کو تو اب
یہ قصد کیا کہ اس بات کو موکد کرے کہ وہ قرآن کو صحیح جانتے ہیں اور محمد صاحب
کی نبوت کو حق جانتے ہیں اور اس امر کو ٹہراوے کیلئے کہا کہ اگر تجکو بالفرض والتقدیر
شک ہو اور کسی نے سوال کیا ہو جسکے دل میں یہہ شبہہ چھبا ہو کہ اسکے کھولنے پر
مبادرت کرے دین کے قاعدوں اور اوسکی دلیلوں کی طرف متوجہ ہو کر یا عالموں
سے مباحثہ کرنے پر پس تو پوچھہ کتاب والوں سے کیونکہ وہ بباعث اسکے کہ جو تجھپر
اترا ہے اوسکی صحت پر ایسے محیط ہیں کہ تیری مانند لیاقت اسکی رکھتے ہیں کہ انکی
طرف وہ مسائل رجوع کرے بڑہ کر تیرے سوا۔ پس مراد اس میں تعریف احبار
کی ہے کہ وہ کامل طور پر جانتے ہیں کہ جو محمد صاحب پر نازل ہوا ہے صحیح ہے نہ کہ اسمیں کی
تعریف ہے محمد صاحب کے شک کی۔ الغرض بموجب اس آیت کے دریافت

ہوتا ہے کہ جو کتاب مقدس خدا نے عنایت کی تھی وہ بحالتِ اصلی اور صحیح تھی کہ محمد صاحب کے وقت کے اہلِ کتاب اوس نسے کامل طور پر قرآن کو جانتے تھے کہ منِ جانب اللہ ہے۔ پس اگر کتاب محرف فرض کیجاوے کہ گویا وہ اوسوقت محرف تھی تو ہرگز اسپر حوالہ نہ ہوتا اور اس طور اوسکے پڑھنے والوں پر حوالہ ہوتا کہ اونسے پوچھو +

(۵) سورۂ اعراف (ومن قوم موسی امۃ یہدون بالحق وبہ یعدلون یعنی اور موسیٰ کے قوم میں ایک فرقہ ہے جو حق کی ہدایت کرتے ہیں اور اوسی پر انصاف کرتے ہیں +

پس اس آیت سے بھی صاف ظاہر ہے کہ قرآن بتلاتا ہے کہ یہودیوں میں سے بعضے ایسے ہیں جو حق کی ہدایت کرتے ہیں اور اوسی پر انصاف کرتے ہیں لہذا ضرور بالضرور انکے پاس کتاب صحیح اور اصلی موجود تھی وگرنہ محرف اور غیر معتمد کتاب پر عمل کرنیوالوں کی ایسی تعریف بیجا تھی +

(۶) سورۂ بنی اسرائیل ولقد آتینا موسی تسع آیات بینات فاسئل بنی اسرائیل یعنی اور بالتحقیق ہمنے موسیٰ کو نو صاف نشانیاں دیں پس تو (ای محمد) بنی اسرائیل سے پوچھہ +

اگر کتاب مقدس قابلِ اعتماد و اعتقاد متصور نہ ہوتی تو اوسپر حوالہ نہوتا۔ کہ تو بنی اسرائیل سے پوچھہ +

(۷) سورۂ آل عمران (قل فاتوا بالتوراۃ فاتلوھا ان کنتم

* آیت ۱۵۹
* آیت ۱۰۱

صٰدِقِینَ) یعنی (ای محمد) تو کہہ کہ لاؤ توریت اور پڑھو اگر تم سچے ہو *

یہودیان مدینہ سے دربارۂ حلت و حرمت بعض قسم کے گوشت کے مباحثہ ہوا تو مقدمہ کا فیصلہ توریت پر ٹھہرا کہ جو اوسمیں ھو وہی درست ھو *

پس اگر توریت محرف او غیر معتمد سمجھی جاتی تو معاملہ کا فیصلہ اُسپر نہ مقرر کیا جاتا بلکہ اصلی اور بلا تحریف و تغیر یقین کی گئی کہ قرآن نے اُسپر فیصلہ مقرر کیا *

(۸) سورۂ مذکور (لَیْسُوْا سَوَاءً مِنْ اَهْلِ الْکِتٰبِ اُمَّةٌ قَائِمَةٌ یَتْلُوْنَ اٰیٰتِ اللّٰهِ اٰنَاءَ اللَّیْلِ وَهُمْ یَسْجُدُوْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَیُسَارِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ وَاُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ) یعنی اہل کتاب میں سب برابر نہیں ہیں ایک فرقہ ھو سیدھا کہ پڑھتے ہیں خدا کی آیتوں کو رات کے وقت اور جھکتے ہیں سجدہ میں ایمان لاتے ہیں اللہ پر اور روز قیامت پر اور حکم کرتے ہیں نیک بات کا اور منع کرتے ہیں بُرے کو اور دوڑتے ہیں نیک کاموں میں اور وہ لوگ نیکوکار ہیں *

تفسیروں میں بہت اختلاف روایات ہو کہ وہ فرقہ کونسا تھا جسکے باب میں یہ آیت ھو۔ مگر اس سے کچھ کام نہیں ھو * اس آیت سے بہر حال بخوبی تمام واضح ھو کہ اہل کتاب میں سے ایک فرقہ ایسا بھی تھا جو ٹھیک خدا تعالے کی مرضی پر چلتا تھا اور احکام و شرائع الٰہی کو بجا لاتا تھا اور رات کو خدا تعالے

کے کلام کو پڑھا کرتے تھے +

پس ظاہر ہے کہ وہ جب ایسے تھے تو ہرگز کتاب محرّف اور نامعتبر کے ماننے والے نہ تھے بلکہ ضرور بالضرور اصلی اور حقیقی کتاب مقدّس کے اوپر ایمان لانے اور عمل کرنے والے تھے +

(۹) سورہ نسا لٰکِنِ الرَّاسِخُونَ فِی الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُونَ یُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ یعنی لیکن ان (اہل الکتاب) میں جو محکم ہیں علم میں اور ایمان والے سو مانتے ہیں جو اترا تجھ پر اور جو اترا تجھ سے پہلے +

معالم التنزیل میں ہے (الرَّاسِخُونَ الْمُبَالِغُونَ فِی الْعِلْمِ) یعنی راسخون سے مراد علم میں پورے +

تفسیر حسینی میں ہے (لاکن راسخان در علم یعنی آنانکہ علم شریعت بیاموزند و باخلاص در عمل آرند از بنی اسرائیل +

پس اس سے بھی ثابت ہے کہ محمد صاحب کے زمانہ میں کتاب مقدّس صحیح اور اصلی تھی کیونکہ علم دین میں کامل و راسخ ہونا بغیر اوسکے ناممکن ہے +

(۱۰) سورہ مائدہ میں بعد اس بیان کے کہ اللہ تعالیٰ نے توریت اور انجیل کو نازل کیا ہے اور وہ ایسی تعریف و توصیف اور کمال کے ساتھ ہیں پھر لکھا ہے کہ (وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ

آیت ۱۶۰ *

آیت ۵۲ *

مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ) یعنی اور تجھپر ہمنے نازل کی ہے کتاب حق (قرآن) جو تصدیق کرتی ہے اونکی جو پہلے ہے اور اوسکی محافظ ہے +

پس اس آیت کے بموجب قرآن محافظ کتاب مقدس کا ہے چنانچہ بیضاوی میں مُهَيْمِنًا عَلَيْهِ کے معنی رَقِيْبًا عَلى سَائِر الكُتب يحفظه عن التغير ويشهد لها بالصحة والثبات لکھے ہیں۔ یعنی قرآن محافظ کتاب مقدس کا ہے جو اوسکو بدلنے سے محفوظ رکھتا ہے اور گواہی دیتا ہے اوسکی صحت اور ثبات پر +

بھلا صاحبو ملاحظہ فرمائیے کہ وہ کتاب جسکی حفاظت کے واسطے قرآن اپنا آنا بتلاتا ہے اور جسکی صحت اور اصلیت کی گواہی دیتا ہے پس اس سے زیادہ اور کونسی دلیل کامل درکار ہے جس سے معلوم ہو کہ قرآن کا قائل بالیقین جانتا اور مانتا تھا کہ کتاب مقدس صحیح وسالم بحالت اصلی موجود ہے بلکہ قرآن اوسکا محافظ ہے +

جو شخص قرآن کو کلام اللہ مانتا ہے اوسپر فرض ہے کہ جانے کہ کتاب مقدس محمد صاحب کے زمانے میں صحیح اور اصلی تھی اور تا روز حشر ویسی ہی رہے گی کہ قرآن اوسکا محافظ ہے +

کسی مسلمان کو زیبا نہیں کہ جب تک قرآن کو حق جانتا ہے کتاب مقدس کی اصلیت میں کلام کرے یا اوسکی تحریف اور بے اعتمادی کا دعوی کرے کیونکہ یہ بالکل خلاف شہادت و تصدیق و تعلیمات متکاثرہ قرآن کے ہے +

الغرض بھائیو جبقدر قرآن کو پڑھو اور اوسکی تعلیمات اور ہدایات کو اس

خاص معاملے میں ملاحظہ کروگے بلاشبہہ آپکو واضح ہوگا کہ قرآن جس طور کتاب مقدس کو کلام اللہ بتلاتا ہی اور اوسکی نہایت اعلی اوصاف بیان کرتا ہی اور جابجا اوسکی تصدیق من جانب اللہ ہونے کی کرتا ہی اوسی طور اوسکی اصلیت اور صحت اور ثبات اور معتبری کی شہادتِ کامل دیتا ہی۔ البتہ بعض یہودیانِ مدینہ کو چند طرح کے الزام مذکورۂ بالا دیتا ہی کہ وہ اپنی نادانی وجہالت یا تعصب وشرارت سے اوسکے مطالب ومقاصدِ اصلی چھپاتے ہیں یا غلط تفسیر کرتے ہین یا آیت کو اپنے موقع سے جدا کرکے دوسری جگہہ رابط دیتے ہیں۔ مگر اُنکے ایسا کرنے سے کتاب محرّف اور غیر معتمد نہیں ہوسکتی ہی اور نہ ہرگز قرآن کی کسی جگہہ سے مترشح ہوتا ہی کہ گویا کتابِ موصوف میں تحریف ہوگئی یا کہ وہ قابلِ اعتماد واعتقاد نہیں ہی۔ زیادہ تر تفصیل ان باتوں کی جس کسی کو دیکھنا لازم ہو کہ شہادتِ قرآنی کو مطالعہ کرے کہ اوسکا خلاصہ مطلب اس جگہہ مذکور ہوا ہی +

ششم ہر حاجت نہیں ہی کہ جس حالت میں قرآن کی صاف صاف گواہی دربارۂ اصلیت وصحتِ کتابِ مقدس موجود ہی پھر حدیثوں کا ذکر کیا جاوے لیکن بغرضِ تائید وایضاحِ کلام ایک مختصر بیان لکھا جاتا ہی +

بعض علماے محمدی نے ذکر کیا ہی کتب تردید میں اور بوقتِ مناظرہ بھی بیان کیا کہ جس طور ہم ایمان لاتے ہیں کہ کتاب مقدس کلام الٰہی ہی اسیطور ہم ایمان لاتے ہیں کہ اوسمیں تحریف ہوئی ہی اور اپنے اس عقیدے کے

ششم حدیث کی گواہی اصلیت وصحت کتاب مقدس کی بابت

ثبوت میں یہ حدیث پیش کی ہی کہ (لا تصدقوا اھل الکتب و لا تکذبوھم) یعنی کہ محمد صاحب نے فرمایا ہی کہ اہل کتاب کے قول کی نہ تصدیق کرو نہ تکذیب *

مگر عاقل و دانا سمجھ لیگا کہ منشا اس حکم کا کیا ہی - وہی جو اوپر مذکور ہوا اور جیسا کہ قرآن کی آیات بینات سے واضح ہی کہ محمد صاحب کو اہل کتاب کے اقوال و افعال پر بھروسا نہ تھا بلکہ اون میں سے بعض فرقۂ یہود کو الزام دیا ہی کہ وہ کتاب مقدس کی آیات کے مطلب اور مقصد اور مضامین غلط بیان کرتے ہیں اور تاویلات و تفسیر ٹھیک بیان نہین کرتے ہیں اسی طور شرائع و احکام میں بھی خطا کرتے ہیں خواہ ازراہ جہالت اور خواہ شرارت و عداوت سے - غرضکہ محمد صاحب کو ایسا شبہ تھا *

بہر حال اسی منشا سے یہ حدیث ہی کہ مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا کہ تم اہل کتاب کے اقوال کو نہ سچ جانو کیونکہ احتمال ہی کہ کتاب کے خلاف کہتے ہوں اور نہ جھوٹا جانو کیونکہ احتمال ہی کہ مطابق ہدایت کتاب کہتے ہوں - مگر اس سے ہرگز یہ مدعا نہیں نکلتا ہی کہ گویا محمد صاحب نے کہا کہ کتاب مقدس محرف ہی یا قابل اعتماد و اعتقاد نہیں ہی - یہ محض غلط فہمی اون صاحبوں کی ہی کہ خلاف معنی جانتے ہیں *

اسی طور واضح ہو کہ ایک حدیث بھی نہیں ہی جسمیں کہا ہو کہ کتاب مقدس محرف ہی یا قابل اعتماد و اعتقاد نہیں یا یہ مدعا تضمناً و التزاماً یا تاویل بعیدہ سے

بھی نکلتا ہو بلکہ کئی حدیثیں ہیں جنسے ٹھیک وہی بات ثابت ہوتی ہو جو قرآن سے یعنی کہ کتاب مقدس بحالت اصلی صحیح اور قابل اعتماد ہو +

مشکوۃ میں ابن ماجہ و ترمذی و احمد سے منقول ہو بروایت زیاد بن لبید اور دارمی میں بروایت ابو امامہ (قال ذکر النبی شیئاً فقال ذالک عند اوان ذھاب العلم فقلت یا رسول اللہ وکیف یذھب العلم ونحن نقرء القرآن ونقرئہ ابنائنا ویقرئہ ابنائنا ابنائھم الی یوم القیامۃ فقال ثکلتک امک زیاد ان کنت لاراک من افقہ رجل بالمدینۃ اولیس ھذہ الیھود والنصاری یقرؤن التوریۃ والانجیل لا یعملون بشیء مما فیہ یعنی راوی کہتا ہو کہ نبی صاحب نے کسی چیز کا ذکر کیا کہ یہ بات علم جاتے رہنے کے وقت ہوگی میں نے کہا ای رسول خدا کس طرح علم جاتا رہیگا حالانکہ ہم قرآن پڑھتے ہیں اور اوسکو اپنی اولاد کو پڑھاتے ہیں اور ہماری اولاد اپنی اولاد کو پڑھاویگی قیامت کے دن تک محمد صاحب نے کہا کہ تجھے موت آوے زیاد میں تو تجھے مدینہ کے بڑے فقیہوں سے جانتا تھا کیا یہ یہود اور نصاری نہیں ہیں کہ توریت اور انجیل کو پڑھتے ہیں اور اون میں کی ایک بات بھی عمل میں نہیں لاتے ہیں +

پھر ایک مقام تو ایسا ہو کہ اگر محمد صاحب کو ادنی شک بھی کتاب مقدس کی تحریف و تبدیل کا ہوتا تو اس مقام پر اوسکا اظہار خواہ مخواہ کر دیتے اور

فصل ثانی کتاب العلم

بالضرور کہتے کہ کتابِ مقدّس محرّف ہے یا قابلِ اعتماد نہیں ہے +

مشکوٰۃ میں دارمی سے منقول ہے (عن جابر ان عمر بن الخطاب اتی
رسول اللہ بنسخة من التورٰة انه فقال یا رسول اللہ فسکت
فجعل یقرء ووجه یتغیر فقال ابو بکر ثکلتك الثواکل ما تری بوجه
رسول اللہ فنظر عمر الی وجه رسول اللہ فقال اعوذ باللہ
من غضب اللہ وغضب رسوله رضینا باللہ ربا وبالاسلام دینا
وبمحمد نبیا فقال رسول اللہ والذی نفس محمد بیده لو
بدا لکم موسی فاتبعتموه وترکتمونی لضللتم عن سواء السبیل
ولو کان حیا وادرک نبوتی لاتبعنی) یعنی جابر سے روایت ہے کہ عمر بن الخطاب
محمد صاحب کے پاس توریت کا ایک نسخہ لائے اور کہا کہ یا رسول اللہ یہ توریت کا
ایک نسخہ ہے محمد صاحب خاموش ہوئے عمر پڑھنے لگے اور محمد صاحب کا چہرہ متغیر ہونے لگا
ابو بکر نے عمر سے کہا کہ تجھے روویں رونیوالیاں تو رسول خدا چہرہ نہیں دیکھتا ہے عمر نے محمد صاحب
کا چہرہ دیکھا اور کہا کہ میں پناہ مانگتا ہوں خدا کے غضب سے اور اُسکے رسول کے غضب سے ہم
راضی ہیں کہ خدا ہمارا رب ہے اور اسلام ہمارا دین ہے اور محمد ہمارے نبی ہیں۔ محمد صاحب نے فرمایا
کہ اوسکی قسم ہے جسکے قبضہ میں محمد کی جان ہے کہ اگر تمپر موسی ظاہر ہوتا اوسکے تم پیرو ہو جاؤ
اور مجھے چھوڑ دو اور سیدھے راستہ سے گمراہ ہو جاؤ اور اگر وہ زندہ ہوتا اور میری
نبوت کو پاتا تو میری پیروی کرتا +

یہہ حدیث قابلِ غور ہی کہ اس سے کیا نتیجہ نکلتا ہی مگر چونکہ وہ بات خارج ازبحث ہی اسواسطے اس مقام پر صرف اسیقدر عرض کرنا واجب ہی کہ اگر محمد صاحب کو توریت کی نسبت ذرہ بھی غلطی یا تحریف و تبدیل کا شبہہ بلکہ وہم میں بھی ہوتا تو ضرور اسکو خواہ مخواہ اوسکو ظاہر کرتے کہ اس کتاب پر اعتماد نہیں ہی ناقابلِ اعتماد نہیں ہی یا اسکی تحریف کا شبہ ہی یا اسکی صحت میں کلام ہی لیکن اونکو ادنی شک اس بات کا نہ تھا بلکہ ٹھیک جانا کہ صحیح اور اصل ہی جو موسے نے لکھا کہ نسخہ توریت کو دیکھکر خاص موسی پر ایراد کلام کیا۔

الغرض ای بھائیو چاہے قرآن کو اوّل سے آخر تک پڑھو خواہ احادیث کو دیکھو کہیں اس بے سروپا دعوے کو نپاؤگے ایک ادنی اشارہ یا کنایہ نہ دیکھوگے کہ گویا کتابِ مقدس محرّف ہی یا اوسمیں تغیر و تبدیل واقع ہوئی ہی یا وہ قابلِ اعتماد ولایقِ اعتقاد نہیں ہی بلکہ اونسے صاف صاف ظاہر ہوتا ہی اور کامل شہادت ملتی ہیں بکثرتِ تمام کہ کتابِ مقدس صحیح اور اصلی او معتبر ہی*

بلکہ ای صاحبو آپ کو بخوبی واضح ہووے کہ علاوہ شہادتِ قرآن کے حدیث سے یہ بات بھی ظاہر ہوتی ہی کہ بعد زمانہ محمد صاحب کے صحابیوں اور تابعینوں تک کہ وہی زمانہ خیر القرون میں شمار کیا جاتا ہی دوسو برس کے قریب تک کے لوگوں کو یہہ خیالِ فاسد نہ تھا بلکہ بہت سے اقوال اور تحریرات سے معلوم ہوتا ہی کہ ۲۰۰ ہجری تک کے لوگ کتابِ مقدس کو صحیح اور اصلی جانتے اور مانتے تھے کیسکے

دل میں شک و شبہہ تحریف و تبدیل نہ تھا +

چنانچہ مروی ہی کہ کئی بار کسی کسی لوٹ میں نسخجات کتاب مقدس کے موجود تھے بعض صحابہ وہاں موجود تھے انھوں نے مسلمانوں کو کتاب مقدس کے نسخجات فروخت کرنے سے منع کیا کہ جس طور قرآن کی بیع درست نہیں یہ بھی کلام اللہ ہی اسکا بھی فروخت کرنا روا نہیں اس واسطے حکم دیا کہ اِن کتابوں کو اہل کتاب کو بلا قیمت بطور ہدیہ دیدو چنانچہ دی گئیں۔ پس اس سے بھی ظاہر کہ اگر وہ صحابی کتاب کو محرف اور غیر معتمد اور غلط جانتے تو اہل کتاب کو ہرگز نہ دیتے کہ بالکل ناجائز تھا +

اسی طور آپ ملاحظہ فرمائیں کہ صحیح بخاری جس کو اہل تسنّن بعد قرآن کے صحیح ترین کتاب جانتے اور مانتے ہیں اور جسکے اوپر عمل کرنا واجب مانتے ہیں۔ کتاب مذکور دوسری صدی ہجری کے بعد تالیف ہوئی ہی اوسمیں بکتاب الرد لکھا ہی تفسیر یحرفون الکلم جو قرآن میں مذکور ہی۔ یحرفون یعنی یزیلون ولیس احد یزیل لفظ کتاب من کتاب اللہ ولکنھم یحرفونہ یتاولونہ علی غیر تاویلہ مدعا یہ کہ قرآن میں وارد ہی کہ بعض یہودیانِ مدینہ تحریف کرتے ہیں اسکے معنی لغت میں یہ ہیں کہ زائل اور دور کرتے ہیں حالانکہ کوئی شخص خدا کی کتابوں میں سے کسی کتاب کا ایک لفظ بھی زائل نہیں کرسکتا ہی مگر مراد یہ ہی کہ وہ لوگ تاویل کرتے ہیں خلاف تاویل اصلی و حقیقی کے +

اور ملاحظہ کیجئے کہ ابو حنیفہ جنکو اہل تسنن امام اعظم کہتے ہیں اس باب میں کہ آیا کتاب مقدس کے احکام قرآن سے منسوخ ہو گئے یا نہیں یہ لکھتے ہیں

کل حکم من الاحکام السابقہ اذا وجد نسخہ فی القرآن او فی الاحادیث او فی اجماع الامۃ او لم یوجد لہ ما یدل او یقتضی من القیاس الجلی بالمنصوص یوجب نسخہ وما سوی ذالک فیبقی مشروعا

یعنی ہر ایک حکم اگلے حکموں میں کا اگر اسکا ناسخ قرآن یا حدیث یا اجماع امت میں پایا جاوے یا یہ کہ امر منصوص پر قیاس جلی مقتضی اور دال اوس کے نسخ پر ہو تو واجب ہے اوس اگلے حکم کا نسخ اور جو اسکے سوا ہے وہ مشروع رہیگا +

پس اس سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ ابو حنیفہ کو وہم بھی نہ تھا تحریف و تبدیل کتاب مقدس کا نہیں تو اوسکے احکام غیر منسوخ شدہ پر عمل کرنیکو مشروع نہ ٹھہراتے +

الغرض اے بھائیو بموجب شہادت و بیانات قرآن و احادیث ثابت ہے کہ بالیقین کتاب مقدس محمد صاحب کے زمانہ میں صحیح اور اصلی موجود اور رائج تھی اور عموماً اہل کتاب میں جاری اور سب لوگوں میں مشہور و معروف تھی۔ اور اوسکے تبدیل و تحریف و تغیر کا نہ محمد صاحب کو کبھی شبہہ ہوا اور نہ کسی صحابی نے شک کیا مگر معلوم نہیں ہوتا ہے کہ ان علماے محمدی نے

یہہ ایمان اپنا کہاں سے پیدا کیا ھے کہ اپنے رسالوں میں اور کتابوں میں خلافِ شہادت قرآن وحدیث اور صحابیوں اور تابعینوں کے باوجودِ دعویِ اسلام جابجا لکھتے ہیں کہ جسطور ہم ایمان لاتے ہیں کہ کتابِ مقدّس کلامِ الٰہی ھے اُسیطور ہم ایمان لاتے ہیں کہ اوسمیں تحریف ہوئی ھے ؛

البتّہ اگر ان صاحبوں کو دلائل یقینیہ سے ثابت ہوا تھا یا کوئی بات شُبہ کی بھی معلوم ہوتی تھی کہ کتابِ مقدّس بعد زمانہ محمد صاحب کے تحریف ہوئی اور بدلی گئی تو اوسکو ظاہر کرتے اور اُن وجوہاتِ یقین یا شُبہہ و شک کو پیش کرتے لیکن جب ان صاحبوں نے ایک بات بھی ایسی نبائی کہ ادنی شبہہ پڑہ سکے یا ذرہ سا وہم بھی ہو سکے بلکہ بالیقین ثابت ھے کہ جو کتابِ موصوف زمانۂ محمدی میں رائج اور جاری اور ہر کہیں اہلِ کتاب کے پاس موجود و مشہور و معروف تھی ویسی ہی ہو بہو اب کے یہودیوں اور مسیحیوں کے پاس موجود ھے بلکہ بعینہٖ و بجنسہٖ اوس زمانہ سے بھی پہلے کے لکھے نسخے موجود ہیں - جاے کلام اور گفتگو کا مقام نہیں - اِس لحاظ سے خلافِ شہادتِ قرآن و برعکس گواہی حدیث کے ایسا کہا کہ کتابِ موصوف محمد صاحب کے زمانہ سے پہلے ہی محرف تھیں اور بعد کو بھی تحریف ہوئی - اور پھر تحریف کو یہانتک وسعت دی کہ اختلاف نسخہ یعنی نقاط و اعراب و حروف و الفاظ کی کمی بیشی یا ایک کا بجاے دوسرے کے ہونا وغیرہ جس سے کچھہ تغیر و تبدیل یا کمی بیشی مقاصد و مطالبِ کتاب

میں واقع نہیں ہوتی ہے حسب گزارشِ مذکورۂ بالا یہی تحریف کتاب ٹھہرائی بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہہ کیا کہ کتاب تو لکھتے ہیں بدعوے اثباتِ تحریف اور پیش کرتے ہیں کہ توریت یا فلانے نبی کی کتاب الہامی نہیں یا فلانی کتاب کے مضمون اچھے نہیں یا فلانے صحیفہ کی نسبت وقتِ تصنیف میں بعضوں نے یہ شک کیا ہے یا دہریوں کے یہہ اعتراضات ہیں نسبت فلاں فلاں آیات کے یا فلانا شخص اٹکل سے یوں کہتا ہے وقتِ تالیف میں فلاں کتاب کے یا بعضے شخص فلانے نبی یا حواریوں کی نبوت اور رسالت میں یہ کلام کرتا ہے یا انہی آیتوں میں باہم اختلاف ہے وغیرہ*

مگر ظاہر ہے کہ ایسی باتوں سے نہ تحریف ثابت ہوتی ہے نہ قرآن مطابق وہ واقعی کتاب مقدس کے ہوسکتا ہے نہ ان بیانوں کو کچھ بھی تعلق دعوی تحریف سے ہے۔ غرض اونکی ان سب باتوں سے محض یہ ہے کہ لوگوں کے دلوں پر ایسی ایسی باتوں سے شک و شبہہ کتاب مقدس کی حقیقت اور من جانب اللہ ہونے کی نسبت ڈالیں اور اونکو متردد کریں۔ تاکہ خام طبع لوگ ایسے ایسے حالات سنکر خاموش ہورہیں۔ مگر ظاہر ہے کہ اگر بالفرض و التقدیر کتاب مقدس منجانب اللہ نہیں اور انبیاے بنی اسرائیل سچے نبی نہیں یا حواری صاحب الہام نہ تھے تو اس سے تحریف ثابت نہیں ہوسکتی ہے۔ بلکہ اس سے خود قرآن کا بھی باطل ہونا ظاہر ہے جو ان سب کو منجانب اللہ اور حق بتلاتا ہے*

یہہ نیاز مند بپاس خاطر آپ صاحبوں کے اون سب عمدہ اعتراضونکو حتی الوسع

جمع کرکے ذیل میں لکھتا ہی اور بقدر ما وجب جواب بھی عرض کرتا ہی تاکہ آپ

صاحبوں پر بخوبی ظاہر ہو جاوے کہ ان اعتراضات سے نہ تحریف ثابت ہوتی

ہی نہ امور تنقیح طلب کا جواب شافی ملتا ہی *

پہلا اعتراض یہہ کہ توریت کے اول صحیفے یعنی کتاب پیدایش کو بعض

اقوال کے بموجب حضرت موسی نے اوس وقت لکھا کہ جب تک اونکو نبوت

نہ ہوئی تھی تو الہامی کہاں سے ہوئی * اسیطور کتاب قضات اور راعوث

کی نسبت بعضے کہتے ہیں کہ الہامی نہیں ہیں - اور کتاب حضرت ایوب کا

حال بھی ایسا ہی ہی کہ معلوم نہیں کہ حضرت ایوب کون تھے اور کس ملک میں

اور کسوقت تھے - اسیطور زبور کی نسبت بعضے لوگ کہتے ہیں کہ الہامی نہیں ہیں - کتاب جامعہ

کی نسبت بعضے یہودی الہامی تصور نہیں کرتے تھے - اور کتاب نشید الانشاد کو بعضے

لوگوں نے اچھا نہیں کہا اوسکے مضامین کو خراب بتلایا ہی اور کہا ہی کہ کتاب مقدس سے نکالنے

کے لایق ہی - کتاب دانیال کو کسی کسی نے کلام بشر تصور کیا ہی اور الہامی نہیں جانا *

صاحبو انصاف فرمائیے کہ اس بیان اور اعتراض کو کیا مناسبت تحریف

سے ہی - اول تو مسلمانونکو ایسے اعتراض کرنا ہی ناجائز ہی اونکو ان توہمات سے کیا تعلق

اور ایسے اعتراضات پیش کرنے کا کیا نتیجہ *

ہم اونکو اسیقدر جواب دینگے کہ آپ اگر قرآن کو حق جانتے ہیں تو وہ صاف

صاف گواہی دیتا ہی کہ توریت و زبور و جملہ صحف انبیاے کرام جو اہل کتاب کے پاس ہیں اور جنکو وہ پڑھتے ہیں وہ سبکے سب کلام اللہ ہیں - اب اہل اسلام چاہے اسکو الہامی جانیں یا نہ جانیں

اور جب تک کوئی شخص قرآن کو حق مانتا اور دعوی اسلام کرتا ہی تب تک کتاب مقدس کی نسبت کوئی کلام خلاف تصدیق و شہادت قرآن مسموع نہیں ہو سکتا ہی +

اِسکے علاوہ کسی کتاب کا الہامی ہونا نہونا یا اوسکا مضمون عمدہ ہونا یا نہ ہونا اور بات ہی اور تحریف دوسری بات ہی - یعنی بالفرض کتاب مقدس خدا کا کلام نہیں تو اِس سے تحریف ثابت نہیں ہو جاتی ہی - اگر کوئی شخص کہے کہ قرآن خدا کا کلام نہیں یا اوسکے مطالب و مضامین اچھے نہیں تو اِس سے قرآن محرف نہیں ٹھہر سکتا ہی +

ہاں البتہ اگر اہل اسلام یہ بات ثابت کریں کہ جس کتاب کی قرآن نے تصدیق کی ہی اوسمیں کتاب پیدایش و زبور وغیرہ نہ تھیں اور اب ہیں تو تحریف ثابت ہو سکتی ہی - ورنہ ایسے اعتراضات کرنا محض بیجا ہیں +

(۲) یہ کہ کتاب مقدس کے بعض صحیفونکے مصنفونکے نام کے تعین میں اختلاف ہی اور بالیقین معلوم نہیں ہوتا ہی کہ اُن صحیفونکے مصنف کون تھے اور وقت تصنیف میں بھی اختلاف ہی بعضے ایک وقت قرار دیتے ہیں اور بعضے دوسرا وقت خیال و گمان کرتے ہیں +

اِس اعتراض کا حال بھی مثل اعتراض اوّل کے ہی کہ اِس امر سے اور تحریف سے کچھ علاقہ نہیں ہی۔ اِسکا جواب اہلِ اسلام کو صرف اسقدر کافی ہی کہ قرآن اون تمام و کمال کتاب مقدّس کی تصدیق کرتا ہی اور اونکو کلام اللّٰہ اور حق بتلاتا ہی جو محمد صاحب کے ہمعصر یہود اور نصاریٰ کے پاس موجود تھے اور جابجا مشہور اور معروف اور مروّج اگر اوس کتاب کے صحیفوں کے مصنفوں کے نام بالیقین نہ جانو یا تعئینِ زمانِ تصنیف نہو سکے تو کیا مضائقہ۔ اور اِس سے تحریف سے کچھ علاقہ نہیں۔ ہاں البتّہ اگر یہہ ثابت ہووے کہ یہہ صحیفے اوس وقت مجموعے میں شامل نتھے یا محمد صاحب کے زمانہ کے بعد تصنیف و تالیف کیئے تو تحریف ثابت ہوگی ❊

اِسکے علاوہ واضح ہو کہ جملہ صحفِ عہدِ عتیق ابتدا سے الہامی اور منجانب اللّٰہ مانے جاتے ہیں حضرت موسیٰ سے گیارہ سو برس تک متواتر انبیاے کرام کے ہاتھ میں رہے اور سنِ بعد یہ سب مجموعۂ صحف تمام یہودیوں میں جاری اور مشہور و معروف اور مروّج رہا اور پھر خداوند مسیح نے اسی کی تصدیق فرمائی اوسکو کلام اللّٰہ بتلایا اور جابجا اون کتابوں پر حوالہ دیا بلکہ اوسنے اور اوسکے مقدّس رسولوں نے اون میں کی آیات کثیر اور مضامین و مطالب کو پیش کیا اور بطور اقتباس و خلاصہ مضامین صحفِ عہدِ جدید میں مندرج کیا۔ اور اوس زمانہ سے ابتک متواتر تمام جماعتِ ایمانداران مسیحی اور یہودیوں میں بجنسہ و بعینہ موجود اور جاری ہی ❊

پس جملہ صحفِ عہد عتیق بغرضِ ہدایت و ارشاد و تعلیم و تلقین و اخبار خدای تعالے کے طرف سے بالہامہ تعالیٰ مرحمت ہوئے - مصنّف یعنی انبیاے کرام صرف بیان کرنے والے اور محرر حکمِ الٰہی کے تھے - پس اگر بعض صحیفوں کے مصنفوں کے نام بالیقین دریافت نہ ہوئے یا وقتِ تصنیف بعض صحف میں اختلافِ تعئین ہوا تو کیا قباحت لازم آتی ہے جس حالت میں کہ بدلائلِ یقینیہ و براہینِ قطعیہ ثابت ہے کہ خداوند مسیح اور اوسکے سب حواری بلاشبہہ صادق اور راستگو تھے اونکا فرمودہ تمام اون شکلوں اور اندازوں کے اقوالِ مختلفہ سے اعلیٰ و افضل اور یقینی ہیں - اور پھر یہ بھی کہ اکثر علما کا اتفاق نسبت مصنفینِ صحفِ موصوف و تعئینِ زماں بھی موجود ہے گو بعض کو اختلاف ہے +

الغرض اس سے نہ کچھہ تعلق تحریف سے ہے اور نہ اس لاعلمی سے کسیطرح کی قباحت نفسِ کتاب کی حقیقت پر عائد ہوتی ہے - اور نہ اہلِ اسلام کو ایسے اعتراض کرنا بدعویِ اسلام مناسب ہے +

(۴) یہ کہ انجیل متی کی نسبت اختلاف ہے کہ اوسنے اپنی کتاب عبرانی میں لکھی یا یونانی میں اور اکثر قول علما کے ہیں جن سے دریافت ہوتا ہے کہ متی نے انجیل عبرانی میں لکھی تھی اب وہ نسخہ جہان بھر میں نہیں ہے اسکا ترجمہ یونانی ہے مگر ترجمہ کی نسبت اختلاف ہے کہ اوسنے خود کیا یا اوسوقت کسی اَور نے کیا +

لیکن اس امر کو بھی تحریف سے کچھہ علاقہ نہیں - کیونکہ جو کتاب محمد صاحب

بلکہ خود حواریوں کے زمانہ میں تمام جماعتِ مسیحیوں میں رائج تھی وہ یونانی تھی پس وہی کتاب بشمول صحفِ دیگر شہادت قرآنی سے تصدیق کی گئی ہے۔ ابتدائے حال پر معترض ہونا اہل اسلام کو بپابندیِ اسلام لازم نہیں۔ اگر قرآن کو حق جانتے ہو تو وہ اوسی کتاب کی تصدیق کرتا ہے جو زمانہ محمدی میں جا بجا مسیحیوں میں جاری تھی اور وہ بالاتفاق یونانی نسخہ تھا *

علاوہ اسکے اکثر قول معتبر او مستندیہ ہیں کہ متی نے خود ہی اپنی کتاب عبرانی کا زبانِ یونانی میں ترجمہ کیا تھا وہی ترجمہ جملہ مسیحی جماعتوں میں رائج ہوا اوسی کی نقلیں ابتک موجود ہیں *

اور اگر بالفرض کسی ایماندار نے کیا تو وہ صحیح اور درست ہے کہ تعلیمات و ہدایات و مطالب و مضامین مطابق و موافق جملہ کتاب مقدس کے ہیں اور اسکے علاوہ ابتدا سے تمام جماعاتِ عامہ مسیحیوں میں مقبول اور مروّج ہوئی اور تمام ایمانداروں نے اوسکو تسلیم کیا اور مانا *

(۴) یہ کہ پرانے زمانے میں کاغذ نہ تھا اسوجہ سے دو ہزار برس تک نسخجاتِ عہدِ عتیق اور سات سو برس تک نسخجاتِ عہدِ جدید کس قلّت کے ساتھ ہونگے کہ تختیوں پر کھود کر یا بعض درختوں کے پتّوں پر یا چمڑے پر لکھا کرتے تھے پھر آٹھویں صدی میں روئی اور ریشم کے کاغذ کی ایجاد ہوئی لہذا کسقدر ملحدوں اور منکروں اور بے ایمانوں کو جعل اور تحریف کی گنجائش ہوگی *

* اعجاز عیسوی صفحہ ۴۹۴ سطر ۱۴

مگر ترپر ظاہر ہی کہ ایسی باتوں سے ثبوتِ تحریف نہیں ہو سکتا ہی۔ ان معترض صاحبوں کے محض وہم وخیال ہیں۔ اوّل تو محمدیوں کو قبل زمانۂ محمدی کے حالات مذکورۂ بالا میں گفتگو کرنا اور خلاف شہادتِ قرآن اعتراض پیش کرنا لاحاصل ہی۔ علاوہ براں بھلا ایسے توہماتِ دور از کار سے کہیں تحریف ثابت ہو سکتی ہی یا کتابِ مقدس کی اصلیت میں کوئی شبہہ پڑ سکتا ہی ہرگز نہیں۔ کیونکہ جس حالت میں لاکھوں ایماندار لوگ جابجا موجود تھے جو کتابِ مقدس کو اپنا دین و ایمان کا سرچشمہ جانتے اور اوسکو کلام اللہ مانتے تھے اور اُسکی تلاوت فرض سمجھتے تھے پس کیسی ہی محنت و مشقت کیوں نہ تھی اور اسقدر تحریر و کاغذ کی آسانی اوسوقت نہ تھی جیسے فی زمانناہی مگر تاہم بیشمار نسخجات موجود تھے اور تمام جماعاتِ ایماندار ان میں پڑھی جاتی اور جابجا ملک بملک اوسکی منادی اور وعظ و تعلیم ہوتی تھی۔ پس اس حالت میں کسی ملحد اور منکر کا زہرہ نہ تھا اور نہ کسی بے ایمان کو مجال تھی کہ کتاب مقدس کو محرف کر سکے ٭

(۵) یہہ کہ بخت نصر کے وقت یہود پر بڑی خرابی پڑی ہیکل ڈھائی گئی اور یہود مقتول ہوئے اور مقید ہوئے سب نسخے پُرانی کتابوں کے برباد ہو گئے بحدیکہ اگر حضرت عزرا نبی پیدا نہوتے اور نسخۂ توریت نہ لکھتے تو کلام الٰہی بالکل کا کسی کے پاس صحیح نہ نکلتا ٭

مگر یہہ اعتراض بھی شامل توہماتِ مذکورہ بالا کے ھے۔ ایسی گفتگوئیں اہلِ اسلام کو لازم نہیں اور نہ ان باتوں سے صحفِ عہدِ عتیق کی تحریف پر شبہہ پڑسکتا ھے۔ بموجب تصدیق وشہادت قرآن صحفِ عہدِ عتیق جو زمانۂ محمدی میں یہود ونصاریٰ میں رائج ومشہور تھے بالاتفاق کلام اللہ تھے پس اگر فرض کیا جاوے کہ زمانۂ بخت نصر میں کتابِ مقدس جہان سے مفقود ہوگئی تھی تو جوابدہی اسکی خود اہلِ اسلام پر بھی واجب ھے ✤

علاوہ اِسکے واضح ہو کہ یہہ سچ بات ھے کہ بخت نصر نے یہودیوں کو بہت ستایا اور انکو قتل بھی کیا اور بہتیروں کو قید کرکے بابل میں لے گیا اور اوس حالت میں نسخجاتِ قدیمہ بھی برباد ہوئے مگر یہہ بات کون ثابت کرسکتا ھے کہ تمام کتابیں یعنی تمام نسخجاتِ یہود کے برباد ہوگئے اور کسی کے پاس کتابِ خدا باقی نرہی تھی۔ پھر اسکے سوا جب حضرت عزرا کی نبوت اور اونکی کتابت کا اقرار ھے پس بالاتفاق نبی تبلیغ رسالت واظہارِ کلام الٰہی میں معصوم ھے لہٰذا وہ نسخہ جو حضرت عزرا نے لکھا صحیح نقل مطابق اصل کے تھا۔ اسکے سواے خداوند مسیح کی کامل شہادت عہد عتیق کے جملہ صحف کی منجانب اللہ اور صحت واصلیت کے واسطے کافی ووافی ھے اور بس ✤

(۲) یہہ کہ انٹوکس بادشاہ کے جور وظلم اور شہنشاہانِ فرنگستان کے آفات کے باعث کہ وہ سب بت پرست اور غایت درجہ کے جانی دشمن مسیحیوں کے تھے مدتہاے مدید تک مسیحیوں کو قتل متواتر کرتے رہے اور اشد عذاب و

عقوبت اُن لوگوں کو دیتے تھے اونکا یہہ بھی حکم تھا کہ مسیحیوں کی کتابیں جہانتک پاؤ نیست و نابود کردو۔ پس جہاں مدتوں تک آفتیں اور مصیبتیں ایمانداروں پر رہیں اور متواتر قتل جاری رہے ہوں اور ڈھونڈھ ڈھونڈھکر کتابیں جلائی گئی ہوں اُس وقت کس قدر قلتِ کتابِ مقدس کی ہوگی اور اوسمیں جعل و تحریف ممکن ہوگا ✣

اعتراض دسواں

مگر یہہ بھی ایک وہم معترضوں کا ھے۔ بخوبی معلوم ہوتا ھے کتبِ تواریخ سے کہ اوس بلا و مصیبت اور سخت امتحان میں ایمانداروں نے جسطرح اپنا ایمان سلامت رکھا اور اپنے دین پر مستحکم رہے اسی طرح انھوں نے اپنی دینی کتابیں محفوظ و مصئون رکھیں ✣

خدا کے اون سچے بندوں نے اپنی جانوں کا دینا اختیار کیا اور اوسکے عوض میں اون کتابوں کو لیا یا تو ایمانداروں کے حوالہ کیا یا تہخانوں اور محفوظ مقاموں میں چھپا دیا چنانچہ بعد گذر جانے اوس زمانۂ پر آشوب کے کتابِ مقدس اور اوسکے سوا دوسری دینی کتابوں کے نسخجاتِ کثیر صدہا مقاموں سے برآمد ہوئے۔ اور اسکے سوا نہ تمام مسیحی روے زمین سے نیست و نابود ہوگئے اور نہ تمام کتابیں برباد ہوگئیں بلکہ لاکھوں دیندار باقی اور موجود رہے اور بیشمار کتابیں اوس بلا سے محفوظ و مصئون اونکے ساتھ رہیں اور وہ سب بجنسہ و بعینہ ویسی ہی ہیں جو اب جاری ہیں ✣

(۷) یہ کہ حواریوں کے وقت سے پندرہ سو برس تک مسیحی کلیسیوں میں مجموعۂ
عہد عتیق کا ترجمۂ یونانی مستعمل تھا اور عبرانی کی طرف جمہورِ سلف ملتفت نہ تھے۔
بلحاظِ حوادثِ مذکورہ عبرانی نسخجات کس قلّت کے ساتھ ہونگے اور وہ بھی جسقدر
ہوں یہودیوں کے پاس ہونگے اور مسیحی گرجوں میں بھی شاید بطورِ تبرّک کہیں کہیں
ہوں اور یہود تو شرارت میں ضرب المثل ہیں پس اونکو اپنی شرارت سے یہ بات
اور غنیمت تھی کہ جو چاہیں بنالیں پس کیا عجب کہ یہود نے مجموعۂ عہد عتیق میں
تحریف کی ہووے ٭

یہ بھی ایک وہم ہی مثل توہماتِ بالا کے۔ اسواسطے اگر فرض بھی کرلیں خلاف
واقع کہ پندرہ سو برس تک جملہ مسیحی حواریوں سے لیکر پندرہویں صدی تک زبانِ
عبرانی سے ناواقف تھے اور محض ترجمۂ یونانی اُن میں رائج تھا اور بطورِ تبرّک
کہیں کہیں عبادتخانوں میں عبرانی اصل موجود تھی پس جب زبانِ عبرانی سے
واقفیتِ تام حاصل ہوئی اور ہزاروں عبرانی دان مسیحی گذرے اُنھوں نے جب اون
عبرانی نسخوں کو جو اونکے بیچ تھے اُن عبرانی نسخوں سے جو یہودیوں کے پاس ہیں ملایا اور اوس ترجمۂ یونانی
بلکہ دوسرے زبانوں کے ترجموں سے ملایا تو بالاتفاق لکھا کہ سبکے سب مطابق
وموافق اور یکساں ہیں جیسا آگے مرقوم ہوگا ٭

(۸) یہ کہ ملاحظۂ زبور و کتاب نحمیاہ وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانۂ سلف میں
بھی طریق تصنیف کا ایسا ہی تھا جیسا اب ہے کہ مطالعہ کنندۂ کتاب معلوم کرلیتا

تھا کہ مصنف اپنا حال لکھتا ہے۔ مگر توریت میں کوئی ایسی آیت نہیں ہے جس سے
معلوم ہووے کہ حضرت موسیٰ خود اپنا حال لکھتے ہیں۔ بلکہ جہاں ذکر موسیٰ آیا ہے
بصیغۂ غائب بیان کیا ہے ایک جگہہ بھی صیغۂ متکلم نہیں ہے۔ لہذا اوسکے پڑھنے سے
صاف واضح ہوتا ہے کہ اوس کتاب کا لکھنے والا سوائے موسیٰ کے
کوئی اور شخص ہے +

یہ تقریر قابل غور ہے کہ محض اس بات سے کہ متکلم کلام نے اپنے تئیں بصیغۂ
غائب بیان کیا ہے اس سے دریافت ہوتا ہے کہ وہ کلام اوسکا نہیں ہے۔ یا
اس سے تحریف ثابت ہوتی ہے۔ ایسی بات کو کون سچ مانیگا کہ اگر ایک مصنف
اپنی تصنیفات میں اپنے تئیں بصیغۂ غائب بیان کرے تو وہ کتاب اوسکی
تصنیف متصور نہو گی بلکہ معلوم ہوگا کہ کسی دوسرے کی ہے +

یہ عجیب و غریب بیان ہے نہ دیدہ ہے نہ شنیدہ ہے۔ ملاحظہ فرمائیے کہ اکثر شعرا اور
صاحبان تصانیف کا دستور ہے کہ اپنے تئیں بصیغۂ غائب یا حاضر بیان کیا کرتے
ہیں۔ صدہا دیوان و دیگر تصانیف زمانہ سابق و حال کی موجود ہیں پس
ایسا کرنے سے وہ کتاب یا وہ اقوال دوسرے لوگوں کے نہیں ہو جاتے
ہیں اور کوئی نادان بھی نہیں سمجھتا ہے کہ یہ کتاب کسی دوسرے شخص کی ہے
خصوصاً جب کوئی شخص اپنا حال اور اپنی سرگذشت درج کتاب کرے
تو زیادہ مناسب ہے اور زیبا کہ اپنے تئیں بصیغۂ غائب بیان کرے علی الخصوص

کتابِ توریت جو محض بالہام و حکم الٰہی اور کلام خدا ہی اور حضرتِ موسیٰ صرف اوسکے نویسندہ اور کاتب ہیں پس اس حالت میں حضرت موسیٰ ایک منشی اور کاتب من جانب اللہ ہیں اس صورت میں اگر اونھوں نے اپنے تئیں بصیغۂ غائب ظاہر کیا تو کیا قباحت بلکہ بہت درست اور مناسب ہی۔ اس سے ہرگز کسی کو وہم نہیں ہو سکتا ہی کہ توریت موسیٰ نے نہیں لکھی اور نہ اِسبات کو کچھہ مناسبت دعویِ تحریف سے ہی ٭

(۹) یہہ کہ مجموعۂ عہد جدید میں سے نامۂ عبرانیاں اور نامۂ یعقوب و نامۂ یوحنّا و نامۂ یہوداہ و کتابِ مشاہداتِ یوحنا کی نسبت چوتھی صدی سے پہلے کے لوگوں میں اختلاف تھا بعضے الہامی جانتے تھے اور اکثر اونکو نہیں مانتے تھے اور کلام الٰہی نہیں مانتے تھے مگر اب وہ صحفِ الہامی میں شامل ہیں ٭

مگر واضح ہو کہ ایسی باتوں سے تحریف ثابت نہیں ہوتی ہی۔ اوّل تو اہل اسلام کو یہی جواب کافی ہو شافی ہی کہ قرآن اُن تمام و کمال صحائف کی تصدیق کرتا ہی جو زمانۂ محمدی میں مروج تھے پس اس سے کیا غرض کہ اوس زمانہ سے دو سَے تین سَے برس پہلے کے لوگ کیا اختلاف کرتے تھے۔ جبتک ہم خود قرآن ہی کی شہادت اور تصدیق سے اوسکی غیر حقیت و بطلان ظاہر کرتے ہیں تب تک اِس امر کا بالکل موقع نہیں ہی کہ اہلِ اسلام خلافِ شہادتِ قرآن کلام کریں ٭

اسکے سوا واضح ہو کہ صحفِ مذکورۂ بالا کی نسبت بعض قدما کو نہ اکثر کو شبہہ تھا کہ فی الحقیقت
حواریوں ہی کے لکھے ہیں یا نہیں اور وجہ شبہہ کی یہ تھی کہ جب کوئی کتاب یا رسالہ
بالہام الٰہی حواری لکھتے تھے اوسکی نقلیں تمام جماعاتِ مسیحی میں ہو جاتی تھیں اور
جبتک اُن لوگوں کو یقینِ کلّی نہو لیتا تھا کہ یہہ حواریوں نے لکھا ہے اوسکو کتابِ الٰہی
کے ساتھہ شامل نہ کرتے تھے۔ پس اِن صحیفوں کی نقلیں بعض جماعتوں کے پاس
موجود نہ تھیں اور اونکو یقینِ کلّی نہ ہوا تھا کہ حواریوں سے لکھی گئی اِس باعث
سے بعض قُدما کو کچھہ شبہہ تھا مگر قدما میں سے بھی حواری یا اونکے شاگردوں کو
شبہہ نہ تھا صرف بعض علمائے مسیحی کو جو اونکے بعد ہوئے اونکو کچھہ شبہہ تھا کہ
آیا حواریوں کے لکھے ہیں یا نہیں۔ لیکن جسوقت صحف مذکورۂ جماعاتِ عامۂ
مسیحی میں مشہور و معروف ہوئے اور دینداروں نے مقبول مانا تب سبکو
یقین ہوا کہ وہ فی الحقیقت حواریوں کے ہیں اسیواسطے برضامندی کُل جماعات
کے کتابِ مقدس کے ساتھہ شامل کیئے گئے اور ابتک متواتر و متوالی ہیں*

(۱۰) یہہ کہ کتابِ مقدّس کے صحیفوں کا حال سوا تین سو برس تک ایسا ہی
کچھہ پریشان تھا چنانچہ مجموعۂ عہد جدید کا اوپر لکھا گیا اسی طور کتاب جودت
و توبیا و حکمت و باروق و نامہ یرمیاہ کی نسبت گفتگو تھی آخر کو ۳۲۵ء میں بحکم
قسطنطین بادشاہ کے شہر نائس میں مجلس ہوئی اوسمیں کتاب جودت
واجب التسلیم ہوئی۔ پھر بکر ۳۶۴ء میں دوسری کونسل لوڈیسیا ہوئی اوسمیں

سات کتاب اور واجب التسلیم مانی گئیں پھر ۳۹۷ء میں تیسری مجلس کارتھج
منعقد ہوئی اوسمیں کتب مذکورہ اور ایک اور مانی گئیں یعنی جودت وو زڈم وتوبیا
وباروق وایکلیز اور دونوں کتاب مقابیس اور کتاب مشاہدات یوحنا - چنانچہ
رومن کاتھلک فرقہ مسیحی آج تک اونکو مانتا ہے مگر پروٹسٹنٹ اون میں سے
صرف مشاہدات کو مانتے ہیں اور باقی سات کتاب کو نہیں مانتے ہیں ٭

مگر اس سے بھی تحریف کتاب مقدس سے کچھ نسبت نہیں ہے اسواسطے
کہ ساتوں کتب مذکورہ بالا کبھی کتاب مقدس اصلی یعنی نسخہ عبرانی کے ساتھ
شامل نہیں ہوئیں اور نہ اب ہیں اور نہ عبرانی زبان میں ہیں - صرف ترجمہ یونانی کے ساتھ
شامل ہوئی تھیں اور نہ وہ الہامی ہیں نہ کسی نبی کی لکھی ہیں بلکہ تورات کے تمام
ہونے کے بعد بعض یہودی عالموں نے بطریق نصیحت وتواریخ کے لکھی تھیں بزبان
یونانی - پس وہ کلام الٰہی اور الہامی نہیں جیسا کہ اُن کتابوں کے مطالب سے
بھی ظاہر ہے - اسی سبب سے کتاب مقدس کے ساتھ نہ سابق میں شامل تھیں
او نہ اب ترجموں کے ساتھ شامل ہوتی تھیں - مگر چونکہ کتب مذکورہ بہت مفید او
تعلیم ونصیحت اور وعظ وپند کے لائق وعمدہ ہیں اسواسطے وہ جماعت میں پڑھی جاتی ہیں
اور اونکے ذریعہ سے بھی وعظ وپند کیجاتی ہے اور کتاب مشاہدات یوحنا کا حال اوپر مذکور ہو چکا ہے
جس کسیکو زیادہ تحقیقات اوسکی مطلوب ہو لازم ہے کہ اس خاص امر کے
باب میں جو کتب مفصل ہیں انکو مطالعہ کرے کہ اطمینان کلی ہوگا کہ محض کتاب

مقدس سبکی سب بلابیشی وکمی اسیقدر رہی کہ جتنی اب ہی اور وہ کتابیں علماے
یہود نے لکھی تھیں الہامی نہیں مگر لایق تعلیم وتلقین و وعظ ونصیحت کے ہیں
اسیوجہ سے سابق میں بھی وہ جماعت میں پڑھی جاتی تھیں اور اب بھی *
اور خداوند فرماوے تو ایک رسالہ بطور خلاصہ تحقیقات اور تصدیقات جماعتہاے
الہی کا لکھے گا *

(۱۱) ترجمہ سامری اور یونانی جو زمانہ قدیم میں ہوئے ہیں اون میں ایسا
اختلاف ہی کہ دلالت کرتا ہی کہ کتاب عہد عتیق میں بلاشبہہ تحریف ہوئی ہی۔
چنانچہ تعداد زمانہ آدم سے طوفان تک اختلاف ہی اور اسی طور حضرت آدم
وشیث وغیرہ انبیا اور بزرگوں کی عمروں میں اختلاف ہی۔ اسی نوع دونوں
ترجموں کے مقابلہ کرنے سے معلوم ہوا ہی کہ بعض مقامات پر الفاظ وکلمات اور
کہیں آیت کی بھی کمی وبیشی اور تبدیل پائی جاتی ہی کہ ایک ترجمہ میں ایک
لفظ ہی اور دوسرے میں نہیں ہی یا بجاے اوسکے دوسرا لفظ ہی اور اسیطور
کہیں کہیں آیتوں کی کمی وبیشی بھی ہی بنابرآن اگر ایک صحیح ہی تو دوسرا غلط ہی
اور یہی تحریف ہی *

مگر ہر فہمیدہ ومنصف مزاج شخص جان سکتا ہی کہ جیسا احقر نے سابق
ازین عرض کیا کہ جس حالت میں اصل نسخہ یعنی نسخہ عبرانی جس زبان میں
کتاب عہد عتیق انبیاے کرام نے لکھی صحیح موجود اور جاری اور مشہور ومعروف

ہی۔ پس اگر اوسکے ترجموں میں اختلاف ہی اور متفق اللفظ یا متحد المعنی نہیں تو اس سے تحریف کتابِ اصلی کی نہیں ہوسکتی ہی۔ نمایتہ الامر یہ کہ اگر فرض بھی کرلیں کہ دونوں ترجمے سامری اور یونانی میں بڑے بھاری اختلاف ہیں اور فی الواقع ایسا ہی ہی کہ اگر ایک ترجمہ کو صحیح مانو تو دوسرا غلط ہی تو بھی تحریفِ کتابِ مقدس نہیں ہوسکتی ہی اور خود کتابِ اصلی غیر معتبر و نامعتمد نہیں ہوسکتی ہی انتہا یہ کہ ترجمہ غلط ٹھہرے گا۔۔ نہ یہ کہ اصل کتاب کو محرّف ٹھہرادیں جیسا کہ سابق ازیں عرض ہوا ✣

اِسکے علاوہ یہ بھی واضح ہو کہ جن علماء نے دونوں ترجموں سامری اور یونانی مذکورہ کو بڑی ہوشیاری اور غور کے ساتھ باہدگر مقابلہ کیا ہی اور پھر اون دونوں کو اصلی نسخہ عبرانی سے بھی ملایا اُنھوں نے صاف صاف شہادت دی ہی اور مقابلہ سے ظاہر کیا ہی کہ ہر چند اِن ترجموں میں باہدگر اختلاف ہیں اور اصل نسخہ عبرانی سے بھی فرق اِن میں پایا جاتا ہی لیکن سب اختلاف اِتنے کم اور غیر مہم اور غیر گران زوائدات میں واقع ہیں کہ باوجود اونکے واضح ہی کہ کتاب مذکور اب بھی صحیح اور اصلی موجود ہی۔ اِن ترجمات میں بھی ایسا اختلافِ معنوی نہیں ہی جسکی باعث اصولِ دین یا تعلیمات و ہدایات یا کسی بڑی بات میں فرق پڑے۔ ہاں بعض الفاظ و کلمات کا فرق ہی ترجموں کے سبب اور سہو کاتبوں اور نقل کنندوں سے ہوجاتی ہیں سو ہیں نہایت جزئی اور اخف امور ہیں ✣

بلکہ کمال تعجب ہے اور نہایت حفاظت وصیانت کی دلیل ہے کہ باوجود اسقدر عرصۂ کثیر کے کہ ہزار برس سے زیادہ مدت تک دونوں ترجموں کی نقلیں بیشمار ہوئیں اور اس حالت میں سہو کاتبین سے زیادہ فرق پڑنا ممکن تھا سو ویسا نہوا بلکہ باہمدگر دونوں ترجمے اور وہ اصل عبرانی نسخہ سے ایسے مطابق وموافق ہیں کہ جملہ اصولِ دینیہ وشرائع واحکام الٰہی ودیگر مطالب ومقاصد میں یکساں اور متحد ہیں۔ صرف بعضی چیزوں مثل پہاڑوں یا دریا وغیرہ کے نام یا اعداد وغیرہ جزئی اور خفیف باتوں میں تفاوت ہے۔ چنانچہ نکتہ چین اور حرف گیر اعتراض کرنے والے بھی کوئی بھاری اختلاف نہ نکال سکے اگرچہ عبارت آرائیوں سے بڑی کوشش بھی کی +

الغرض اس اختلافِ خفیفِ ترجماتِ قدیم سامری ویونانی سے ہرگز کتابِ مقدس کی تحریف ثابت نہیں ہوتی ہے اور نہ اسکے باعث کسی کے دل میں شبہہ پڑسکتا ہے +

(١٢) یہ کہ کتابِ عہدِ عتیق کے نسخجات عبرانی بھی باہمدگر مختلف ہیں اور ایسا ہی تمام نسخجاتِ کتابِ عہدِ جدید بھی یکساں نہیں ہیں بلکہ کمی وبیشی اور تبدیل الفاظ کی ہے اور بعض جگہہ آیتوں کی بھی۔ اور تحریف کا ثبوت تو ایک لفظ کی کمی بیشی یا تبدیل سے ہو جاتا ہے۔ پس جس حالت میں خود علمائے مسیحی کے اقرار سے ثابت ہے کہ ہزاروں جگہہ کمی وبیشی یا تبدیلِ الفاظ وکلمات اصل

نسخجات میں واقع ہو تو پھر کس طرح ان کتابوں کو صحیح اور اصلی اور غیر محرف اور بلا تبدیل کہہ سکتے ہیں بلکہ بالیقین تحریف ثابت و متحقق ہو*

اِس اعتراض کو اکثر علماے محمدی نے پیش کیا ہو - مگر ہر فہمیدہ و سنجیدہ شخص جان لیگا کہ ایسی باتوں سے تحریف ثابت نہیں ہو سکتی ہو اور نہ اختلافاتِ نسخہ سے خصوصاً جب اموراتِ جزئیہ میں ہوں کوئی کتاب غیر معتبر ٹھہر سکتی ہو جیسا کہ میں نے اِس بات کو بقدرِ ضرورت بیانِ معنی تحریف میں ذکر کیا ہو*

واضح ہو کہ بہت سے علماے مسیحی نے محنت شاقہ کر کے بڑے احتیاط اور کمال عرق ریزی سے جسقدر نسخجاتِ قدیم و جدید قریب اور دور سے فراہم ہو سکے جمع کر کے مقابلہ کیا چنانچہ حکیم کنیکاٹ نے ۶۳۲ عہدِ عتیق کے نسخوں کا مقابلہ کیا - اور دی روسی عالم نے ۹۷۴ نسخوں کو باہم کر ملایا اور اسیطور اور بھی کئی عالموں نے مقابلہ کیا اور بعد مقابلہ نتیجۂ مقابلہ یہہ لکھا کہ اگرچہ عہدِ عتیق کے عبرانی نسخجات میں کاتبوں اور نقل نویسوں کے سہو و نسیان وغیرہ سے غلطیاں اور اعراب و نقاط و حروف و الفاظ کی اور بعض جگہہ جملہ کی بھی پائی جاتی ہیں مگر باوجود اسکے کوئی سہو اور غلطی ایسی نہیں جسکے باعث اصولِ ایمانیہ یا ارکانِ دین یا ہدایت و تعلیم یا کسی اور عمدہ اور بڑی بات میں اختلاف یا تبدیل واقع ہوا اور نہ کوئی قصدی تبدیل ثابت ہوتی ہو بلکہ عبرانی نسخہ عہدِ عتیق کا اصلی اور بلا تحریف و تبدیل ہمارے زمانہ تک مروج و مشہور ہو*

دیکھو احمد... وغیرہ و ... تحریف و ... وغیرہ

پھر لکھا ہی کہ کوئی گمان نہ کرے کہ ان اختلافاتِ نسخہ کے باعث کلام الٰہی میں کچھ
نقص واقع ہوا ہرگز نہیں بلکہ اوسکی جملہ تعلیمات وہدایات ومطالب ومقاصد اب
بھی وہی ہیں جو ابتدا میں تھے

علیٰ ہذا القیاس حال کتابِ عہد جدید ہی کہ مِیّل وبنگل وویت اسطین وگریسباخ
وغیرہ نے ۶۵۸ نسخے اور شولز صاحب نے ۱۲۷۶ قدیمی نسخوں کا مقابلہ کیا اور
اونکے سوا اور بھی کئی مقابلے ہوئے ہیں۔ سب نے بالاتفاق لکھا ہی کہ اگرچہ
ان نسخوں میں بوقتِ مقابلہ اختلافِ اعراب ونقاط وحروف والفاظ اور
بعضی جگہہ آیتوں کی تقدیم وتاخیر بھی پائی گئی اور چند جگہہ بعض جملہ کی کمی وبیشی
بھی دیکھی گئی مگر پھر بھی تمام کتاب بحالتِ اصلی بلاتحریف وتبدیل ہی تمام نسخوں
میں ایک ہی مضمون اور مطلب اور مقصد ہیں اور سب کے سب جملہ تعلیمات
وہدایات واصول وفروع میں موافق ومطابق ہیں۔ یہ اختلاف اکثر اوقات
نقل نویسوں کی غفلت ونسیان اور سہو سے ہوئے اور کبھی مالکِ کتاب
کی فرمایش سے ایسا ہوا کہ نقل نویس نے کوئی کلمہ یا زیادہ بطورِ تفسیر حاشیہ میں
لکھا یا خود اپنی ہی مرضی سے ایسا کیا اور جسنے اوسکی نقل کی اوس حاشیہ کو
سہواً یا قصداً متن میں داخل کردیا +

القصہ جیسا میں نے سابق ازیں بیانِ معنی تحریف میں عرض کیا ہی مدعا
یہ ہی کہ سب سے عمدہ اور بہتر طریقہ کسی کتاب کی تصحیح کا یہ ہی کہ جسقدر اوسکے

نسخے قدیم وجدید ملیں اُن سب کا مقابلہ عالم و فاضل اور زباندان اوسکے کریں اور جتنے نسخے زیادہ ہونگے اوسی قدر بسبب سہو ونسیان کاتبوں اختلافات شمار میں زیادہ ہونگے لیکن اتنی ہی صحت بھی زیادہ ہوگی - پس قدیم زمانہ میں جب فن چھاپہ کا نہ تھا نقل نویس جب کتاب مقدس لکھتے تھے تو جیسا اور کتابوں میں ہوتا ہے اوسطور کتاب مقدس کی نقل کرنے میں بھی اون سے غلطی ہوتی تھی کیونکہ محال عادی ہے اور خلاف تجربہ کہ کسی کتاب کو کئی شخص نقل کریں اور کوئی غلطی نہ کرے - ہاں البتہ اس کتاب کی نقل میں زیادہ احتیاط تھی جیسا کہ تجربہ سے معلوم ہوتا ہے - مگر یہ بات نہیں ہوسکتی ہے کہ ہزار دو ہزار نسخوں کا مقابلہ ہوا اور سب کے سب نسخے حرف بحرف اور نقطہ بنقطہ موافق و مطابق ہوں اور کوئی کاتب لکھنے میں سہو اور خطا نہ کر سکے -

پس جب مصححین کتاب مقدس نے مقابلہ کیا اور اُن نسخوں میں فرقِ اختلاف مذکور ملاحظہ کیا تو اس سے تحریف ہرگز ثابت نہیں ہوتی ہے بلکہ بلحاظ دیگر کتب کے مقام تعجب ہے کہ اگر اتنی بڑی کسی دوسری کتاب کے اسقدر نسخوں کا مقابلہ کیا جاتا تو اختلافات پائے جاتے اور بڑے بڑے فرق و تفاوت دیکھے جاتے - مگر اس کتاب کے نسخوں کے مقابلہ میں باوجود کثرتِ نقول اور امتداد مدت مدید کے پھر بھی اتنے ہی اختلاف پائے گئے اور پھر ایسا اختلاف کوئی نہ پایا گیا جسکے باعث عمدہ مطالب و مقاصد میں فرق پڑتا یا ارکانِ دین اور اصولِ ایمان

یا ہدایت و تعلیم یا دیگر مضامین عمدہ میں کمی و بیشی یا تبدیل و تغییر ہونے کا شبہہ پڑتا
پس جملہ نسخجاتِ قدیم و جدید متحد المضامین و متفق المطالب و المقاصد ہیں اور یہ
بھی ایک بڑی دلیل کتابِ مقدس کی حفاظت و صیانت کی ہے جو ایمانداروں کے
اہتمام اور محنت اور خداے تعالیٰ کی تائید اور برکت کی دلیل ہے +

اور واضح ہو کہ مصححین محققین کی محنت اور کوشش سے وہ اختلافات رفع
بھی ہو گئے ہیں اور تمام غلطیاں جو ایک نسخہ میں پائیں وہ دوسرے نسخوں کے
مقابلہ سے صحیح ہو گئیں صرف چند آیات معدودہ مشتبہ باقی ہیں جنکی جانبِ مرجح
معلوم اور وہ بھی ایسی ہیں جنکے ہونے اور نہ ہونے سے کسی طرح کا مطلب یا
مضمونِ جزئی بھی کم و بیش نہیں ہو سکتا ہے ــــ

الغرض اِن اختلافاتِ نسخوں کے اعتراض سے کسی نہج کتابِ مقدس
محرّف متصوّر نہیں ہو سکتی ہے اور نہ اِس جہت سے وہ غیر معتبر و غیر معتمد خیال
کیجا سکتی ہے ــ باقی یہ بات ہی اور ہے کہ تحریف کا ثبوت تو ایک لفظ کی کمی و
بیشی یا تبدیل سے ہو جاتا ہے +

علماے اہل اسلام جو اِس اعتراض کو پیش کرتے ہیں اون سے تعجب
ہے یا تو اُن کو لازم ہے کہ ثابت کریں کہ کتابِ مقدس کے اختلافاتِ نسخہ سے
مطالب و مقاصدِ کتاب بدل گئے اور نہیں تو ایسا کلام کو نا نہ چاہیئے کہ اب
وہ قابلِ اعتماد و لائقِ اعتقاد نہیں ہے +

(۱۳) یہ کہ توریت تمام و کمال حضرتِ موسیٰ کی تصنیف نہیں معلوم ہوتی ہے اسواسطے
کہ اوسمیں بہت سی عبارتیں ایسی پائی جاتی ہیں جن سے دریافت ہوتا ہے کہ وہ عبارتیں
یقیناً حضرت موسیٰ نے نہیں لکھیں جیسا کہ اوس کتاب کے آخری باب میں حال
موت حضرتِ موسیٰ کا لکھا ہے۔ پس اس سے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ یا تو تمام
توریت حضرت موسیٰ کی تصنیف نہیں ہے یا وہ عبارتیں دوسرے لوگوں نے ملادی
ہیں اور یہی تحریف ہے*

مگر یہ بھی ایک ناواقفیت کا شبہہ ہے یا صرف ہٹ دھرمی اسواسطے کہ بعد
حضرت موسیٰ کے حضرت عُزیر نے توریت کو لکھا ہے چنانچہ کتاب مقدس سے
واضح ہوتا ہے پس اونھوں نے بعض عبارات بطورِ ایضاح و بیانِ مطالب اضافہ
کیں اور حضرت موسیٰ کی موت کا حال مظنون یہہ ہے کہ حضرت یوشع نے لکھا ہے +
جیسی توریت کہ اب ہے مع اُن عبارتوں مذکورہ کے تمام قدیمی نسخوں میں اور
دوسری زبانوں کے قدیمی ترجموں میں موجود ہے اور سلف سے خلف تک یہودی
اور مسیحی بیشمار لوگوں میں مروّج اور جاری رہی ہے اور گو اب اون بعض عبارتوں
کی نسبت یقیناً نہیں کہہ سکتے ہیں کہ کس نبی نے لکھیں لیکن قدیم سے توریت
ایسی ہی ہے اور مجموعہ میں شامل ہے ایسی سب باتوں کے واسطے خداوند یسوع مسیح
کی شہادت کافی ہے کہ جو صحفِ انبیاے کرام اوس زمانہ میں جاری اور مروّج
تھے اونکو خداوند نے تسلیم کیا اور اونکی تصدیق کی اور اون پر حوالہ دیا +

* اعجاز عیسوی ۱۸۹ سطر ۱۵ [illegible]

اور حواری خدا کے برگزیدہ رسولوں نے تسلیم کیا اور حوالے دیئے +

اور محمدیوں کے واسطے اسیقدر کافی ھی کہ جو توریت زمانۂ محمدی مین جاری تھی وہ یہی ہی جسکی تصدیق قرآن کرتا ہی پس اگر مسلمانوں کو ان عبارتوں کی نسبت کچھ شبہہ ھی تو اُن قدیمی نسخوں کو ملاحظہ کرین جو قبل محمد صاحب کے دو سَو تین سَو برس پہلے کے لکھے ہیں اور اب تک موجود ہیں کہ اونمیں عبارات مذکورہ بجنسہ وبعینہ موجود ہیں یا نہیں +

(۱۴) یہ کہ ۵۳۳ء سے اکثر فرقوں پر پوپوں کی حکمرانی شروع ہوئی اور ۶۵۳ء میں اونکا تسلط بڑے زور شور سے ہوگیا اور فرقہ پروٹسٹنٹ کے بڑے بڑے عالموں نے اون پوپوں کو شیطان ازراہِ مذمّت کہا ہی اور ہارن صاحب ترجمۂ لاطینی کے حق میں جو مدار ایمان مقلدّانِ پوپ کا ہی یہ لکھتے ہیں کہ کوئی ترجمہ مثل ترجمۂ لاطینی کے خراب نہیں ہی اوسمیں الحاق بھی ہوا ہی۔ پس جب مدتہائے مدید تک اوس خراب ترجمہ کی مزاولت رہی اور اِس عرصۂ مدید تک اُسمیں الحاق ہوتے رہے تو تحریف مستحیل عقلاً نہیں ھی +

مگر واضح ھی کہ پوپ اور اونکے مقلدوں کی مذمّت اور تحریف سے کچھ مناسبت نہیں ھی جو لوگ خدا کے حکموں پر نہ چلیں اور خلاف کلام اللہ رسم و رواج آبائی کے پابند ہوں اور بدعتوں کو مانیں وہ قصور اُن لوگوں کا ہی مگر اس سے کلام الٰہی پر کوئی اعتراض نہیں۔ باقی رہا ترجمہ لاطینی پس جیسا میں نے اوپر

عرض کیا کہ جب حالت میں اصل نسخہ مقدس کتاب کا یعنی نسخۂ عبرانی عہد عتیق کا اور نسخہ یونانی عہد جدید کا صحیح موجود اور جاری ہے پس ترجمہ کی غلطی سے کتاب موصوف محرف نہیں ہو سکتی ہے۔ اگر سقم ہے تو اوس ترجمہ میں ہے اور بس +

(۵ا) یہ کہ بعض صاحبوں نے بعضے دہریوں اور ملحدوں او منکروں کی کتابوں سے کتاب مقدس کے مضامین پر بہت سے اعتراض کیئے ہیں کہ فلاں فلاں مضامین نامناسب ہیں اور یہ تعلیم اچھی نہیں ہے اور اِس بیان پر فلانا منکر یہ اعتراض کرتا ہے۔ اور فلانا دہریہ اپنی کتاب میں کلام الٰہی پر یوں ہنستا ہے اور فلانا ملحد اور منکر ایسے کلمات گستاخانہ کہتا ہے اور فلانا بے ایمان خود خدا تعالے کو نہیں مانتا ہے اور فلانے زمانہ میں دہریوں کا فلانے فلانے ملک میں یہ زور و شور تھا اِسی طور جزر کے جزر سیاہ کیئے ہیں اور اونکے ذیل میں یہ بھی بیان کیا ہے کہ بعض روایات یا تعلیمات کتاب مقدس کی باہمدگر مخالف و مبائن ہیں یا یہ بیان خلاف واقع ہے وغیرہ * +

لیکن اِن باتوں سے اور تحریف سے کوئی علاقہ نہیں ہے۔ ایسی باتوں کا لکھنا اِن صاحبوں کو محض ازراہِ تعصب و خشم و غضب ہے کہ جب ثبوتِ تحریف سے عاجز ہوئے ایسی باتیں دہریوں اور ملحدوں کے اقوال سے لکھدیں تاکہ لوگوں کے دل میں کتابِ مقدس اور دینِ حق کی طرف سے شبہہ پڑے اور یوں ہی تذبذب اور شک میں پڑجاویں۔ مگر اول تو ایسے کلام جیسے اُن صاحبوں

نے باوجود اقرار اسلام کے کتاب اللہ اور دین حق اور انبیا وحواریوں وغیرہ
کی نسبت لکھے ہیں ہرگز ہرگز کسی محمدی کو درست نہیں بلکہ بلا شبہہ ایسی باتین کرنا اور لکھنا
دائرہ اسلام سے خارج ہوتا ہی چنانچہ جو چاہے اُن باتوں کو دیکھ لے کہ اہلِ اسلام کو زیبا
نہین بلکہ خلاف بات ہی کہ جبتک وہ اسلام کا دعوی کرتے ہیں تب تک اُن باتوں
میں گفتگو کریں اور ایسے اعتراض پیش کریں جو جانبین کے نزدیک مسلّم اور بلا اختلاف ہین
اِسکے سوا اگر بالفرضِ محال تسلیم بھی کیا جاوے کہ وہ سب اعتراض درست ہیں
اور تمام باتیں صحیح ہیں کہ کتابِ مقدّس کی تعلیم و ہدایت وغیرہ درست نہیں ہیں
اور اوسکی روایتوں میں تعارض و تضادِ حقیقی ہی تو اِس سے یہ معلوم ہوگا کہ کتاب
مقدّس الہامی نہین اور دین مسیحی حق نہیں مگر اِس سے کتاب مقدس کی
تحریف ثابت نہیں ہوسکتی ہی۔ کیونکہ تحریف اوسی صورت میں ثابت ہوسکتی
ہی جب یہ بات بدلائل یقینیہ ثابت ہو کہ اِن کتابوں میں پہلے یہ سب مضمون
نہ تھے اور وہ روایات نہ تھیں اور وہ تعلیمات وہدایات واخبار وغیرہ تھے
جن پر اعتراض کیا ہی یا جنکو دہریوں ملحدوں اور منکروں نے نامناسب اور برا کہا ہی
کسی کتاب پر لوگوں کا اعتراض کرنا اور اوسکے مضامین کو برا جاننا
بلکہ بالفرض اوسکے فی الواقع قابلِ اعتراض و لائقِ گرفت کے ہونا اور بات
ہی اور تحریف دوسری بات ہی ٭
مثلاً قرآن کے مطالب ومقاصد ومضامین پر لوگ اعتراض کرتے ہیں

اوسکے اصولِ ایمانیہ اور احکام اور قصص وغیرہ کونامناسب اور خلاف واقع بیان کرتے ہیں اور اوسکی آیات و اخبار میں بھی اختلافِ معنوی اور حقیقی ظاہر کرتے ہیں لیکن اس سے قرآن کی تحریف ثابت نہیں ہوسکتی ہی بلکہ جو سنیگا ہنسیگا کہ جس قدر نسخے قرآن کے ہیں سب میں یہی مضمون اور مطلب ہیں پس یہی حال کتاب مقدس کا سمجھنا چاہیئے +

الغرض مضمون اور مطالب کتابِ مقدس پر اعتراض کرنے سے کسی نہج شبہہ تحریف نہیں پڑسکتا ہی - ہاں جسوقت اہلِ اسلام کتاب موصوف کو اصلی اور صحیح ہونے کے معترف ہوں اور یہ بات بھی بانصافِ دل یقین کریں کہ قرآن کتابِ موصوف کی گو بظاہر تصدیق کرتا ہی کہ اوسکو کلام اللہ بتلاتا ہی مگر باطن اوسکے مخالف و مبائن و معارض بیان و تعلیم کرکے اوسکی تکذیب کرتا ہی تو ایسا کرنے سے وہ خود تو فی الواقع و فی الحقیقت کلامِ الٰہی نہیں ہوسکتا ہی - تب اس بات کی تحقیقات اور دریافت کا موقع ہوگا کہ کتاب موصوف منجانب اللہ ہی یا نہیں - اور اوسکے مطالب و مقاصد و مضامین حق و درست اور صحیح و راست اور واقعی ہیں یا نہیں اور دہریوں ملحدوں اور منکروں کے اعتراض بجا ہیں یا بیجا - مگر جب تک مسلمان قرآن کو من جانب اللہ اور محمد کو رسول اللہ مانتے ہیں تب تک اونکو کتاب مقدس کے مضامین پر یا انبیاے کرام وغیرہ بزرگانِ دین مسلم الطرفین پر معترض

ہونا نازیبا و نامناسب و خلافِ دابِ مناظرہ و مباحثہ اور خلاف حق جوئی و خدا ترسی کے ہی ٭

(۱۶) یہہ کہ جسٹن نامی عالم مسیحی یہودیوں کو بعض آیاتِ توریت کی نسبت الزامِ تحریف دیتا تھا کہ اُنھوں نے توریت کو بعدِ مسیح بدل ڈالا ہی اور علماے مسیحی نے اوسکے قول کو تسلیم کیا ہی۔ پس علماے مسیحی کے اقرار سے توریت کی تحریف ثابت ہوئی ٭

مگر واضح ہو کہ جسٹن نے یہہ بات غلطی سے کہی چنانچہ محققینِ عُلما نے اس امر کو بخوبی تمام ظاہر کیا ہی کہ اوسنے یہ بات صرف اِس باعث سے کہی تھی کہ وہ زبانِ عبرانی نہ جانتا تھا اِس جہت سے اصلِ عبرانی نسخہ سے ناواقف تھا صرف قدیم ترجمۂ یونانی جسکو سپٹواجنٹ کہتے ہیں اوسکے پاس تھا اور ترجمۂ مذکور بعض جگہہ غلط ہی اِس جہت سے جیسا اوسنے دیکھا کہ نسخۂ عبرانی جو یہودیوں کے پاس موجود تھا اوسکے پاس والے ترجمہ سے سب باتوں میں موافق نہیں بلکہ بعض جگہہ فرق ہی تو اوسے گمان کیا کہ اون یہودیوں نے اپنا نسخۂ عبرانی بدل ڈالا ہی پس یہ قول جسٹن کا محض ناواقفیت زبانِ عبرانی سے تھا چنانچہ کئی علماے نامدار نے اسبات کو بدلائل ثابت کیا ہی کہ نسخۂ عبرانی باوجود سہو و نسیان کاتبوں کے نہایت خفیف باتوں میں ہوئے ہیں اصلی و قابلِ اعتماد ہی ٭

اور جسٹن کے قول کو بعض علما نے مانا تھا یہ کہ سبعنے پس ایک شخص کا گمان جو محض ناواقفیت زبان عبرانی کے سبب سے ہوا ر و برو اوس تحقیقات کامل کے جو علماے کثیر نے کی ہو قابل التفات نہیں ہو جنھوں نے دونوں اصل اور ترجمہ کو ملاحظہ کر کے براہین ثابت کر دیا ہو کہ بلاشبہہ نسخہ عبرانی صحیح و درست بلا تحریف و تبدیل ہو +

(۱۷) یہ کہ حواریوں ہی کے زمانے میں بہت سے لوگ جھوٹی تعلیمات کرتے تھے بعد یکہ حواری اور انجیل نویس بھی اپنی تحریرات میں اپنے شاگردوں کو اسکی اطلاع کرنے لگے چنانچہ نامہاے حواریوں میں موجود ہو اور اونکے بعد اتنی کتابیں انجیل اور اعمال الرسل اور نامے اور مشاہدات وغیرہ کے نام سے جعلی اور جھوٹی کتابوں کا رواج ہوا کہ اونکا حصر مشکل ہو - ان صاحب تفسیر میں لکھتے ہیں کہ ان جھوٹی اور جعلی کتابوں میں سے بہت سی نیست و نابود ہو گئیں اور بعضی اب تک موجود ہیں اونکے پیچھے اون کتابوں کو جو اوسوقت موجود تھیں فہرست لکھی ہو - پس جس حالت میں اتنی بیشمار کتابیں جاری ہوں پس کس طور معلوم ہو سکتا ہو کہ ان میں سے کونسی حق اور من جانب اللہ ہو اور کونسی جھوٹی اور جعلی ہیں *

لیکن ان صاحبوں کا ایسا حق و باطل کو یکساں بیان کرنا افسوس کے لایق ہو ورنہ ایسی باتوں سے کتاب مقدس پر تحریف کا شبہہ نہیں ہو سکتا

* اعجاز ص ۱۲ و ۱۳ سطر ۴ و ۵

ہے۔ چاند پر خاک نہیں پڑ سکتی ہے ❊ واضح ہو کہ جس طرح دینِ مسیحی باوجود کثرتِ رواج
ادیانِ باطلہ کے سب میں معزز و ممتاز رہا ہے اور باانیمہ کہ ابتدا سے آج تک بہت سے
جھوٹے دین دنیا میں جاری رہے مگر دینِ مسیحی سب سے جدا اور علیحدہ ہے اسی طور
جعلی اور جعلی کتابوں کے ہونے یا جھوٹے وعظوں کے ہونے سے کتابِ مقدس عہد جدید
بھی مشکوک و مشتبہ نہیں ہو سکتی ہے ❊

جسطور حواریوں نے دینداروں کو اون جھوٹے وعظ و تعلیم کرنے والوں اور اون کی
باطل باتوں سے متنبہ کر دیا اسی طور جمہور مسیحی اور تمام کلیسیاے عامۂ مسیحی صرف اس
کتاب کی ابتک بلاناغہ تلاوت کرتے اور اسکے بموجب عمل کرتے رہے ہیں۔
اور یہی کتاب ہمیشہ سے تمام جماعات میں عموماً بوقت عبادتِ روزانہ و اعیاد وغیرہ
عبادتخانوں میں متواتر پڑھی جاتی ہے اور یہی مدار ایمان و اعمال و ہدایت و دستور العمل
تعلیم و تلقینِ جماعات عامہ مسیحیہ میں رہی ہے ❊ اس کتاب کے سوا کبھی کوئی دوسری
کتاب مقبول کلیسیا میں نہیں ہوئی کہ وہ کلامِ خدا ہے۔

الغرض کتابِ مقدس انجیل کے یہی پاک نوشتے یعنی یہی انجیل اربعہ و اعمال ارسل
و مکتوبات و مکاشفات جملہ جماعاتِ مسیحیہ میں عموماً مروج و متداول و مشہور و معروف
ابتدا سے آج تک متواتر رہے ہیں یہانتک کہ ہر ایک ایماندار ان سے واقفیت
رکھتا اور اونکو بخوبی جانتا اور پہچانتا رہا ہے۔ کیونکہ علاوہ علما اور فضلا کے جو
انکو پڑھتے پڑھاتے وعظ و نصیحت و تعلیم و تلقین کرتے اور جنکی تفاسیر و کتب

اور رسالے اور خطوط وغیرہ تصانیف ابتک بکثرت صفحۂ روزگار پر موجود ہیں۔ اونکے سوا جو
لوگ لکھنے پڑھنے سے عاری ہیں یا تھے وہ بھی کتاب موصوف کو عبادتخانوں میں
بوقت عبادت اپنی زبان میں مدام سُنتے اور وعظ و نصیحت و تعلیم و تلقین پاتے
رہے ہیں جس سے انکو بھی کتاب مقدّس سے واقفیت و شناسائی ہر وقت
ہوتی رہی ہے٭

پس کتاب موصوف دنیا میں عنقا صفت نہ تھی کہ جسکو کوئی نہ پہچانے اور
دوسری کسی کو ہاں لیوے دھوکھا کر پاسکے یا ادنی شک و شبہہ کتاب مقدّس
پر ہو سکے٭

اور وہ جھوٹے اور جعلی نامے یا رسالے جو بعض بدعتی لوگوں نے لکھے وہ
کسی وقت جمہور مسیحیوں میں مقبول و مرّوج نہیں ہوئے اور نہ کسی جماعت مسیحی کو
اونکے کذب کی نسبت کبھی شک و شبہہ ہوا بلکہ ہمیشہ دینداروں نے اونکو مردود
و نامقبول جانا اور جھوٹا ظاہر کیا ہے۔ بلکہ خود اونھیں جھوٹے ناموں اور رسالوں
میں سے بعض کے سیاق تحریر سے بخوبی ظاہر ہے کہ اونکے مصنّفوں نے وہ حکایات
جمع کر کے لکھدی ہیں جو اونکے وقتوں میں بعض لوگوں میں بطور قصّہ اور زبانی
روایات کے مذکور تھیں۔ کچھہ دعویٰ الہامی ہونے کا نہیں کرتے ہیں۔
بلکہ اونسے بھی صاف واضح ہے کہ بوقت تالیف و تصنیف اون رسالوں کے
بھی انجیل شریف مشہور و معروف تھی اور خود اون رسالوں کے لکھنے والے

بھی اوسکو معتبر و مستند اور کلام اللہ ظاہر کرتے ہیں کہ بعض مقام پر بعض حالات کو
اپنے اپنے رسالوں میں درج کرکے لکھتے ہیں کہ یہہ بات انجیلِ مقدس میں بھی
مرقوم ہی*

خلاصہ یہ کہ انجیلِ مقدس کے تمام پاک نوشتے آغاز سے ابتک جمیع جماعاتِ
عامۂ مسیحیہ میں اور جمہور بیشمار مسیحیوں میں متواتر و متوالی ہر وقت جاری اور مروج و
مشہور و معروف رہے ہیں اور اسیکو سبنے ہمیشہ سے معتبر و مستند اور کلام اللہ
مانا ہی جیسا کہ آگے اوسکا مختصر حال درج ہوگا*

پس اگر بعض لوگوں نے زبانی روایات کو خواہ جمع ہی کر دیا یا کسی کسی بدعتی
کذاب نے اپنی حماقت اور شرارت سے کوئی رسالہ یا نامہ لکھکر الہامی بھی تبلایا ہی
تو اس سے کتابِ مقدس مشکوک و مشتبہ نہیں ہو سکتی ہی*

جیسا کہ قرآن اہل اسلام میں عموماً جاری ہی پس اگر کوئی ایک جعلی اور موضوعی
کتاب بنام نہاد قرآن لکھے جیسا کہ عوام میں مشہور ہی کہ فیضی نے ایسا کیا بھی تھا
تو اس سے قرآنِ متعارف و مشہور مشتبہ نہیں ہو سکتا ہی اور کوئی شخص شک
نکریگا کہ قرآن کونسا ہی*

یا مثلاً کتابِ موطاے مالک جو بروایت یحیی اہل سنن میں مروج ہی اگرچہ
اوسکی واقفیت عام لوگوں کو نہیں ہی صرف عالم ہی اوسکو جانتے پہچانتے ہیں
پس اگرچہ کئی کتابیں بنام موطا نہ صرف مرقوم ہیں بلکہ وہ بھی جاری اور مروج

ہیں لیکن باوجود اِن سب باتوں کے موطا جو مالک کی طرف منسوب ہی اوسکو ہر کوئی پہچانتا ہی اور کسی کو شبہہ نہین ہی ؂

پس جس حالت مین کہ اناجیل اربعہ و کتاب اعمال الرسل و مکتوبات و مکاشفات یوحنا مسیحیون کی جماعتون اور بیشمار لوگون میں اس درجہ مشہور و معروف و مُروّج و متداول ہون کہ ہر شخص اعلیٰ ادنیٰ صغیر و کبیر عالم جاہل سب کے سب اوسکو جانتے اور مانتے ہون اور خاطر خواہ اونکی واقفیت و شناسائی رکھتے ہوں تو ایسی حالت میں اگرچہ چند جھوٹی کتابین ان نامون سے یا دعویِ الہام سے بعض بدعتی لوگون میں پائی جاویں تو اونکے باعث یہ صحف مقبولِ انام و مشہورِ خاص و عام مشتبہ و مشکوک نہیں ہوسکتی ہیں ؂ بھلا آپ صاحب ملاحظہ فرماویں کہ جس حالتمیں کہ صحاح ستہ اہل تسنّن میں وقت تالیفِ مؤلفین سے جاری ہیں اور لوگوں میں مشہور ہیں اور سُنیّوں میں وہ کتابیں جاری ہیں پس اگر ایک عرصہ سے بہت سی جھوٹی کتابیں روایات و حکایاتِ کاذبہ کی بعض لوگون نے لکھی ہیں جیسے کئی کتب سیر اور متعدد وفات نامے اور مولود اور صدہا کتب تعویذات و اوراد و وظائف اور قسم قسم کے گنڈوں اور فتیلوں اور فالنامون اور شگون وغیرہ اور انواع و اقسام کی رسمون وغیرہ کی اور ملانوں اور پیرزادوں اور فقیروں وغیرہ میں جاری بھی ہیں اور اس شد و مد کے ساتھ کہ اونکی روایتین بھی لکھی ہیں اور یہ بھی کہ کہہ شک آ د

کا فر گردد - لیکن با وجود اِن سب باتوں کے کسی کو شک نہیں ہو جاتا ہی اور کوئی
شبہہ پیدا نہیں ہوتا ہی کہ دوسری اور تیسری صدی ہجری سے کونسی کتابیں
حدیثون کی مرَوّج ہیں اور اونمیں سے کونسی عموماً معتبر سمجھی جاتی ہیں *

پس ای بھائیو کتابِ مقدّس کو اِس سے بدرجہا افضل و اعلیٰ اِس باب
میں سمجھنا واجب ہی کہ اوسکے جاننے اور ماننے والے بیشمار خاص و عام ہر وقت
اور ہر عہد میں رہے پھر فرمائیے کہ اگر تیسری یا چوتھی صدی میں چند چھوٹی
کتابیں لوگون نے خواہ تو زبانی روایات اور قصّوں کو جو لوگوں میں زبانی تھے
کِسی نے جمع کرکے لکھہ دیا یا بعضوں نے اپنی جعلی کتاب کو الہامی بھی ظاہر کیا
تو جیسا اون رسالوں اور کتابوں کو جماعات عامّہ مسیحی حق نہیں مان سکتے تھے
اسی طور ان کُتب مرَوّجہ عام اور مشہور انام کی صداقت پر کسی کو ادنیٰ شبہہ بھی
نہیں ہو سکتا تھا *

(۱۸) یہہ کہ کتابِ مقدّس مرَوّجہ حال کی تعلیمات و ہدایات و اخبار وغیرہ مخالف
و مبائن مطالب و مقاصدِ قرآن و احادیث محمدی کے ہیں اِس سے دریافت
ہوتا ہی کہ کتاب موصوف محرّف ہو گئی ہی - بعضے کہتے ہیں کہ تحریف معظمات امور
میں واقع ہوئی ہی بالفاظ یسیر و قلیل اور بعضوں کا یہ قول ہی کہ نہیں بلکہ بکثرت
تمام تبدیل و تحریف واقع ہوئی ہی اور بعضون کا بیان ہی کہ یہ وہ کتاب ہی
نہیں ہی بلکہ اور ہی کتاب ہی - یہ تو کِسی نے توریت و انجیل و زبور وغیرہ

صحف انبیاے کرام سے بعض تعلیمات وہدایات واخبار وغیرہ اخذ کر کے درج کر دی ہیں اور باقی آپ اپنی طرف سے جو چاہا لکھہ دیا ہی لہذا جسقدر مطالب ومقاصد اس کتاب میں موافق قرآن وحدیث کے ہیں یا اونکے مخالف نہین اونکو مان سکتے ہیں اور باقی جو مخالف ومبائن قرآن وحدیث وہ سب بلاشبہہ محرّف ہیں +

مگر یہ ایک عجیب دلیل اور طرفہ مضمون ہی کہ محض اپنے دعوے بلا دلیل کو عین ثبوت قرار دیا ہی - اگر صرف دعویٰ کرنے ہی سے کوئی بات ثابت ہو جایا کرے تو جو کوئی جو دعویٰ کرے حق مانا جاوے +

غور فرمائیے کہ جس حالت میں قرآن ایسی کتاب کی تصدیق کرتا ہی اور اسکو سچّا بتلاتا ہی جو مشہور ومعروف اور مَروج ومتداولِ خواص وعوام مسیحیوں اور یہودیوں میں تھی جسکا صحیفۂ اول یعنی توریت قرآن سے دو ہزار برس پہلے سے مَروج ومتداول تھا اور صحیفۂ آخر بہی پانسو برس پیشتر سے جاری تھا - الغرض ایسے وقت میں کہ کتاب مقدّس اطرافِ عالم واکنافِ جہاں میں شرق سے غرب تک بشمار یہودی اور مسیحیوں میں جاری اور مشہور ومعروف تھی اوسوقت قرآن کی تصنیف شروع ہوئی اور وہ قرآن کتابِ موصوف کو سچّا اور خدا کی طرف سے بتلاتا ہی اور اوسکے کلام اللہ ہونے کی جابجا تصدیق کرتا ہی اور اپنی حقیقت اور منجانب اللہ ہونے اور محمد صاحب کی نبوّت کا

بھی دعویٰ کر کے اپنے دعوےٰ کے صداقت کے واسطے کتابِ موصوف کو شاہد اور
گواہ قرار دیتا ہی۔ مگر کتابِ موصوف میں کسی جگہہ قرآن و محمد صاحب کی شہادت
نہیں اور نہ اوس دعوے کی گواہی پائی جاتی ہی بلکہ اوسکے مطالب و مقاصد
ایسے ہیں جنکو اگر تسلیم کیا جاوے تو قرآن کی بہت سی تعلیمات وغیرہ ہرگز راست
و حق نہیں ہوسکتی ہیں پس اس سے خود قرآن کی غیر حقیت عیاں ہی نہ کہ کتاب
مقدس کی تحریف و تبدیل ؛

ہاں اگر اہلِ اسلام طرفدارِ قرآن ہوکر یہ عذر اور دعویٰ درمیان میں لاتے
ہیں کہ جس کتاب کی قرآن میں تصدیق ہی اور جسکو اوسنے اپنا شاہد قرار دیا ہی
وہ یہ کتاب نہیں ہی بلکہ اور ہی تھی تو اوس کتاب کو پیش کرنا چاہیئے باکامل
ثبوت دینا واجب ہی کہ زمانۂ محمدی میں مکہ اور مدینہ اور دیگر مقامات عربستان
اور روم و شام و حبش و مصر وغیرہ کے بیشمار یہودی اور مسیحی لوگوں میں اور ہی
کتاب مروج تھی جسکی تصدیق قرآن کرتا ہی۔ یا یہ کہ کتاب تو یہی ہی مگر اسمیں
معظمات امور مثل مسئلۂ تثلیث اور مسئلۂ الوہیت مسیح و روح القدس اور مسئلہ
کفارہ وغیرہ فلاں فلاں مقام پر ان الفاظ قلیل و کثیر کی کمی و بیشی یا تبدیل و تغیر
سے بدل گئے کہ اوس زمانہ کی کتابوں میں یہ مسائل نہ تھے۔ یا یہہ کہ فلاں فلاں
صحیفہ میں اس کثرت سے تحریف واقع ہوئی ہی زمانہ محمدی کی کتابوں میں وہ
بیشی و کمی نہ تھی۔ اور جبتک ایسا نہیں کرتے ہیں پس یہ دعوی بلا دلیل

پیش کرنا اور اُسیکو ثبوت بتلانا مناسب نہیں ہی کہ ایک نادان بھی اوسکو قبول نہیں کر سکتا ہی *

(۱۹) یہہ کہ کتاب مقدس مروجہ حال سے واضح ہوتا ہی کہ یہ سب کلام اللہ نہیں ہی بلکہ کلام بشر بھی کلام خدا کے ساتھہ معلوم ہوتا ہی۔ کیونکہ اُسمیں اکثر صحیفے مثل تواریخ کے ہیں جیسے کتب سیر مثل مدارج النبوۃ و شواہد النبوۃ کے ہیں جنکو علماے محمدی نے لکہا ہی کہ اون میں نسب نامے اور معجزات وغیرہ مفصل لکھے ہین اور بعضے مکتوب اور خطوط ہیں وغیرہ۔ الغرض خالص کلام اللہ نہیں ہی جیسے قرآن ہی کہ خداے تعالی خود متکلم اوس کلام کا ہی اور ہمارے نزدیک توریت و زبور و انجیل وغیرہ وہ صحیفے ہیں جو خداے تعالی نے حضرت موسیٰ و داؤد و عیسیٰ وغیرہ انبیاؤں اور رسولوں پر نازل فرمائے تھے نہ یہ تواریخ اور رسالے اور خطوط وغیرہ کہ تمام قال اللہ میں داخل نہیں ہیں *

مگر یہہ ظاہر ہی کہ ایسی باتیں ہرگز قابل اعتبار کے نہیں *

اوّل تو واضح ہو کہ کسی کلام کا ایسا ہونا کہ گویا خداے تعالی اوس قول کا قائل اور کہنے والا ہی ہرگز اِس بات کی دلیل نہیں ہو سکتی ہی کہ وہ واقعی کلام اللہ ہی اور نہ اسمیں کسی طرح کی فضیلت اور بڑائی ہی اسواسطے کہ جھوٹا شخص مدعی نبوت ایسا کلام کہہ سکتا ہی اور اپنے کلام کو قال اللہ بتلا سکتا ہی اور ایسے دعوے لوگوں نے کیئے بھی ہیں بلکہ شخص کاذب ضرور ایسی بات کریگا کہ اِس طریق

* تفسیر ازالۃ الاوہام صفحہ ۱۵۰

سے لوگوں کو فریب دیوے کہ اپنے کلام کو خدا کی طرف منسوب کرے اور کلام اللہ ظاہر کرے +

اسی طور کتابِ الٰہی اور کلام اللہ کے شرائط میں نہیں ہی اور نہ اوس کے لوازم میں سے ہی اور نہ اوسکی فضیلت اسمیں ہی کہ وہ اسطور مرقوم ہو کہ گویا خدا ابتدا بول رہا ہی اور آپ کو بصیغۂ متکلم ظاہر کرتا ہی۔ ایسے امورات کی کچھ حاجت اور ضرورت نہیں ہی بلکہ کلامِ خدا چون آفتابِ عالمتاب منور کنندۂ قلوب اور روشنی بخشِ دلہاے آدمیاں ہی اوسی سے وہ پہچانا جاتا ہی انسانوں کے دل اور اونکی ارواح اوسکی حقیقت اور کلام اللہ ہونے کی شاہد اور گواہ ہوتے ہیں ہادی برحق اور نورِ مطلق کی تاثیرِ روحانی اور ہدایتِ ربّانی سے طالبانِ راہِ ہدیٰ ہدایت پا کر یقینِ کلّی اور اطمینانِ کافی و وافی پاتے ہیں کہ بلاشبہہ یہہ کلام اللہ ہی۔ نہ کہ ان لفظی اور ظاہری اور دکھاوٹ کے دعوٰوں سے +

بلکہ جس حالت میں کہ خداے تعالیٰ اپنے کلام شریف کو (جو محض وہ مطالب و مقاصد و ہدایت و تعلیم و تلقین و اخبار درین ہیں جنکا اظہار اور بیان بغرض اصلاح و تربیت و حصولِ نجات ابدی انسان کے واسطے اوسکی حکمتِ بالغہ اور رحمتِ کاملہ میں ضرور اور مناسب ہی) بذریعۂ انبیا و رسل کے جو جنس آدم سے ہوئے ارشاد کرتا ہی پس نہایت مناسب و بغایت زیبا ہی کہ وہ اپنے انبیاؤں کو اجازت دے کہ وہ اون مطالب اور مقاصدِ مذکورہ کو جسطور

زبان انسانی میں مطابقت لغت و محاورات اہل زبان کے بیان کریں تاکہ لوگ اُن مطالب و مقاصد کو سمجھیں اور ہدایت پاویں اسیطور اون کو اس نہج مرقوم کریں کہ گویا وہ محرر اور کاتب من جانب اللہ ہیں جو اون مطالب اور مقاصد کو ارقام کرتے ہیں +

الغرض کتاب مقدس میں جسقدر کلام ہی خواہ وہ قال اللہ میں داخل ہو چاہے قال الرسول یا قال النبی یا قال الحواری ہیں وہ سکر سب بالہام الٰہی و حکم ارشاد خدا مرقوم ہوا ہی اور لکھنے والے اوسکے انبیا و رسول اور حواری تھے پس وہ سب کلام اللہ ہی۔ اسکو حاجت نہیں کہ اس طور لکھا جاتا کہ گویا خدا خود بلا واسطہ بول رہا ہی اور خدائے تعالیٰ اون الفاظ و عبارت میں اپنے تئیں متکلم قرار دیتا۔ کیونکہ مطلوب اور مقصود و مطالب و مضامین مذکورہ ہیں وہ سب خدائے تعالیٰ کے الہام اور حکم سے ہیں اور الفاظ و عبارت کے لکھنے والے انبیا و رسول ہیں اور بس +

لہذا اس باعث سے کہ کوئی کلام قال اللہ کرکے نہیں لکھا ہی اور خدا کو اُس میں بصیغۂ متکلم قرار نہین دیا ہی کلام بشر نہیں ہو سکتا ہی اور الفاظ و عبارت کے نویسندہ ہر حالت میں وہی انبیا و رسول و حواری تھے چاہے وہ اون مطالب کو قال اللہ کرکے لکھیں یا اپنے تئیں اوسکے نویسندہ اور کاتب اظہار کرکے تحریر کرین +

دوم یہ کہ علی ہذا القیاس شرائط ولوازم یا فضیلت کلام الہی سے نہیں ہی کہ بترتیب نہ لکھا جاوے یا اوسمیں نسب نامے نہوا کریں یا نبیوں اور رسولوں کے معجزات مرقوم نہ ہوں اور نہ یہ کہ بطور کتاب یا رسالہ یا بطرز مکتوب از جانب انبیا نہوا کریں یا کہ بے ترتیب متفرق آیات اوترا کریں *

بلکہ نہایت ضرور ہی اور مناسب اور بغایت لائق و فائق ہی کہ خداے تعالی حال آفرینش عالم و آدم و حالات انبیا و مرسلین وغیرہ جن باتوں کا بیان کرنا واسطے آگاہی و ہدایت یابی بندوں کے ضرور ہو بترتیب و تدریج مناسب ارشاد کرے اور جیسا کہ انبیاے کرام اور خداوند مسیح اور حواریوں کے معجزات اونکے وقت کے لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھے اور ایمان لائے اسی طور اونکے بعد کے لوگ اون معجزات باہرات کا حال کلام خدا میں پڑہیں اور پشت در پشت مدتیکے بعد دیگرے یقین واثق کرے اور اطمینان کامل حاصل کر سکے اس مقصد سے اپنے کلام میں بیان فرماوے *

علی ہذا القیاس حسب ارشاد خدا کو اوسکے رسول بطور کتاب کے لکھیں اسی نہج بطور خط بھی لکھ سکتے ہیں۔ کتاب بھی کلام خدا ہو سکتا ہی اور خط بھی *

الغرض ایسی باتوں سے ہرگز کوئی عاقل ادنی شبہہ بھی نکریگا کہ کتاب مقدس کے صحیفے سب ایسے نہیں ہیں کہ گویا خدا اون الفاظ کو بول رہا ہی اور اپنی تئیں بصیغہ متکلم قرار نہیں دیا ہی تو کلام خدا نہیں ہی یا کہ اوسمیں حالات

حضرتِ آدم و ابراہیم وغیرہ انبیا کا اور بیانِ ولادت و معجزات وغیرہ خداوند مسیح کا
بتشریح و تفصیل و ترتیب و تدریج لکھے ہین اس لیئے کلام بشر ہین یا یہہ کہ بعض صحیفے
بطور مناجات از جانب حواریانِ مرقوم ہوئے اس سے دریافت ہوتا ہی کہ وہ
باالہام الٰہی نہ تھے +

پھر اسکے علاوہ جواب مختصر یہہ ہی کہ یہی کتاب مقدس ہی جو شروع سے آجتک
اہلِ کتاب مین مروج و متداول اور مشہور و معروف رہی ہی جناب آپ اسکو
کلام خدا سمجھین یا کچھہ اور مگر قرآن اسی کتاب کی تصدیق کرتا ہی کہ کلام اللہ ہی اگر
اہلِ اسلام کو دعویٰ تحریف ہی تو دوسری کتاب دکھلا دیں یا اوسکا نشان اور
پتا بتلا دیں جو زمانہ محمدی میں عام خلایق اہلِ کتاب میں جاری و ساری تھی +
الغرض بموجب شہادت و تصدیقِ قرآن کے بخوبی عیاں ہی کہ کتاب مقدس
محمد صاحب کے زمانہ مین اصلی اور صحیح اہلِ کتاب کے پاس جا بجا موجود و جاری
و مشہور تھی اور اوسکی بعض آیات سے یہہ بھی معلوم ہوتا ہی کہ وہ تا قیام قیامت
بحالتِ اصلی صحیح رہیگی اوسکا بدلنا نا ممکن ہی اور اسیطور حدیث و تفاسیر سے
بھی ایسا ہی دریافت ہوتا ہی آجتک کسی نے ایک بات بھی ظاہر نہ کی کہ
محمد صاحب کے بعد کتاب مقدس بدل گئی بلکہ بخوبی تمام واضح و لائح ہی کہ
جو کتاب زمانہ محمدی مین مروج و مشہور تھی وہی اب بھی اہلِ کتاب کے پاس
ہی پس اس حالت مین کسی مسلمان کو روا نہیں کہ ایسا دعویٰ بلا دلیل جو

قرآن و حدیث کے برخلاف ہی پیش کرے اور آپ مسیحیوں کو ضرور نہیں کہ جبتک کوئی شخص قرآن و محمد کو مانتا ہی اوسکو شہادت قرآنی کے سوا اور کوئی ثبوت و وجہ بطلان اس دعوی کے ظاہر کریں - البتہ جب کوئی بتصدیق و انصافِ دل سوچے اور سمجھے کہ قرآن تو کتابِ مقدس کو کلام اللہ بتلانا اور اوسکی صحت و اصلیت کی بھی صاف صاف گواہی دیتا ہی اور باوجود اسکے پھر خود ہی اوسکے مخالف و مبائن و معارض تعلیم دیتا اور سکھاتا ھی تو اس جہت سے قرآن تو بالیقین ساقط الاعتبار اور انسانی کلام ھی - پھر اگر اوسکو کوئی اعتراض نسبت صحتِ کتابِ موصوف کے قبل از زمانۂ محمدی ہو تو وہ قابلِ التفات ہی ؛

مگر اس سے قطع نظر کرکے نیازمند نے بپاس خاطر آپ صاحبوں کے اون سوالات و اعتراضات کے بھی جواب عرض کر دیئے جو کئی مسلمانوں نے خلاف قرآن کے کتابِ مقدس کی تحریف کے دعوے میں پیش کئے اور جابجا شور کیا کہ گویا ہمنے تحریف ثابت کردی - اور آپکو اون سب کے ملاحظے سے واضح ہوا ہوگا کہ وہ سب اعتراض محض تعصّب و نفسانیت سے کئے ہیں بہت سے اون میں ایسے ہیں جو ہرگز تحریف سے تعلق بھی نہیں رکھتے ہیں اور باقیوں سے نہ تحریف ثابت ہوتی نہ امور تنقیح طلب دریافت ہوتے ہیں نہ کتابِ مقدّس کی اصلیّت و صحت پر کچھ شبہہ

ڈال سکتے ہیں۔ ورنہ اون بیشمار مخالفت اور مباینت کو رفع کرسکتے ہیں جو قرآن واحادیث محمدیہ کی تعلیمات کو اصولاً و فروعاً مطالب و مقاصد کتاب مقدس کیساتھ ہیں لہذا اسیقدر پر اکتفا کرنا بس تھا +

لیکن الغرض تشریح اسکے کہ کتاب مقدس شروع سے ابتک اصلی وصحیح ومعتبر ومستند ہر زمانہ میں رہی ہی اور یہ کہ اہل کتاب کو کوئی غرض دنیاوی یا دینی نہ تھی اور نہ اسکا کوئی باعث تھا کہ وہ اپنی کتاب کو محرف کرتے اور یہ کہ اگر کوئی شخص یا کوئی فرقہ ایسا ارادہ فاسد کرنا بھی چاہتا تو ممکن نہ تھا کہ تحریف کرسکتا) امورات مفصلۂ ذیل بیان کیئے جاتے ہیں +

اوّل واضح ہو کہ کتاب مقدس کے دو حصے ہین ایک عہد عتیق جسکو یہودی بھی مانتے ہیں اور اوسمیں سے توریت کتاب موسیٰ کے پانچوں صحیفوں کو سامری بھی کلام اللہ مانتے ہیں۔ اور دوسرا حصہ عہد جدید جسکو صرف مسیحی مانتے ہیں +

حصہ اول یعنی عہد عتیق میں ۳۹ صحیفے ہیں جن میں سے پانچ صحیفے یعنی توریت کو حضرت موسیٰ نے خداوند مسیح سے پندرہ سو برس پیشتر لکھا اور صحیفۂ ملاکی کو حضرت ملاکی نے چار سو برس پیشتر خداوند سے ارقام کیا باقی ۳۳ صحیفے ان دونوں وقتوں کے درمیان لکھے گئے اور بعضوں کا گمان ہی کہ شاید صحیفۂ ایوب توریت سے بھی قدیمی ہی۔ یہ سب صحیفے شروع سے یہودیوں میں متواتر

مروج و مستداول رہے ہیں اور مسیحیوں میں بھی برابر پشت در پشت کلیسیاؤں میں اور
بیشمار ایمانداروں کے پاس رہے ہیں اور رہیں اور وہ سب نقلیں باہم موافق
و مطابق ہمدگر ہیں اور اسکے سوا خداوند مسیح سے تین سو برس پیشتر اوس
مجموعہ کا ترجمہ اصل عبرانی سے یونانی زبان مین بادشاہ مصر طالمی نامی سے
ہوا تھا اوسکی مطبوعہ نقلیں بکثرت تمام موجود ہیں اور اسکے سوا کئی نسخے اصلی
کتاب کے اور ترجمے کے جو سنہ ہجری سے کئی سو برس پیشتر لکھے گئے ہیں
وہ بھی موجود ہیں چنانچہ شہر روم ملک اطالیہ میں ایک نسخہ مسمّی بہ قدکس
واطیکانوس ہے جو ہجرت سے ڈھائی سو برس پہلے کا لکھا ہوا ہے۔ اور ایک
شہر لندن میں مسمّی بہ قدکس الکسنڈرینوس دو سو برس ہجرت سے پہلے کا
لکھا ہوا ہے۔ اور ایک نسخہ شہر پیرس میں مسمّی بہ قدکس افریمی
جو دو سو برس سنہ ہجری سے پیشتر کا لکھا ہوا ہے۔ پھر اِس کے سوا
توریت کے پانچوں صحیفوں کے نسخے جو قدیم سے سامریوں کے
استعمال میں رہے ہیں سو بھی موجود ہیں اور سامری لوگ یہودیوں
کے غیرت مند ہمسر اور ہمچشم تھے۔ پس یہہ سب نسخجات
اور ترجمات تمام خاص امروں میں موافق و مطابق ہمدگر ہیں اِس
حالت میں غیر ممکن ہے کہ کوئی حق پسند اور سمجھدار شخص ادنے
شک و شبہہ تحریف کا دل میں لاوے اور مطالب اصلیہ

کے بدل جانے کا وہم کرے - ایسا وہم دور از کار بالکل خلافِ قیاس و بعید از عقل و دانش ہی +

پھر اِس کے سوا کتاب عہد جدید میں جابجا قریب چھہ سو جگھہ کے ہیں جہاں آیاتِ عہد عتیق کے صحیفوں کی نقل کی ہی بطور اقتباس یا اون کا مطلب و مدعا بیان کیا ہی یا اون پر حوالہ دیا ہی اور وہ سب باہمدگر ملتی ہیں +

باقی رہیں یہہ باتیں کہ بعض صحف عہد عتیق کا وقت تصنیف معلوم نہیں ہی یا بعضوں کے مصنفوں کی نسبت اب یقیناً نہیں کہہ سکتے ہیں کہ کس نبی نے لکھا تھا یا یہہ کہ بعض کتب خصوصاً توریت میں بعض عبارتیں ایسی ہیں جن کو حضرتِ موسیٰ کی طرف منسوب نہیں کر سکتے ہیں وغیرہ جس سے کسی کو شبہہ ہو کہ شاید صحفِ عہدِ عتیق قبل خداوند مسیح ہی بدل گئے ہوں ایس اون سب شکوک و اوہام کے دفع کرنے اور صحفِ مقدسۂ عہد عتیق کی معتبری اور اصلیت کے یقین کے واسطے خداوند یسوع مسیح اصدق الصادقین اور راستگوی امین کی شہادت اور اسکے رسولوں کی گواہی کافی و وافی ہی جس سے اطمینان کلی پیدا ہوتا ہی کہ وہ سب صحیفے جو خداوند کے وقت چارسو برس پہلے سے پاک نبیوں کے ہاتھوں ایک جلد میں مجلد ہو کر جاری تھے بلاریب حق و الہامی اور منجانب

الہٰ تھے پس اگر اب ہزاروں برس کے گذرنے کے بعد ہمکو معلوم نہو وقت تصنیف یا نام مصنّف یا خاص کسی عبارت کا لکھنے والا تو عجب نہیں ہی ایسی باتوں سے نہ تحریف کا شک ہوتا ہی اور نہ وہ صحیفے غیر معتبر ہو سکتے ہیں*

اور خداوند کی شہادت یہہ ہی کہ آپنے یہودیوں کو ارشاد کیا*

(۱) - یوحنا باب ۵ - آیت ۳۹ (کتابوں (یعنی صحفِ مقدسۂ عہدِ عتیق جنکو یہودی مانتے تھے) میں ڈھونڈھو کیونکہ تم گمان کرتے ہو کہ اون میں تمھارے لیئے ہمیشہ کی زندگی ہی اور وہی ہیں جو میرے لیئے گواہی دیتے ہیں) پس خداوند نے جملہ صحفِ مقدسہ میں جو یہودیوں میں مستعمل تھیں تلاش کرنیکو فرمایا اگر خداوند اونکو معتبر اور مستند اور منجانب الله نہ جانتا تو اُن میں تلاش کرنے کو حکم نہ فرماتا*

(۲) پھر باب مذکور کی آیت ۴۶ میں مذکور ہی کہ اوسنے ارشاد کیا ہی (اگر تم موسیٰ پر ایمان لاتے تو مجھپر بھی ایمان لاتے اسلیئے کہ اُسنے میرے حق میں لکھا ہی) اس آیت میں خداوند نے حوالہ دیا ہی توریت پر کہ وہی کتابِ موسیٰ ہی اگر وہ کتاب معتبر نہ ہوتی تو اوسپر حوالہ نہوتا*

(۳) پھر یوحنا باب ۷ - آیت ۱۹ میں مذکور ہی کہ خداوند نے یہودیوں کو فرمایا - (کیا موسیٰ نے تمھیں شریعت نہیں سونپی لیکن کوئی تم میں سے شریعت پر عمل نہیں کرتا) پس اگر شریعتِ موسویہ مندرجۂ توریت خداوند

کے نزدیک معتبر نہ ہوتی تو اوسپر حوالہ اور یہودیوں کو الزام نہ ہوتا *

(۴) پھر یوحنا باب ۷- آیت ۳۸ میں ہی کہ خداوند نے فرمایا (اُسکے پیٹ سے جو مجھپر ایمان لاتا ہی جیسا کتاب کہتی ہو جیتے پانی کی ندیاں جاری ہونگی) اس آیت سے صاف ظاہر ہی کہ خداوند نے تمام کتاب مقدس کو جو یہودیوں میں اُن دنوں مشہور و معروف تھی معتبر جانکر اوسپر حوالہ فرمایا *

(۵) پھر یوحنا باب ۱۰- آیت ۳۴ و ۳۵ میں ہی کہ خداوند نے ارشاد کیا- (تمھاری شرع میں یہ نہیں لکھا ہی کہ میں نے کہا تم خدا ہو اوس نے تو انھیں جنکے پاس کلام خدا آیا خدا کہا اور ممکن نہیں کہ کتاب کی بات باطل ہو) پس اسمیں خداوند نے یہودیوں کو اونکے پاس والی کتاب سے انکو الزام دیا اور اس کتاب کو معتبر جانا اس خوبی کے ساتھ کہ ممکن نہیں کہ کتاب مقدس کی بات باطل ہووے *

(۶)- پھر متی باب ۱۱- آیت ۱۳ میں فرمایا (سب نبیوں اور توریت نے یوحنا تک نبوت کی) پس خداوند نے تمام کتب انبیا اور توریت کو معتبر ظاہر کیا *

(۷)- پھر متی باب ۲۲- آیت ۲۹ میں ہی کہ خداوند نے یہودیوں سے ارشاد کیا (تم نوشتوں اور خدا کی قدرت کو نہ سمجھ کر بھولتے ہو) پس اگر خداوند کے نزدیک وہ پاک نوشتے جو یہودیوں میں مروج تھے معتبر نہوتے تو نپر حوالہ نہوتا

(۸) پھر لوقا باب ۲۴ - آیت ۴۴ میں ہی کہ خداوند نے حواریوں سے فرمایا (فرو
ہی کہ سب کچھ جو موسیٰ کی توریت اور نبیوں اور زبور میں میری بابت لکھا ہی پورا ہووے
اس آیت میں مذکور ہی کہ خداوند نے فرمایا کہ توریت اور صحف انبیا اور زبور میں
جو میری بابت لکھا ہی پورا ہووے پس اگر وہ کتابیں معتبر اور صحیح نہوتیں اونپر
حوالہ نہوتا +

اُنکے سوا اور بھی کئی آیتیں ہیں جنسے بخوبی روشن ہی کہ خداوند مسیح نے
اپنے وقت کی مروج و متداول کتاب مقدس عہد عتیق کو معتبر و صحیح مانا کہ الفاظ
کتاب و شریعت و کلام خدا و توریت موسیٰ و نبیوں کی کتاب اور زبور اور سب
نبی اور توریت وغیرہ سے مراد تورات ہی اُن سب کو خداوند نے کلام اللہ کہا
اور اونکے پڑھنے اور ماننے کا حکم دیا اور اُنپر حوالہ فرمایا +

پس ان سب بیانوں سے صاف ظاہر ہی کہ خداوند مسیح کے زمانہ تک
تمام و کمال کتاب مقدس صحیح و اصلی و معتبر و مستند تھی اور بعد خداوند کے
کتاب مذکور تمام جماعتہاے کثیر کے ایمانداران مسیحی کے پاس موجود اور
رائج و مشہور رہی ہیں اور اسیطور یہودیوں میں بھی متواتر سلف سے خلف
تک مروج ہی اور اسکے سوا اوسکا ترجمہ یونانی مذکور بھی جا بجا رائج اور متداول
اور مشہور و معروف رہا ہی جسکی نقلیں بھی بکثرت موجود ہیں زمانہ قدیم کی اور
حال کی بھی اور سامریوں میں توریت کی پانچوں کتاب بھی اُسی طور اوس

قوم میں جاری وساری اور پھر اُن سب نسخوں اور ترجموں کی نقلیں پرانی اور نئی ہدایات وتعلیمات واصولِ ایمانیہ وارکانِ دین واخبار وقصص وغیرہ جملہ مقاصد ومطالب میں موافق ومطابق ہمدگر ہیں لہٰذا دلیلِ کامل ہے کہ کتابِ مقدس عہدِ عتیق اب تین ہزار برس کے بعد بھی اصلی اور صحیح اور معتبر ومستند ہے +

اب باقی رہا کتابِ مقدس کا حصہ دوم یعنی عہدِ جدید جسکو عموماً انجیل بھی کہتے ہیں +

پس واضح ہو کہ عہد جدید میں ستائیس صحیفے ہیں جن میں سے چار اول صحیفے خصوصاً انجیل کہلاتے ہیں جن میں خداوند مسیح کے قالبِ انسانی میں ظاہر ہونے سے عروجِ سما تک کا حال لکھا ہے اور اُسکے بعد کتابِ اعمال ارسل ہے جسمیں خداوند کے جی اُٹھنے اور آسمان پر تشریف لیجانے کے بعد کلیسیا یعنی جماعتِ ایمان دارانِ مسیحی کا حال مندرج ہے اوسکے بعد اکیس نامے ہیں جو حواریوں نے اپنے وقت جماعتوں اور شاگردوں کے نام بشرح عقاید ومطالب واصولِ ایمانیہ وارکانِ دین وہدایات وتعلیمات ارقام کیئے ہیں۔ اونکے بعد کتابِ مکاشفات ہے جسمیں حالاتِ جماعتِ ایماندارانِ زمانہٴ حواریوں سے تا قیامِ قیامت بطورِ پیشخبری خداے تعالیٰ نے ظاہر فرمائے ہیں +

پس صحفِ مذکورہ کے اعتبار واعتماد اور اونکی صحت واصلیت کے بیان میں دو امر قابلِ دریافت ہیں +

اوّل یہہ کہ یہی صحیفے حواریوں یعنی خداوند مسیح کے برگزیدہ شاگردوں اور مریدوں اور خداے تعالیٰ کے مقدس رسولوں کے عہد سے اب تک متواتر جاری اور رائج رہے ہیں یعنی جتنے صحیفے اب ہمارے مجموعہ میں شامل ہیں وہ ابتدا سے برابر مقبول اور کلام اللہ مانے گئے ہیں ❖

دوم یہہ کہ یہہ سب صحیفے بلا تحریف و تبدیل صحیح اور اصلی ہیں ❖

## امر اوّل اس بیان میں کہ یہی ۲۷ صحیفے جو بالفعل کے مجموعۂ عہد جدید میں شامل ہیں عہد حواریوں سے مقبول و معتبر و مستند ہیں

واضح ہو کہ ان صحیفوں کے لکھنے والے یعنی متی و مرقس و لوقا و یوحنا و پولوس و یعقوب و یہودا و پطرس اپنی کتابوں اور ناموں میں اپنے وقت کے حالات بیان کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں پس اگر فی الواقع ایسا ہوتا یعنی اگر صحف مذکورہ کے نویسندہ پچھلے زمانہ کا حال گذرا ہوا لکھتے اور اُنکا دعویٰ صحیح ہوتا تو ضرور بہت سے لوگ اُن لکھنے والوں کی تکذیب کرتے لیکن کوئی ایسی تحریر نہیں ❖

لیکن تاہم ضرور ہے کہ دریافت کیا جاوے کہ فی الواقع یہ کتابیں اور نامے

انھیں شخصوں نے لکھیں جنکی طرف منسوب ہیں جو فی الحقیقت اپنے ہی وقت کا حال لکھتے ہیں یا نہیں +

پس معلوم ہو کہ آج کے روز سے لیکر رسولوں ممدوح کے عہد تک معتبر تصنیفات میں صحفِ مذکور کی شہادتِ کامل کا سلسلہ متواتر ملتا ہے جس سے یقین کامل حاصل ہوتا ہے کہ جو صحیفے ان دنوں عہد جدید کے مجموعہ میں مجلد ہیں وہی ٹھیک اب سے حواریوں کے زمانہ تک ہر وقت برابر مسیحیوں میں جاری و رائج و مشہور و معروف و معتبر و مستند کلام اللہ مانے گئے ہیں +

سنہ ۱۴۳۶ء میں چھاپے کا فن دریافت ہوا اسکے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد صحفِ مذکورہ مطبوع ہوئے۔ اوسوقت سے لیکر آج تک کہ سنہ ۱۸۶۶ء ہے ہزاروں کتابیں اور رسالے اور خطوط وغیرہ تحریرات ان صحیفوں کے اعتماد و اعتبار کی شہادت اور تصدیق میں باہم گر ایسے موافق و مطابق باہم گر ہیں کہ اِن سوا چارسو برس کی نسبت کسی کو بھی شک و شبہ نہیں ہو سکتا ہے بلکہ کامل یقین ہے کہ جو صحیفے اِن دنوں جاری ہیں یہی سب سنہ ۱۴۰۰ عیسوی تک متواتر تھے

علیٰ ہذا القیاس سنہ ۴۰۰ء سے لیکر سنہ ۱۴۰۰ء تک یعنی ایک ہزار برس کا حال بھی اسی قبیل سے قابلِ اطمینان کے ہے +

سنہ ۱۰۰ء سے سنہ ۴۰۰ء تک مشرقی و مغربی ملک کے ملکوں میں مسیحی مذہب بکثرت و شدت پھیل گیا تھا اور اکثر علما و فضلا اور صاحبِ تصانیف لوگ

مشرّف بایمانِ مسیحی ہوئے تھے اِس باعث سے عہد جدید کے صحیفوں پر بیشمار گواہیاں ملتی ہیں جنکا یہی خلاصہ نکلتا ہی کہ صحفِ مذکورہ صحیح و معتبر و مستند و معتمد ہیں اور یہ کہ وہ بلا شبہہ اُنھیں حواریوں کی تصنیف ہیں جنکی طرف منسوب ہیں +

آب باقی رہا حال اون چار صدی کا۔ تو اوّل تو یہ بات قابلِ لحاظ ہی کہ خداوند مسیح سے چار سو برس پیشتر قدیم رومی سلطنت میں قریب ۲۵ جدے جدے ملکوں کے شامل ہو گئے تھے چنانچہ تمام ملک اطالیہ و پرتگال و جرمنی و ہسپانیہ و ممالک ایشیاے کوچک و مصر و یونان و بعض اقطاع افریقیہ وغیرہ جیساکہ تواریخ سے مفصّل معلوم ہوتا ہی اُن میں سے بہت سے ملک ایسے تھے جو اوس وقت سے پیشتر جدی جدی سلطنتیں اور حکومتیں تھیں اور پھر ۱۲۳ء میں شہنشاہی روم ۱۱۶ جدے جدے صوبوں میں منقسم ہوئی جن میں مختلف زبانیں بولی جاتی تھیں پس اُن تمام صوبوں میں مدّت سے دینِ مسیحی جاری و ساری تھا اور اِن تمام جماعتوں اور فرقوں کے پاس صحفِ مقدسہ اونکی جُدی جُدی زبانوں میں موجود تھے جنکو وہ کلام اللہ مانتے اور اپنی جماعتوں اور عبادتخانوں میں بھی متواتر پڑھتے اور سُناتے تھے اور اپنی جدی جدے فرقوں یا دوسرے بت پرست منکر فرقوں کے اعتراضات کی تردید میں آیاتِ کتبِ مقدسہ بطورِ اقتباس اپنی کتب و

رسائل وخطوطِ مباحثہ ومناظرہ میں درج کرتے تھے پس اگر اوسوقت سے
پیشتر کے نوشتے باہمدگر موافق ومطابق نہوتے تو ممکن نتھا کہ اُن مختلف
ملکوں اور فرقوں اور زبانوں کے بیشمار کتابوں اور رسالوں اور خطوط یا دیگر
تحریرات کے مطالب ومقاصد وآیات باہمدگر موافق ومطابق ومناسب
نہوتے ✦

اگر خیال جاے کہ شاید اُنھوں نے آپس میں اتفاق کر لیا ہوگا تو اوّل
تو اسقدر صدہا ملکوں اور لاکھوں شہروں اور گانوں کے لاتعد ولاتحصی
شخصوں کا اتفاق ممکن نہیں جو باہمدگر نہ ہم فرقہ تھے نہ ہمزبان علاوہ براں
اگر اتفاق کرتے بھی تو ضرور باہم مباحثہ ومناظرہ یا مشورت اور صلاح
ہونا ضرور تھا مگر اسکا کہیں بھی نشان نہیں ملتا ہی بلکہ اوسکے خلاف اکثر
مصنّف اِس بات پر متفق ہیں کہ اِن نوشتوں کی صحت میں جاے کلام
نہیں ہی ✦

الغرض سنہ ۱۰۰ع اور اوسکے بعد کی نامحصور تحریرات وتصنیفات کی اتفاق
شہادت سے یہی نتیجہ نکلتا ہی کہ بلاشبہ اوس سے پیشتر بھی وہی صحف
معتبر تھے جو اونکے درمیان ہر ملک اور ہر زبان میں مرّوج تھے ✦

پھر سنہ ۲۰۰ع سے سنہ ۳۰۰ع یعنی تیسری صدی کی تصنیفات کی گواہیاں بھی
کثرت سے ملتی ہیں جنسے دریافت ہوتا ہی کہ اوس صدی میں بھی یہی کتابیں

مسیحیوں میں مستعمل تھیں جنکو وہ کلام خدا مانتے اور جانتے تھے چنانچہ اُن
تصانیف میں صحفِ مقدسہ کی فہرست بھی پائی جاتی ہیں۔ جن تحریرات میں فہرست
پائی جاتی ہے سنین مفصلۂ ذیل کی ہیں ۳۱۵ع و ۳۴۰ع و ۳۶۴ع و ۳۷۰ع
و ۳۷۵ عیسوی و ۳۸۰ عیسوی و ۳۹۰ عیسوی و ۳۹۲ عیسوی و ۳۹۴ع
و ۳۹۷ عیسوی ✣

پھر ۳۰۰ع سے ۴۰۰ع تک بہت سی جماعتوں کے بہت سے مصنّف ہیں
جنکی تصانیف میں اِن صحیفوں کی جُدا جُدا کتاب اور نامے کی شہادت دیتے
ہیں اِس طور پر کہ ایک کی تحریر سے دوسرے صحیفہ کی شہادت ملتی اور دوسری
تحریر سے دوسرے صحیفہ کی تصدیق معلوم ہوئی ہے اِس نہج اُن سب مصنفونکی شہادتوں
کے ملانے سے تمام وکمال صحفِ مقدسہ کی نسبت گواہی حاصل ہوتی ہے ✣

مگر یاد رہے کہ اگر اِس صدی کی ہر ایک تصنیف و تحریر میں جو خود موجود ہیں یا
جنکی بعض عبارات دوسری کتابوں میں مندرج ہیں تمام وکمال صحفِ مقدسہ
کی بابت یکجائی گواہی نہیں اِس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ گویا پوری گواہی نہیں
کیونکہ ایک مصنّف خاص مدعا سے ایک صحیفہ کا ذکر کرتا ہے دوسرے صحیفونکو
گو وہ صحیح اور حق مانتا ہے مگر اونکا ذکر اوس خاص مطلب یا بیان سے متعلق نہ تھا
اور یہ بھی پیش نہادِ خاطر رکھنا چاہیئے کہ اِن صدیوں میں تمام صحیفوں کا حال بھی
تمام شاگردوں پر ظاہر نہیں ہوا تھا اور اُنکی پوری تحقیقات نہیں ہوئی تھی کیونکہ

تمام صحیفے ایک ہی وقت میں یا ایک ہی مقام پر یا ایک ہی حواری کے ذریعہ
نہیں لکھے گئے تھے بلکہ تخمیناً ساٹھہ برس کے عرصے میں اور مختلف شہروں
اور ملکوں میں اور آٹھہ شخص کے وسیلے پس جب وہ سبکے سب مرقوم ہو چکے
تو بھی فوراً ایک جلد میں مجلّد نہیں ہو گئے - بلکہ ابتدا میں تو رسول تمام حالات
وتعلیمات زبانی بیان فرماتے اور لوگوں کو دعوتِ ایمان کرتے تھے پھر جب
اس ذریعہ سے بہتیرے شہروں میں بہت سے مسیحی ہو گئے اور جا بجا جماعتیں
قائم ہوئیں تب قریب سنہ ۶۰ء کے تین انجیل یعنی متی و مرقس و لوقا نے مریدوں
کی بخوبی واقفیت اور یادداشت کے واسطے اپنی اپنی انجیل لکھی اسیطور
پولوس نے اُن جماعتوں کے واسطے جو اوسکی کوشش و محنت سے قائم ہوئیں
نامے تعلیم و تلقین و ہدایت کے لکھے پس جو نوشتہ جس جماعت کے واسطے
لکھا گیا ابتدا میں صرف وہی اوس جماعت میں رہا اوسکے بعد دوسری جماعتوں
کے شاگردوں نے اوسکی نقل اپنے واسطے کی اس طور سب نوشتوں کی نقلیں سب
جماعتوں کے پاس پونہچیں اور اونکے ترجمے بھی جدا جدا زبانوں میں ہو گئے
پس اس بات کو کہ تمام صحیفوں کی نقلیں اور ترجمے تمام جماعتوں کے پاس
پونہچیں اور سب کے سب تحقیق کر کے اونکی صحت کو تسلیم کریں ایک عرصہ درکار
تھا خصوصاً اس جہت سے کہ پہلے کی کلیسیا کے لوگ کمال محتاط تھے کہ جبتک
انکو یقینِ کامل نہو جاوے کہ یہہ صحیفہ فلانے حواری کا تحقیقاً ہے تب تک اسکو

قبول نہ کرتے تھے کیونکہ یہہ جماعتیں الگ الگ ملکوں میں تھیں اور جدا جدا
زبانوں کے اونکے شاگرد تھے اور پھر وہ وقت بھی نازک تھا کہ اکثر اوقات
اپنے دشمنوں کے ہاتھہ سے تکالیفِ سخت پاتے تھے لہذا باہم گر ملاقی ہونیکا
موقع بھی بہت نہ ملتا تھا +

الغرض وجوہاتِ مذکورہ بالا کے باعث تخمیناً سنہ ۳۰۰ء تک نہ تو تمام جماعتوں
کو تمام نوشتوں کی اصلیت کا حال معلوم ہوگیا تھا اسی واسطے اوس زمانہ
کی جو تصانیفِ علما اور دینداروں کی ابتک موجود ہیں یا اونکی تحریرات
دوسری کتابوں میں منقول ہیں اونمیں علاوہ اوسکے کہ وہ صرف بعض ہی
صحیفوں کا ذکر اس باعث سے کرتے ہیں کہ اوس جگہہ انھیں کا ذکر
مناسب اور متعلق اوس خاص بیان اور مدعا سے تھا مگر اوسکے سوا
بعض لوگوں کا بعض صحیفوں کا ذکر نکرنا اس باعث سے بھی ضرور ہی کہ اونکو
اون غیر مذکورہ صحیفوں کا حال معلوم نہ تھا بلکہ سنین مذکورہ کے بعض مصنفوں
نے کسی کسی صحیفے کی نسبت شک بھی کیا اسطور کہ اوسکو اوسکی صحت کی نسبت
یقین کلّی نہیں ہوا تھا اور کما ہی تحقیق نہوئی تھی کہ وہ فی الواقع معتبر اور رسول کا ہی
جیسا کہ آرجن جو ۲۳۰ء میں بمدرسہ اسکندریہ مشہور و معروف عالم
خوش اخلاق اور دانشمند مدرس تھا اوسکی تحریر میں چاروں انجیلوں
اور اعمال الرسل اور کتابِ مکاشفات کا ذکر ہی اور نامہاے پطرس و

یعقوب و یہودا و پولوس کا ذکر مجموعی لکھتا ہی بالا تفصیل تعداد +

اور یوسی بیوس مشہور و معروف اسقوفِ قیصر یہ جو شروع چوتھی صدی میں تھا پہلے ذکر اناجیلِ اربعہ کا کرتا ہی پھر کتاب اعمال الرسل کا پھر خطوطِ پولوس بلا تعئین تعداد پھر خطِ اول یوحنا اور خطِ پطرس کا کہ یہہ سب اصل اور مقبولِ عام ماننا چاہئیے مگر مکاشفات یوحنا کی نسبت لکھتا ہی کہ شاید مناسب معلوم ہو تو مکاشفات یوحنا رکھنا چاہیئے اور اسپر جو جو منصفی کیجاتی ہی دوسرے مقام پر تبلائی جاویگی یہ سب عام طرح سے مقبول اور صحیح جانے جاتے ہیں +

پھر خطِ یعقوب و یہودا و خطِ دوم پطرس اور خطِ سوم یوحنا کی نسبت لکھا ہی کہ انپر اعتراض کیا جاتا ہی پر تاہم مشہور اور اکثروں سے مقبول بھی ہیں چاہے وہ صحیح اُن رسولوں کے ہیں یا اونکے نام سے کسی دوسرے شخص کے ہوں +

الغرض اون اوائل صدیوں کی تصانیف کے ملانے سے کامل یقین ہوتا ہی کہ اُن دنوں میں بھی یہی صحیفے تھے جو ان دنوں مجموعہ میں شامل ہیں +

پھر سنہ۱ ء سے سنہ۲۰۰ ء تک کے بہت سی تصانیف ہیں جو اوس وقت کے شاگردوں نے بت پرستوں کی حجتوں کی تردید میں لکھیں جو مخالفانہ اُنسے برسرِ مقابلہ آتے تھے - پس طرفین کی کتب و رسائل و خطوط مباحثہ سے جُدے جُدے صحیفوں پر گواہی ملتی ہی کہ مسیحی شاگرد اور اُنکے مخالف اپنی تصانیف میں ان صحیفوں کا ایسا ذکر کرتے ہیں جنسے دریافت ہوتا ہی کہ یہی صحیفے اُن دنوں

جاری اور مشہور و معروف تھے جو ان دنوں ہمارے مجموعہ میں شامل ہیں ⁂

پھر اسکے سوا ایک اور گواہی بھی اس عہد کی ہو کہ سنہ ۱۲۰ء یا سنہ ۱۳۰ء میں ایک ترجمہ صحف عہد جدید کا زبانِ سریانی میں کیا گیا جو ابتک موجود ہو اوسمیں بھی تمام و کمال یہی صحف مقدسہ ہیں جو اب موجود ہیں صرف وہی چند خطوط اوسمیں شامل نہیں جنکی نسبت یوسیبیوس شک کرتا تھا ⁂

دوسرا ترجمہ زبانِ لاطینی میں سنہ ۱۷۰ء سے پہلے ہوا وہ بھی ہنوز موجود ہے اوسمیں صرف دو چھوٹے خط یعنی نامۂ دوم پطرس اور نامۂ یعقوب نہیں باقی سبکے سب یہی صحیفے شامل ہیں جو آج کل ہیں ⁂

پھر سنہ ۱۲۰ء سے سنہ ۱۷۰ء تک کی تصانیف ہر چند کثیر نہیں ہیں بسبب اسکے کہ وہ زمانہ خود حواریوں کا ہی جسمیں خود صحف مقدسہ ہی کے لکھے جانے کا وقت تھا تفاسیر یا کتبِ مباحثہ وغیرہ کی حاجت نہ تھی اور کثرت سے دینِ مسیحی نہ پھیلا تھا اور بہت سی تصانیف نہ تھی علاوہ اسکے اوس وقت کی تصانیف کا بسبب امتدادِ روزگارِ کثیر و شدّتِ حوادث کے موجود رہنا بھی متعذر تھی تاہم چار ایسے شخصوں کی تصانیف ہنوز موجود ہیں جو خود رسولوں کے ہمعصر بلکہ انکے شاگرد تھے یعنی کلیمنز[1] نامی شہر روم کے اسقوف کا ایک خط بنام جماعتِ قرنتیاں ⁂

اگناتیوس[2] شہر انطاکیہ کے اسقوف کے کئی نامے۔ پالوکارپ[3] شہرِ سمرنا

ممالک ایشیاے کوچک کے اُسقوف کا ایک خط بنام جماعتِ شہر فلپی واقع ممالک یونان۔ برنباس ہے جسکی نسبت بعض کا گمان ہی کہ یہ وہی شخص ہی جسکا ذکر کتاب مقدس میں پولوس رسول کے حال میں ہی اور بعضے کہتے کہ یہہ دوسرا شخص ہی*

الغرض ایسے شخصوں کی تصانیف ابتک موجود ہیں جو ہمعصر بلکہ شاگرد رسولوں کے تھے جنھوں نے رسولوں کی صحبت پائی اور اُن سے تعلیم بلا واسطہ حاصل کی اور اونکی تصانیف سے واقفیت بہم پہونچائی*

اِن بزرگوں کی تصانیف میں جو ہنوز موجود ہیں ایسے مضامین تو نہیں ہیں جنسے معلوم ہو کہ گویا مطلب اونکا صحفِ مقدسہ کی معتبری کا بیان ہی کیونکہ وہ زمانہ تو خود حواریوں کا تھا بلکہ اونکے بیان سے ہویدا ہوتا ہی کہ اونکے نزدیک اِن صحیفوں کی نسبت کچھہ بھی شک نہ تھا کہ یہ رسولوں کی تصانیف ہیں اسیواسطے بزرگانِ موصوف اونکا پورا بیان کرکے ایسا نہیں لکھتے ہیں کہ یہ صحیفے فی الحقیقت رسولوں کے ہیں بلکہ اونکو حقیقی و اصلی و مشہور و معروف جانکر بطورِ اقتباس اُنمیں کے بعض الفاظ و مطالب مخصوصہ صحفِ مقدسہ کو اپنے تصانیف میں نقل کرتے اور اِس یقین سے کہ تمام لوگ اِن تعلیمات کو رسولوں کی ہدایات جانتے ہیں اسلیئے وے اپنے مسیحی بھائیوں کو اونکے مطابق تعمیل کرنے اور بجالانے کے لیئے ترغیب دیتے اور تفہیم کرتے ہیں۔ اسطرح سے اِن چار شخصوں کی تصانیف کے ذریعہ عہدِ جدید کے اکثر صحیفوں پر گواہی ملتی ہی کہ وہ اون دنوں

میں جاری و مشہور اور ایمانداروں میں مروج تھے اور انکے وہی مطالب و مقاصد تھے جو فی الحال کے صحف مروجہ میں ہیں*

غرض اسطور یقین ہوتا ہی کہ جو صحیفے اب عہد جدید میں شامل ہیں یہی بجنسہ حواریوں کے عہد تک متواتر مسیحی ایمانداروں میں جاری اور مروج اور مشہور و معروف تھے۔ اور اسی ذریعہ سے یقین کلی پیدا ہوتا ہی کہ ان صحیفوں کے لکھنے والے فی الواقع خداوند مسیح کے ہم عہد و ہمعصر تھے*

## امر دوم اس بیان میں کہ جملہ صحف عہد جدید صحیح اور اصلی بلا تحریف و تبدیل ہیں

اُمید واثق ہی کہ ہر صاحب عقل و انصاف جو بیانِ مذکورہ بالا کو ملاحظہ کرے گا اوسکو یقین کامل ہوگا کہ جو ۲۷ صحف مقدسہ بنام نہاد عہد جدید موسوم ہیں وہ بلا اشتبہ انھیں حواریوں اور شاگردان حواریوں کے لکھے ہیں جنکی طرف منسوب ہیں اور یہہ کہ یہی صحیفے بلا ریب ابتدا سے آجتک متواتر و متوالی پشت در پشت مسیحیوں میں مروج اور مقبول اور کلام اللہ مانے گئے ہیں اسواسطے کہ حواریوں کے زمانے سے جسمیں وہ صحیفے مرقوم ہوئے آج تک بیچ کے ہر زمانہ کی شہادت معتبر گواہوں کی متواتر مسلسل ملتی ہی کہ یہہ صحیفے ہر عہد میں

جاری اور مشہور اور مقبول تھے اور مسیحی اونکو کلام اللہ جانتے اور مانتے رہتے ہیں —

اب یہ دریافت کرنا اور باقی ہی کہ آیا جو تعلیمات وہدایات وغیرہ مطالب ومقاصد بالفعل کے صحیفوں میں مرقوم ہیں فی الواقع یہ ٹھیک وہی ہیں جنکو متی ویوحنا ومرقس ولوقا وغیرہ مصنفوں نے ارقام کیا تھا کیونکہ ان صحیفوں کو لکھے ہوئے اب اٹھارہ سو برس گذرے اور رسولوں کی لکھی ہوئی نقل اسقدر عرصہ تک محفوظ ومصئون وموجود رہنا امر نہایت دشوار ہی پس شاید نقل کرنے والوں اور نویسندوں نے سہواً یا عمداً مضامین اصلیہ بدل دئیے ہوں اور اس طرح اس وقت کے صحیفوں کے مطالب ومقاصد اور ہی ہوگئے ہوں تو پھر ان نقول مروجہ حال پر کیونکر اعتماد واعتقاد ہوسکتا ہی +

پس واضح ہو کہ صحف مقدسہ کی صحت اور اصلیت کہ فی الواقع نقول حال موافق ومطابق اصل کے ہیں تین جدے جدے ذریعوں سے دریافت ہوتی ہی +

اول یونانی زبان کے قدیم نسخوں کے مقابلہ سے جسمیں صحف موصوفہ لکھے گئے جو اصل زبان اونکی ہی — یہہ نسخے اب ایک ہزار سے زیادہ ہیں اور وہ نہ صرف ایک زمانہ کے لکھے ہوئے ہیں بلکہ سنہ ۶ء تک بلکہ اوس سے بھی پہلے کے — اور نہ صرف ایک شہر یا مقام پر سے ملے بلکہ مختلف ملکوں اور شہروں اور قریوں میں پائے گئے چنانچہ اب بھی اُن ملکوں کے کتب خانوں میں موجود ومحفوظ ہیں +

اور یہ بھی کہ نسخجاتِ مذکورہ سبکے سب پورے عہد جدید کے سارے صحیفونکو شامل نہیں بلکہ بعضوں میں سب صحیفے ہیں اور بعضوں میں کئی صحیفے اور کئی ایک میں صرف ایک صحیفہ ہی ❊

پس اِن سب نسخجاتِ مذکورہ کے مطالب و مقاصد بالکل موافق و مطابق حال کے نسخجات سے ہیں۔ چنانچہ جو نتیجہ تحقیقات و مقابلہ نسخجاتِ مذکورہ کا ہی اوسکا حال اوپر مسطور ہوا ❊

دوئم قدیمی ترجمات کے مقابلے سے چنانچہ ایک ترجمہ سریانی جو ۱۲۰ع میں ہوا اور دوسرا جو اسی زبان میں قریب ۵۰۰ع کے ہوا ❊

پھر وہ ترجمے جو ملکِ مصر میں دو تین جدا جدا زبانوں میں تیسری یا چوتھی صدی میں ہوئے ❊

پھر حبشی و ارمنی ترجمات جو پانچویں صدی میں ہوئے ❊

پھر قدیم لاطینی ترجمہ جو ۱۵۰ع کے قریب ہوا ❊

پھر شمالی و مغربی ملکوں کی کئی ایک زبانوں کے ترجمات جو چوتھی اور پانچویں صدی میں ہوئے۔ اِن سبھوں کی جدا جدا قدیمی نقلیں موجود ہیں ❊

اور یہ سب ترجمے بھی اصل مضامین و مطالب و مقاصد میں موافق و مطابق اُن نسخوں کے ہیں جو اب جاری ہیں ❊

سوئم علما و فضلا و مصنفانِ مشاہیر سلف کے بیشمار تصانیف سے یعنی

اگر اُن آیات کو جو اُن دینداروں نے اپنی کتب اور رسائل میں درج کی ہیں بطور اقتباس کے حال کے صحف کی آیات سے ملادیں تو باہمدگر موافق و مطابق ہوتی ہیں *

اور واضح ہو کہ ایک بار سوال کیا گیا تھا کہ اگر تمام نسخجات عبرانی اور اُنکے ترجمات نہوں تو کس طور صحفِ عہدِ جدید پا سکتے ہیں ایک عالم متبحر نے بڑی تلاش کے بعد مقابلہ کرکے جواب دیا کہ بذریعہ اون آیات کے جو علما اور فضلاے مشہور و معتبر نے تین سَو صدی کے اندر اپنے خطوط و کتب و رسائل میں درج کی ہیں اور اب تک ہمارے پاس موجود ہیں تمام و کمال تمام آیات مل سکتی ہیں صرف چند آیت نہیں ملیں *

خلاصہ یہہ کہ ان تینوں کامل ذریعوں سے یقین کُلّی پیدا ہوتا ہی جاے شک و مقام شبہہ کسی کو باقی نہیں ہی کہ بلاریب جو صحف مقدّسہ بالفعل مسیحیوں میں جاری ہیں اور جو مطالب و مقاصد ان میں مسطور و مذکور ہیں وہی بجنسہ و بعینہ ازمنہ ماضیہ میں ہر وقت کے صحیفوں میں تھے ۔ لہذا بالیقین معلوم ہوتا ہی کہ جملہ صحفِ مقدّسہ جو بالفعل مسیحیوں میں رائج ہیں اصلی اور صحیح بلاتحریف و تبدیل ہیں *

اور جس کسی کو زیادہ تحقیقات ان امروں کی دیکھنی ہو وہ طلوع آفتابِ صداقت نام مشہور رسالہ کو دیکھے جسکا خلاصہ یہاں درج کیا گیا ہی *



قرآن و حدیث کی گواہی اور ان شبہوں نمبر ۱۲

اے بھائیو آپ صاحبوں کو ان تمام امورات کے ملاحظہ سے بخوبی واضح و آشکار ہوگا کہ تمام و کمال کتاب مقدس کے جملہ صحیفے کیا عہد عتیق کے کیا عہد جدید کے سب کے سب معتبر و مستند و صحیح و اصلی اہل کتاب میں مروج و متداول رہے ہیں ہر طرح سے اونکی شہادت کامل ملتی ہی اور ہر گونہ اونکی صداقت اور معتبری کا یقین حاصل ہوتا ہی اور یہ بھی کہ جسقدر اعتراضات و توہمات کہ بعض علماے اہل اسلام نے بادعاے تحریف کیے ہیں اول تو اکثر اون میں سے ایسے ہیں جنکو کچھہ تعلق بھی تحریف سے نہیں اور جو اس سے تعلق رکھتے ہیں ان سے ہرگز ثبوت تحریف نہیں ہی۔ علاوہ بر آں خود قرآن ہی کی تصدیق اور شہادت کے برخلاف ہی جو صاف صاف گواہی دیتا ہی کہ کتاب مقدس مروجۂ یہود و نصاریٰ صحیح و اصلی ہی کہ جو شخص حق پسندی اور عقل و انصاف کے ساتھہ قرآن کو پڑھے اور اوسکے تمام مطالب و مقاصد کو جو در بارہ کتاب مقدس اور اوسکے صحیفوں یا یہود و نصاریٰ کے باب مین وارد ہیں ملاحظہ کرے اوسکو ہرگز یہہ شبہہ نہیں ہوسکتا ہی کہ گویا قرآن کا دعویٰ ہی یا اوس سے یہہ مستنبط یا مترشح ہی کہ گویا اہل کتاب نے کتاب اللہ کو محرف کردیا اور بدل ڈالا اور اب کتاب مذکور قابل اعتماد و لائق اعتقاد نہیں ہی۔ اور اگر بالفرض کوئی شخص ان آیات بینات قرآنی کو جو در بارہ

صحت و اصلیت و معتبری کتاب مقدس کے ہیں جن میں سے بعضی اس خط میں مرقوم ہوئیں قصداً یا سہواً پیش نظر نہ کرکر صرف اونھین دو چار آیتوں کے ظاہری الفاظ پر نگاہ کرکے کھینچ کھانچ کراسی بات کو مان لے کر قران میں اہل کتاب کو تحریف کرنے کا الزام دیا ہی تو اس تہمت کو جہانتک چاہو مڑھا دو وہ صرف بعض یہودیانِ مدینہ کی نسبت عائد ہو سکتی ہی مگر وہاں کے باقی یہودیوں کی نسبت جنکی تعریف دینداری و نیکوکاری کی ہی اور اس بات کی گواہی دی ہے کہ وہ خدا کے کلام کو سیدھا پڑھتے ہین اور خدا پر ایمان لاتے ہیں اور قیامت کو مانتے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرنے اور نیک کاموں کو دوڑتے ہیں اور وہ لوگ نیکوکار ہیں پس ایسے یہودیوں کی نسبت تو ہرگز خیال میں نہیں آسکتا ہی کہ جنکو قرآن ایسا بتلاوے پھر انھیں کو تحریف کنندۂ کلام اللہ قرار دے +

پھر اگر بفرض محال مانو کہ سب یہودیانِ مدینہ نے ایسا ہی کام کیا تو کیا وہاں کے نصاری بھی اونکے ساتھی ہوگئے جنکی نسبت تمام قرآن میں تحریف کا ایک اشارہ بھی نہیں ہی۔ پھر محال بر محال اور خلاف برخلاف فرض کرو کہ مدینہ کے تمام اہلِ کتاب باوجود آپس کی مخالفت و سبائنت کے اوس بے ایمانی کے کام میں شریک ہوگئے تو کیا تمام جہان کے یہود و نصارے نے بھی اون کا ساتھ دیا اور تمام دنیا کے

بفرض محال

بعض اہل کتاب

فرض محال

بعض وجوہ

صحف مقدسہ محرف و متغیر ہو کر یکساں کر دیئے گئے ❊
ایسی جھوٹی بات پر کون بھروسا کر سکتا ہی اور کسکا دل ایسے غلط اور
ناممکن امر کو تسلیم کر سکتا ہی ❊

دوسرے یہہ کہ علاوہ اسکے جاے غور و مقام فکر ہی کہ اہل کتاب کو تحریف کرنے
سے کیا غرض تہی اونکا کونسا مطلب نکلتا تھا اور کیا فائدہ دین یا دنیا کا حاصل
ہوتا تھا ❊

اگر دینداری کا لحاظ کرو تو ظاہر ہی کہ جو دیندار ہی اور خدا تعالی سے
ڈرتا ہی اوس سے ہرگز نہیں ہو سکتا ہی کہ اوسی کے کلام کو جسکو وہ سرچشمۂ
ہدایت جانتا اور مانتا ہی بدل ڈالے اور اپنے خداوند خدا کے حکموں کو
مٹا ڈالے اور بدل ڈالے اور جسکی رضامندی کا خواہاں اور جویاں ہو
اوسکے غضب اور قہر کو آپ اپنے اوپر بھڑکا دے۔ خصوصاً ایماندارانِ
یہود و نصاری جنکے پاس کلام اللہ میں اس باب میں سخت تاکید و تہدید
کی ہی جیسا کہ توریت کے صحیفۂ پنجم میں ارشاد ہی باب ۴ آیت ۲ تم اس
بات میں جو تمہیں کہتا ہوں نہ کچھ زیادہ کیجیو نہ کم تا کہ تم خداوند اپنے خدا کے
حکموں کو جو میں نے تم تک پونہچائے حفظ کرو پھر عہد جدید میں بکتاب
مکاشفات فرمایا ہی باب ۲۲ ۱۸ و ۱۹ آیت میں ہر ایک کو جو اس کتاب کی نبوت
کی باتیں سنتا ہی یہ گواہی دیتا ہوں کہ اگر کوئی اون میں کچھ بڑھاوے

تو خدا اُن آفتوں کو جو اس کتاب میں لکھی ہیں اُسپہ بڑہا دیگا +

اور اگر کوئی اِس نبوت کی کتاب کی باتوں میں سے کچھ نکال ڈالے تو خدا اوسکا حصہ کتابِ حیات اور شہرِ مقدس اور اون باتوں سے جو اس کتاب میں لکھی ہیں نکال ڈالیگا +

الغرض اہلِ کتاب کو کوئی غرضِ دینی نہ تھی کہ کلام اللہ کو جو اونکے پاس تھا بدل ڈالتے بلکہ تحریف کرنا بلاشبہہ بالکل بے ایمانی اور خدا تعالٰی کے قہر وغضب کا باعث تھا +

باقی رہے دنیاوی فائدے جیسا کہ اہلِ اسلام گمان کرتے ہیں کہ اہلِ کتاب نے دنیا کے مارے اپنی کتاب بدل ڈالی چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوۃ میں لکھا ہے کہ اہل کتاب نے بسبب بغض وعداوت اور حسد و حب جاہ وعزت کے مقدس کتاب میں تحریف کی اور اسی طور دوسرے مسلمانوں نے بھی اسی طور ارقام کیا ہے +

مگر ظاہر ہے کہ کوئی سبب دنیاوی بھی نہیں تھا کہ اہل کتاب کلام اللہ کو بدل کر محمدی دین کے مخالف بنتے اور خلافِ قرآن کے صحفِ مقدسہ بنا لیتے کیونکہ ایسے کرنے سے اونکو نہ محمد صاحب نہ اونکے خلفا اور صحابہ یا دوسرے مسلمان بادشاہوں اور امیروں کے روبرو عزت حاصل ہوسکتی تھی نہ یہ متصور تھا کہ تحریف کرنے سے انکو مسلمانوں کی مانند دولت وحشمت وریاست وحکومت واختیارات اور خلق اللہ

[illegible]

کی لوٹ اور غنیمت ملیگی - بلکہ ہر شخص جانتا ہی کہ اگر اہلِ کتاب محمد صاحب اور قرآن کو مان لیتے تو اونکی تالیفِ قلوب اور ترغیب تو محمد صاحب کو یہانتک منظور تھی کہ قبل اسکے کہ اونکے مسلمان ہونے نہونے کا حال بخوبی معلوم ہو اونکی قرآن میں جابجا تعریف و توصیف ہوئی اور مکہ چھوڑکر بیت المقدس کی جانب سجدہ ہونے لگا اور سدل وغیرہ بہت سے دستور و طریق شرعی وغیر شرعی دینی و دنیوی مسلمانوں پر واجب و فرض و سُنّت و مستحب کیئے گئے تھے اور اہل کتاب کو جابجا بڑے بڑے وعدے کثرت سے دنیا اور دین کے بتلائے تھے پس اگر وہ مسلمان ہو جاتے تو یہہ بیچارے کاہیکو جزیرۂ عرب سے جلاوطن کیئے جاتے اور کیوں جزیئے دیتے اور کاہیکو اونکے ملک تہ تیغ بیدریغ ہوتے اور اون ہتیار لوگوں کے خون سے کیوں روے زمین سرخ ہوتا اور کیوں ہزار ہا زن و بچہ اسیر و دستگیر لونڈی غلام بنکر بکتے پھرتے اور تمام شہر و قصبات و قریات کیوں تباہ و برباد و بیچراغ ہوتے بلکہ بر ظاہر ہی کہ اگر قرآن و محمد صاحب کو مان لیتے تو علاوہ اسکے کہ اون سب آفات و بلیاتِ گوناگوں سے بچ جاتے جو نہ ماننے سے اونپر آئین - یہ بھی ضرور تھا کہ مسلمان ہونے سے عبداللہ ابن سلام کی مانند اونکی اس دنیا مین بڑی عزت و قدر و منزلت ہوتی اور بہت سے دوسرے مسلمانوں سے بڑھکر دولت و حشمت و حکومت ہوتی اور متواتر مال و متاعِ غنیمت پاتے اور اونکے بھی مناقب و محامد قرآن و احادیث میں مذکور و مسطور ہوتے ؎

پھر اسکے سوا وہ بھی انسان تھے انکو بھی عیش وعشرت اور طرح طرح کی لذائذ وحظائظ جسمانی ونفسانی سے مخلع بالطبع رہنا مسلمانوں کی مانند پسند ہوتا +

پس اہل کتاب کو کون سے باعث تھے کہ جنکے مارے ان سب دنیا دی عزت و دولت وحشمت وعیش وطرب وخواہشہاے گوناگوں کو ترک کرتے جو صرف قرآن ومحمد صاحب کے ماننے سے حاصل ہوتی تھی اور انواع واقسام کی تکالیف اور تصدیعے جنکے سننے سے ہوش جاتے ہیں اسپنے اوپر گوارا کرتے اور نے سبب محمد صاحب سے حسد وبغض وعداوت کرکے اپنی کتاب الٰہی کو بدل ڈالتے +

ان باتوں پر جو شخص غور کریگا بلا شبہہ یقین کریگا کہ اہل کتاب کے واسطے کوئی سبب نہیں تھا کہ اپنی کتابوں کو بدل ڈالتے اور تحریف کرتے +

پھر اس سے بھی قطع نظر کرکے یہ امر بھی قابل لحاظ کے ہے کہ اگر بالفرض والتقدیر کوئی شخص یا کوئی قوم بلا سبب اور بغیر علت ناحق تحریف وتبدیل کتاب مقدس کا ارادہ بھی کرتا تاہم اوسکا انجام ہونا محال ونا ممکن تھا۔ اسواسطے کہ محمد صاحب سے پہلے ہی دین عیسوی ممالک دور ودراز میں پھیل چکا تھا چنانچہ ممالک روم وشام ویونان وافریقیہ ومصر کے اوپر والے سب عیسوی تھے۔ اسی طور اطالیہ وفرانس وہسپانیہ وانگلستان ملکوں کے باشندے اور ملک جرمن کے اکثر حصوں کے رہنے والے دین عیسوی قبول کر چکے تھے اسیطرح

عرب و ایران و ہندوستان میں بھی مسیحی لوگ رہتے تھے ✦

پس جو شخص ان ملکوں کی وسعت اور اونکے شہروں اور آبادی اور اونکے
بابعد گر فاصلوں سے واقف ہے وہ بخوبی جان سکتا ہے کہ کس طور ممکن تھا کہ ان
ممالک کثیرہ و بعیدہ کے ہزارہا مسیحی ایسی بے ایمانی کی بات میں شریک
ہو کر کلام اللہ کو متفق ہو کر بدل ڈالتے ✦

اور پھر نہ صرف مسیحیوں کے پاس کتاب مقدس رائج و مشہور تھی بلکہ اوس
زمانہ میں بھی یہودی فرقے کے فرقے جابجا ملکوں میں اوسکا ایک بڑا حصہ یعنی
عہد عتیق رکھتے اور تلاوت کرتے اور اسکو کلام خدا جانتے اور مانتے تھے
پس کسیطور ممکن نہ تھا کہ محمد صاحب کے زمانہ میں یا اوسکے بعد تمام جہان کے بیشمار
یہود و نصاریٰ شرق سے غرب تک متفق ہو کر کلام اللہ کو بدل ڈالتے اور
قرآن کے مخالف بنا لیتے اور اس طور اپنی آپ دنیا و عقبیٰ دونوں کو برباد کرتے
پھر اسکے سوا یہہ بھی قابل یادداشت ہے کہ محمد صاحب کے زمانہ میں اور اُسکے
بعد بلکہ اوس سے پیشتر سے نہ صرف یہی امور تھے کہ دین مسیحی بہت سے دور و دراز
ملکوں میں جاری تھا جنکی زبانیں بھی جدا جدا تھیں اور ہر ایک ملک کے
لوگ کتاب مقدس اپنی اپنی زبان میں پڑھتے تھے اور عبادتخانوں میں سناتے
اور تعلیم و تلقین کرتے تھے بلکہ ان سب موانع کثیرہ کے سوا یہہ امر بھی تھا کہ اُس
زمانہ میں اور اوس سے پہلے بھی مسیحیوں کے بھی کئی فرقے تھے جو بابعد گر بڑے

غیر متمند اور مسائلِ جزئیہ کے مباحثہ و مناظرہ میں سرگرم رہتے تھے۔ پس ممکن نہ تھا
کہ اگر ایک فرقہ ایسا بے ایمانی کا کام کرتا تو اور اپنی کتاب کو بدل ڈالتا تو باقی
سب فرقے والے بھی اونکا ساتھہ دیتے اور ایسے یکدل ہو جاتے بلکہ
نہایت ضرور تھا کہ اگر کوئی ایسا کام کرتا تو دوسرے لوگ اوسکو ظاہر کر دیتے
لیکن آج تک کتابِ مقدس کی تحریف و تبدیل کی نسبت کبھی کچھہ تکرار یا گفتگو
نہیں ہوئی ✦

بجنسہ ایسا ہی حال سمجھو کہ جیسا ان دنوں محمدی دین عرب و ایران و مصر و
ہندوستان وغیرہ ملکوں میں جاری ہی اور مسلمانوں کے پاس قرآن ہی اور
مسلمانوں کے فرقے بھی مختلف اور غیر متمند ہیں پس اگر کسی جگہہ کے لوگ یا کوئی
فرقہ متفق بھی ہو جاوے اور قرآن کو بدل ڈالے تو ممکن نہیں ہی کہ تمام ملکوں
کے مسلمان بھی اوسکے ساتھہ ہو جاویں اور گپ چپ سب قرآن محرّف ہو جاوین
پس اگر قرآن محرّف نہیں ہو سکتا ہی تو کتابِ مقدس کا بدل جانا اوس سے
زیادہ ناممکن و محال تھا ✦

پھر علاوہ اِن سب باتوں کے جنسے یقین کلّی ہوتا ہی کہ بلا ریب کتابِ
مقدس کا بدل جانا اور محرّف ہونا محمد صاحب کے زمانہ میں اور اوسکے بعد
ناممکن و محالِ قطعی ہی۔ جب اُن سب پاک نوشتوں کا خیال فرماویں جو نسخہ ہائے
عبرانی و یونانی قدیم زمانہ کی ابتک موجود و برقرار ہیں اور اونکے سوا اُن ترجموں

قدیم کا جنکے بہت سے نسخجات جابجا رایج ہیں اور اونکے علاوہ ان تمام آیات
مقدسہ کا جزاول تین صدی عیسوی میں کتنی ہی تصانیف علما و فضلاے مسیحی
میں مندرج ہیں ا جنسے یقین کامل ہوتا ہی کہ فی الحال جو صحف مقدسہ جاری
اور رائج ہیں یہی بجنسہ وبعینہ زمانۂ سابق میں عہد حواریوں تک موافق ومطابق
یکدگر رہے ہیں) تو پھر کسیکے دل میں ایک ادنیٰ وہم خفیف بھی ہو سکتا ہی کہ
گویا کتابِ مقدس کبھی بدل گئی ہو اور محمد صاحب کے دشمنوں نے تحریف
کردی ہو +

بلکہ ای بھائیو اس باب میں جسقدر تلاش وتحقیقات کرو اور جتنا چاہو
چھان کرو اوسی قدر یقین پر یقین حاصل ہوتا ہی کہ کتابِ مقدس کی صحت
و اصلیت پہ شک وشبہہ کرنا چاند پر نہیں بلکہ آفتاب پہ خاک ڈالنا ہی اور بس
خلاصہ یہہ کہ یہہ دعویٰ کہ گویا کتابِ مقدس محرّف ہی اور اوس میں تحریف
وتبدیل واقع ہوئی ہی صرف بلا دلیل ہی نہیں بلکہ محض خلاف اور باطل ہی
اور جو شخص قرآن وحدیث کو من جانب اللہ جانتا اور مانتا ہی اسکو لازم
نہیں کہ ایسا دعویٰ جو بالکل خلاف قرآن وحدیث کے اور فی الواقع باطل
ہی اپنی زبان سے کہے یا دل میں رکھے۔ بلکہ حقیقی مسلمان کو واجب وفرض
ہی کہ جسطور وہ شہادت وتصدیق قرآنی سے کتاب مقدس کو خداے
حی القیوم کا برحق کلام مانتا ہی اسیطور یہہ بھی یقین کرے کہ بلا ریب کتاب

موصوف اصلی اور صحیح ہو۔ اور جو اس کتاب کو محرّف کہتا ہو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو کہ (اِنَّ الَّذِینَ کَفَرُوا بِآیَاتِ اللہ لہم عذاب الیم) و (مَنْ یَکْفُرْ بِاللّٰہِ وَمَلٰئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِیْدًا)

الغرض ای بھائیو او رمنصفو دعوی تحریف تو بالکل غلط نکلا اور مطلق باطل ہو بلکہ بلاشبہ جس کتاب کی قرآن میں جابجا تصدیق کی ہو اور جگہ جگہ شہادت دی ہو کہ کلام اللہ ہو وہ تو یہی ہو جو اب بھی رائج ومشہور ومعروف ہو۔ لیکن قرآن واحادیث ادہر تو اوسکو سچا اور برحق خدائے حی القیوم واصدق الصادقین وہ عالم الغیب والشہادۃ ومنزہ عن السہو والنسیان کا کلام تبلاتے ہین اور اُدھر اوسی کے مطالب ومقاصد کے خلاف تبلاتے وسکھاتے ہین پس قرآن وحدیث خدا کی طرف سے کیونکر ہو سکتے ہین ✦

پس دوسرا دعوی نسخ ہو جو اہلِ اسلام بیان کیا کرتے ہیں کہ قرآن کے باعث کتابِ مقدس منسوخ ورد ہو گئی جیسا کہ سعدی نے محمد صاحب کی تعریف میں لکھا ہو ✦

یتیمی کہ ناکردہ قرآں درست ۔۔۔ کتب خانۂ چند ملّت بشست

نہ انلات وعزّا برآورد گرد ۔۔۔ کہ توریت وانجیل منسوخ کرد

یعنی محمد صاحب ایسے یتیم تھے کہ ہنوز قرآن پورا بھی نہ کیا تھا کہ انھوں نے کتنے مذہبوں کی کتابوں کو دھو ڈالا۔ نہ صرف لات وعزّی

بتوں کو خاک میں ملا دیا بلکہ توریت و انجیل کو بھی منسوخ کر دیا *

پس مناسب ہی کہ دیکھا جاوے کہ اس تاویل سے بھی قرآن و حدیث منجانب اللہ متصوّر ہو سکتے ہیں اور وہ اختلافات جو مطالب قرآن و حدیث کو کتاب مقدس کے ساتھ ہیں جن میں سے کئی ایک اس خط کے آغاز میں مسطور ہوئے پس اگر یہ بات مان لیں کہ کتاب مقدس کو خدا نے منسوخ کر دیا ہی اور قرآن و حدیث اوسکے ناسخ ہیں تو اس تاویل سے وہ اختلافات رفع ہو سکتے ہیں یا نہیں *

پس ای عزیزو دوستو و بزرگو اس دعوی کا حال جس میں آپ صاحبوں سے امیدر کھتا ہوں کہ دل لگا کر اول سے آخر تک بغور و تامل اور سیدھے اور سچے دل اور راستی پسندی کی پاک نیّت سے مطالعہ فرماویں اور خدا تعالی سے دعا سے ہدایت کریں تا کہ جو امر راست و حق ہی آپ پر روشن ہووے ۔ آمین *

# تحقیقاتِ دوم دعویِ نسخ کتابِ مقدّس

واضح ہو کہ جیسا اوپر گذرا کہ جب برادرانِ اہلِ اسلام کو قرآن وحدیث اور
کتابِ مقدّس کا مقابلہ کر کے کہا جاتا ہی کہ آپ ازراہِ انصاف وحق جوئی ملاحظہ
فرمائیے کہ باوجودیکہ قرآن واحادیثِ محمدیہ میں جابجا کتابِ مقدّس کو کلام اللہ
کہا اور اوسکی صداقت اور راستی کی جگہہ جگہہ شہادتِ کامل دی ہی اور اوسکو
دین وایمان میں اکمل اور تعلیمات وہدایات میں احسن واجمع واتم ظاہر کیا ہی
مگر باایں ہمہ وہی قرآن وحدیث اوسی کتاب اللہ کے ایمانیات وہدایات و
تعلیمات واخبارات وغیرہ کو اصولاً وفروعاً باطل تبلاتے اور اوسکے مخالف
اور مبائن سکہاتے ہیں فکیف التوفیق ۔

تو اوسکے جواب میں اہلِ اسلام یا تو دعویِ تحریفِ کتابِ مقدّس کا درمیان
میں لاتے ہیں جو باصلہٖ وفرعہٖ محض باطل دعاطل ہی جیسا کہ اوپر مذکور ہوا ۔
نہیں تو ایسا تو ہر شخص بلا تامّل ضرور ہی کہہ بیٹھتا ہی کہ کتاب اللہ موصوف
منسوخ ہوا اوس سے اب کیا سروکار ہی وہ تو مثلِ تقویمِ پارینہ ہی ۔ قرآن کا
اوس سے کیا مقابلہ ہی ۔ کتابِ مقدّس تو اممِ سابقہ کے واسطے تھی
اب بے مصرف ہی اب اس امّتِ آخر الزماں کے واسطے قرآن نازل
ہوا ہی جو تا قیامِ قیامت جاری رہے گا ۔

ہر چند اِس مقام پر اسیقدر کافی و وافی تھا کہ آپ صاحبوں پر ظاہر کیا جاتا کہ اِس عذر سے بھی وہ مخالفت اور مباینت جو قرآن و حدیث کو کتاب مقدّس کے ساتھ ہی ہرگز رفع نہیں ہو سکتی ہے جسکی چند مثالیں اوائل نیازنامۂ ہذا میں مسطور ہوئیں کیونکہ اظہر من الشمس ہی کہ یہ ہرگز قرین قیاس نہیں ہی بلکہ ناممکن و محال ہی اور خلاف شانِ خداے اصدق الصادقین ہی کہ وہ کتاب مقدّس میں تو تعلیم توحید فی التثلیث و تثلیث فی التوحید کی دیوے اور پھر وہی قرآن میں اِس تعلیم کو کفر ٹھہراوے۔ اور ایک عرصہ تک تو وہ صاف صاف اُلوہیت و ابنیت خداوند مسیح کی بوساطت اپنے انبیا اور رسولوں کے سِکھاوے اور اوسکی منادی کراوے اور پھر وہی آخر زمانہ میں لوگوں کو بتلاوے کہ یہ کلمہ کفر و بے ایمانی کا ہی۔ اور مدّت مدید تک تو ایسا فرماوے کہ صرف بایمانِ خداوند مسیح انسان کی نجات ہو سکتی ہی اور کوئی صورت آمرزش کی نہیں ہی پھر بعد اوسکے منسوخ کرکے اور کئی راہیں مغفرت اور بخشایش کی بتلاوے۔ اور احکام ماضیہ کو سچائی اور راستی پہ ثابت و قائم رہنے کو تاکید و تہدید کرے پھر اوسکو منسوخ کرکے اُمّتِ آخر الزمان کو جھوٹ بولنے کی اجازت دیوے یا حکم فرماوے وغیرہ بلکہ نہایت واضح و بغایت لائح ہی کہ خداے تعالیٰ اِن باتوں سے منزہ و مبرّا ہی لہذا اگر کتاب مقدّس کلام اقدس ہی تو بلا ریب قرآن و حدیث من جانب اللہ نہیں ہو سکتے ہیں *

لیکن از انجا کہ دعویِ نسخِ کتابِ مقدس مسلمان بھائیوں میں بہت مشہور ہے اور
چند علماے محمدی نے اس باب میں چند کتب اور رسالے لکھے اور کچھ کا کچھ
بیان کیا اسلئے بپاس خاطر آپ صاحبوں کے اسکو کچھ تفصیل دیکر بیان کیا جاتا ہے
تاکہ آپ کو معلوم ہووے کہ دعوےٰ مذکور بھی محض بے اصل ہے +

پس واضح ہو کہ اس مقدمہ میں امورِ تنقیح طلب چھ ہیں - امرِ اول یہ کہ
نسخ کے کیا معنی ہیں اور نسخ کتابِ مقدس سے کیا مراد ہے - امرِ دوم یہ کہ قرآن
میں کہیں لکھا ہے کہ کتاب مقدس منسوخ ہے کسی آیت محکم یا متشابہ میں مذکور
ہوا یا کسی جگہ سے مستنبط ہے - امرِ سوم یہ کہ حدیث میں کہیں اسکا ذکر ہے یا نہیں
امرِ چہارم یہ کہ اجماعِ امت سے کتاب اللہ منسوخ ہو سکتی ہے یا نہیں -
امرِ پنجم یہ کہ بموجب اون اصول و قواعد نسخ کے جو مجتہدین و مفسرین اہلِ اسلام
نے لکھے ہیں کتابِ مقدس کا منسوخ ہونا قیاسی ہے یا خلافِ قیاس -
امرِ ششم یہ کہ اگر قرآن کتابِ مقدس کو منسوخ کرنے کا دعویٰ نہیں کرتا ہے
تو باوجود اقرار کاملیت و جامعیت کتابِ مقدس کے اپنے نازل ہونے کا
کوئی مطلب اور مدعا بتلاتا ہے یا نہیں - امرِ ہفتم یہ کہ انجیل سے توریت
ہوئی یا نہیں اور اگر ہوئی تو پھر قرآن سے انجیل کیوں منسوخ نہیں ہو سکتی ہے +

---

# امر اوّل اس تنقیح میں کہ نسخ کے معنی کیا ہیں اور نسخ کتابِ مقدّس سے کیا مراد ہے

نسخ کے معنی منع کرنا زائل کرنا بدلنا باطل کرنا۔ قاموس میں ہے۔ (نسخہ کمنعہ وازالہ وغیّرہ وابطلہ) پس نسخ کتابِ مقدّس سے مراد یہ ہوئی کہ گویا وہ قرآن کے سبب ممنوع التلاوۃ والتعمیل اور باطل ہوگئی۔ اور اسی مدعا سے اہلِ اسلام کتابِ مقدّس کو منسوخ مانتے ہیں کہ نہ کتابِ موصوف کو پڑھتے نہ اسکو اپنے پاس رکھتے نہ اوس میں سے کسی وعظ یا نصیحت کی تعلیم وتلقین کرتے نہ اسکی کسی بات کو سند جانتے ہیں۔ غرضکہ کتاب اللہ موصوف کو مثلِ کتبِ ہنود یا مجوس وغیرہ کے بیکار اور بیمصرف محض جانتے ہیں اور اِس سے غایت درجہ کی غیریت اور تعصّب رکھتے ہیں صرف اتنا فرق ہے کہ ہنود ومجوس وغیرہ کی کتابوں کو من جانب اللہ نہیں کہتے ہیں اور کتابِ مقدّس کو کلام اللہ مانتے ہیں۔ چنانچہ کتب عقائد میں لکھتے ہیں ؎ (اجمعنا جمیعاً انّ قراۃ الکتبِ الماضیۃ وکتابتھا منسوخۃ لقراءۃِ القراٰنِ ونزولھا) یعنی ہم سبنے اتفاق کرلیا ہے اِس بات پر کہ پچھلی کتابوں کا پڑھنا اور اوس کا لکھنا قرآن کی قرأت اور نازل ہونے کے باعث منسوخ ہے ؎

---

کتاب مقدس کا منسوخ ہونا اور نا مذکور ہونا اور اسکے خلاف ۱۷۷

# امر دوم اِس تنقیح مین کہ آیا قرآن مین کہین لکھا ھی کہ کتاب مقدس منسوخ ھی کسی آیت محکم یا متشابہ مین مذکور ہوا یا کسی جگھہ سے مستنبط ھی

تمام قرآن میں ایک آیت بھی نہیں نہ ایک لفظ جس سے معلوم ہو یا تصریح ہو کہ گویا قرآن ناسخ کتاب مقدس کا ہی یا اوسکی تلاوت یا کتابت کو منسوخ یا ممنوع بتلایا ہو۔ کہین ادنی اشارہ یا کنایہ بھی نہیں ہے۔ بلکہ جب کوئی قرآن کی اون آیتوں کو ملاحظہ کرے اور بغور و تامل سوچے جنمیں اہل کتاب کو بتاکید و تہدید حکم کیا ہی کہ کتاب اللہ موصوف کی ہدایات و تعلیمات و احکام کی تعمیل اور اتباع بدل کریں یا جنمیں مسلمانوں پر فرض ٹھہرایا ہی کہ اسپر ایمان لاویں بلکہ خود محمد صاحب کو حکم دیا ہی کہ اوسپر ایمان لاویں اور اوسکی ہدایت کی تقلید کریں جیساکہ اوپر مذکور ہوا۔ تو ہرگز باور نہو گا کہ گویا اُن آیتوں کے کہنے والے کا ارادہ پایا جاتا ہی یا اوسکی نیت تھی کہ اُس کتاب کو منسوخ اور رد کرے یا اُسکے پڑھنے یا لکھنے کو منع کرے بلکہ صاف صاف الفاظ اور عبارت کلام سے ظاہر ہی کہ وہ کتاب ہرگز قابل منسوخی نہیں بلکہ علم الٰہی کی تحصیل اور ہدایت یابی اور خدا پرستی کے واسطے کامل اور ضرور ھی*

چنانچہ آیاتِ مذکورہ میں سے بعض سابق ازیں مسطور ہوئیں جنمیں کتابِ مقدس
اور اوسکے صحیفوں کی نسبت شہادتِ کامل دی ہی کہ وہ امام اور رحمت ہی۔
کتاب واضح اور صاف اور روشن۔ ہدایت اور یاد دلانے والی ہی صاحبان
عقل کو۔ اور جو نیک بات ہی اوسمیں کامل ہی۔ ہر چیز کی اوسمیں تفصیل ہی۔ ہدایت
اور رحمت ہی تاکہ لوگ اپنے پروردگار کے ملاقی ہونے پر ایمان لاویں۔ بصیرت
اور روشنضمیری آدمزاد کو بخشتی ہی۔ فرقان ہی۔ اجالا اور نصیحت ہی خدا پرستوں
کے واسطے۔ الغرض ہمہ جہت ومن کل الوجوہ خدا پرستی و دینداری و ایمانداری
اور ہدایت میں کامل اور جامع ہی +

پھر توریت اور انجیل کی پیروی اور اوسکی ہدایت اور احکام کی تعمیل دل
سے کرنے کو یہود و نصاریٰ کو ترغیب دی ہی بلکہ نہایت تاکید و تہدید کی ہی کہ اگر
اوسپر عمل نہ کریں تو اونکا دین ناقص اور ناکارہ ہی +

پھر مسلمانوں پر سخت تاکید کی ہی کہ کتابِ مقدس تمام و کمال پر ایمان لاویں
اور جو ایمان لاوے اوسکو رحمت الٰہی اور بڑی جزا کا وعدہ دیا ہی اور اگر
کوئی مسلمان ایک حصہ پر بھی ایمان نہ لاوے تو وہ کافر ہی اور مستحقِ سزاے شدید
پھر خود محمد صاحب کو حکم ہوا ہی کہ کتابِ موصوف پر ایمان لاویں اور اوسکی
ہدایت کی پیروی کریں وغیرہ +

اب صاحبو آپ ہی اپنے دل مین انصاف کیجئے کہ قرآن تو کتابِ مقدس

کی نسبت ایسا کچھ کہتا ہی کیا اس سے آپ کے خیال مین آسکتا ہی کہ ایسی کتاب منسوخ
ہوسکتی ہی جسکو قرآن خداپرستی اور دینداری میں کامل اور جامع تبلاوے اوسکو وہ آپ
ہی رد کرے اور کہے کہ مت پڑھو مت لکھو۔ کیا جسپر عمل کرنا یہود اور نصاری کو قرآن
فرض ٹھہراوے اور اگر عمل نہ کریں تو انکی دینداری کو ناقص اور ناکارہ تبلاوے اوسکی
تعمیل یوں ہو کہ اوسکا ماننا اور عمل کرنا منع ہی۔ کیا ہوسکتا ہی کہ جس حالت میں قرآن
مسلمانوں اور محمد صاحب کو حکم دیتا ہی کہ اوسپر ایمان لاؤ تو اوسکے یہ معنی ہیں کہ اتنا جان
لو کہ کتاب مقدس کلام اللہ ہی مگر اوسکا پڑھنا لکھنا اور تعلیم پانا نادرست ہی۔ کیا جسکی
پیروی محمد صاحب پر فرض ہوئی تا کہ اوس سے ہدایت پاویں لیکن محمدی اوسکو پڑھیں
یا لکھیں تو ناجائز و ناروا ہی*

بلکہ صاف صاف ظاہر ہی کہ کتاب مقدس کو منسوخ کہنا اور اوسکی تلاوت اور
کتابت کو منع کرنا خلاف حکم قرآن کے ہی اور بالکل ناروا ہی*

## امر سوم اس تفتیش مین کہ حدیث میں ذکر نسخ کتاب مقدس ہی یا نہیں

حدیث میں کہیں نہیں کہ بائبل منسوخ ہی

کتب احادیث میں بھی ایک حدیث نہیں ہی جس میں کہا ہو کہ کتاب مقدس منسوخ
ہی یا اوسکی تلاوت یا کتابت منع ہی۔ مگر بعضے مولوی صاحب لوگوں کے سامنے
اوس حدیث کو بیان کیا کرتے ہیں جو مشکوۃ میں دارمی سے بروایت جابر منقول

ہے جسمیں مذکور ہے کہ محمد صاحب نے عمر کو توریت پڑھنے سے منع کیا تھا اور غضبناک ہوے
جو بیان تحریف میں سابق ازیں خط ہذا میں بھی منقول ہوئی ÷

لیکن واضح ہو کہ اول تو قرآن کے مقابلہ میں حدیث کا اعتبار نہیں ہے۔ کئی وجہ
سے منجملہ اونکے ایک یہہ کہ خود حدیث ہی میں منقول ہے مشکوٰۃ میں دار قطنی سے
بروایت جابر کہ محمد صاحب نے کہا (کلامی لاینسخ کلام اللہ) یعنی میرا قول خدا کے
کلام کو منسوخ نہیں کرتا ہے۔ لہذا حدیث مذکور گو محمد صاحب ہی نے کیوں نہ کہی ہو
اور فی الواقع اونہوں نے عمر کو توریت پڑھنے کو منع کیا ہو تو بھی اس سے نہ کتاب مقدس
جو کلام اللہ ہے منسوخ ہو سکتی ہے اور نہ قرآن کی وہ نصوص صریحہ منسوخ ہو سکتی ہیں
جنمیں صاف صاف کہا ہے کہ کتاب مقدس دین و ایمان کامل و جامع ہے اور
جنمیں آدمزاد کو اوسپر ایمان لانیکے واسطے بلایا ہے اور اہل کتاب کو اوسپر عمل کرنے کو
حکم تاکیدی دیئے ہیں اور مسلمانوں کو اوسپر ایمان لانا فرض ٹھہرایا اور خود محمد صاحب
کو اوسپر ایمان لانا بلکہ اوسکی پیروی کو حکم کیا ہے ÷

[illegible]

[illegible]

دوم یہہ کہ احادیث کی صحت میں بہت کچھ کلام ہے۔ علاوہ بریں یہہ حدیث
مذکور دارمی کی کتاب کی ہے جسکو اکثر نے صحاح میں شامل نہیں کیا ہے ÷

سوم یہ کہ بخاری میں جو اصح الکتاب بعد قرآن سمجھی جاتی ہے بروایت عبد اللہ
ابن عمر لکھا ہے کہ محمد صاحب نے کہا (بلغوا عنی ولو آیۃ وحدثوا عن بنی اسرائیل
ولا حرج) یعنی پہونچاؤ میری طرف سے اگرچہ ایک آیت ہو اور بیان کرو بنی اسرائیل

کیطرف سے اور کچھہ مضائقہ نہیں - قربری شارح بخاری لکھتا ہی کہ حدیث قصہ عمر کی جسمیں ممانعت کی تہی کہ توریت نہ پڑہو اس حدیث سے منسوخ ہی اسواسطے کہ وہ ممانعت اوائلِ اسلام میں تھی اور ایسا ہی عبد اللہ ابن عمر بیضاوی نے شرح مصابیح میں لکھا ہی ✦

الغرض نسخ کتابِ مقدس حدیث سے بھی ثابت نہیں ہی بلکہ اجازت دی ہی کہ بنی اسرائیل کیطرف سے بھی تعلیم کرنا روا ہی ✦

## امر چہارم یہہ کہ اجماع امت سے کتاب اللہ منسوخ ہو سکتی ہی یا نہیں

اجماع امت سے کتاب منسوخ نہیں ہوسکتی ہے

معلوم ہوتا ہی کہ مسلمانوں نے جب کتابِ مقدس کو پڑھا اور مقابلہ کیا تو دیکھا کہ کسی طور ممکن نہیں کہ قرآن کی اوسکے ساتھہ مطابقت اور موافقت ہو سکے تو اِس بات کو غنیمت جانا کہ اوسکو منسوخ کہکر اپنا پیچھا چھوڑاویں - فقہا کو قرآن و حدیث میں بھی گنجایش نہ ملی کہ کسی آیت یا حدیث کو پیش کرتے جس سے کتاب موصوف کا نسخ ثابت کرتے اسلیئے یہی لکھنا مناسب جانا کہ اوسکی منسوخیت پر اجماع امت ہو گیا ہی چنانچہ اوپر مذکور ہوا کہ لکھتے ہیں (اجمعنا جمیعاً آن قراۃ الکتب الماضیۃ وکتابتہا منسوخۃ بقراۃ القرآن ونزولہا)

مگر اِس جگہہ ضرور نہیں کہ مین بیان کرون کہ آیا مسلمانون کے اکٹھے ہو کر کسی

امر دین کو مان لینے سے وہ بات حق ٹھہرتی ہے یا نہیں یعنی کہ اجماعِ امت اصول دین سے ہے یا نہیں اور نہ اس امر کا بیان ضرور ہے کہ اگر اجماعِ امت اصولِ دین سے ہے تو کن لوگوں کا اور کتنوں کا اتفاق کرنا معتبر ہو سکتا ہے اور نہ اسکو پیش کرتا ہوں کہ اس خاص مسئلہ نسخ میں اجماع ہوا یا نہیں سبکا اسپر اتفاق ہوا یا بعض کا وغیرہ - بلکہ صرف دو بات کا ظاہر کرنا ہی مناسب ہے جنسے قطعی ہے کہ اگر بالفرض تمام اُمّتِ محمدیہ کا اتفاق ہوا تو بھی نادرست ہے *

اوّل یہ کہ اجماع بموجب اصولِ فقہ کے اوسوقت معتبر ہو سکتا ہے کہ خلافِ کلام اللہ نہو پس درحالیکہ خدائے تعالیٰ نے کتابِ مقدس واسطے ہدایت خلق اللہ کے عطا فرمائی اور یہہ لوگ اوسکے مانع ہوکر لوگوں کو ہدایت یابی سے منع کرنا چاہتے اور جسکو قرآن جو بموجب اونکے عقائد کے کلام اللہ ہے حکم دیتا ہے کہ کتابِ موصوف بنی آدم کے واسطے ہدایت اور خدا کی رحمت اور آدمزاد کے لیئے رہنما اور حق و باطل کی بتلانے والی ہے اور جابجا جسپر عمل کرنے اور ایمان لانے کو تاکید و تہدید کرتا ہے اوسکو یہہ لوگ منع کرتے اور روکتے ہیں پس عدالت سے خالی اور تعصب سے پُر ہوکر قابلِ اجماع نہیں اور اونکا اتفاق بالکل نادرست ہے *

دوم یہہ کہ اجماع کیواسطے داعی کا ہونا ضرور ہے اور وہ خبرِ احاد یا قیاس ہوتے ہیں سو نہ کوئی حدیث ہے احاد بھی نہیں ضعیف تک نہیں اور نہ قیاس مقتضی ہے جیسا کہ ہر کس و ناکس جان سکتا ہے اور آیندہ مذکور بھی ہوگا - پس خواہ اجماع

ہوا یا نہوا دونوں حالتوں میں یہ قول کسی کا معتبر نہیں ہو سکتا ہے کہ قرآن کے
مخالف اور کلام اللہ کے برعکس کہے کہ کتاب مقدس منسوخ ہے +

## امر پنجم اس تنقیح میں کہ بموجب اُن اصول و قواعد نسخ کے جو مجتہدین و مفسرین اہل اسلام نے لکھے ہیں کتاب مقدس کا منسوخ ہونا قیاسی ہے یا خلاف قیاس

جملہ اہل اسلام معترف ہیں کہ قرآن میں بعض آیات ناسخ ہیں جیسے دوسری
آیتیں منسوخ ہیں اور ایسا ہی کچھ احادیث کے باب میں بھی معتقد ہیں اور خود
قرآن میں بھی مذکور ہے کہ (ما ننسخ من آیۃ او ننسہا نات بخیر منہا او مثلہا) یعنی جس
آیت کو ہم منسوخ کرتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں اوس سے بہتر یا اوسکی مانند لاتے
ہیں۔ الغرض اہل اسلام کے عقائد میں سے ہے کہ خداے تعالیٰ کے کلام میں ناسخ
و منسوخ آیات ہوتی ہیں +

پس گو قرآن و حدیث میں ایک جگہ بھی ایسا نہیں کہا ہے کہ قرآن کے
باعث کتاب مقدس منسوخ ہو گئی یا اوسکا پڑھنا لکھنا اور اوس سے

ہدایت پانا اور اوسکے بموجب تعلیم و تلقین وعظ و نصیحت کرنا ممنوع ہی بلکہ اُسکے
خلاف صاف صاف احکام موجود ہیں جیسا کہ اوپر گذرے ۔ لیکن مناسب ہی
کہ دیکھا جاوے کہ علماءِ اہل اسلام و مجتہدین و مفسرین نے در بارۂ نسخ آیات
قرآن و احادیثِ محمدی کیا کیا شرائط و ضوابط مقرر کیئے اور لکھے ہیں تا کہ اوسی قیاس
پر دیکھا جاوے کہ کتابِ مقدّس قرآن و حدیث سے منسوخ ٹھہرتی ہی یا نہیں ۔
اور یہ بھی کہ وہ مخالفت و مباینت و مغائرت جو قرآن کے مطالب و مقاصد کو
کتابِ مقدّس کے تعلیمات و ہدایات و مضامین کے ساتھہ ہیں اگر تاویل ناسخ
و منسوخ کی قرار دیں تو بھی رفع ہوجاتی ہیں اور باہمد گر موافقت و مطابقت
متصوّر ہوسکتی ممکن ہی یا ناممکن ۔

واضح ہو کہ در بارہ نسخ کے تفسیر اتقان میں مذکور ہی ( النسخ مما خص الله
به هذه الامة لحکم منها التیسیر یعنی نسخ اُن امروں میں سے ہی جنکے ساتھہ
خدا نے اُمّتِ محمدیّہ کو مخصوص کیا ہی اور نسخ کے کئی فائدے ہیں منجملہ اونکے
ایک یہ ہی کہ آسانی ہووے ۔ اسیطور دوسرے مفسروں کے قول ہیں +
پھر تفسیر مظہری اور معالم التنزیل میں ہی ( النسخ انما یعترض علی الاوامر
والنواهی دون الاخبار یعنی نسخ صرف امر و نہی کے احکام میں ہوتا ہی نہ اخبار میں
لہذا قرآن و حدیث ناسخ اصولِ ایمانیہ و اخبار و قصص و حالات و تواریخ
مذکورہ کتابِ مقدّس کے نہیں ہوسکتے ہیں ۔ تو اب آپ صاحب ملاحظہ کریں

کہ توحید فی التثلیث و تثلیث فی التوحید - و ابنیت و الوہیت خدا وند یسوع مسیح - اور یہ کہ وہ شافع المذنبین و منجی العاصین ہی کہ محض اوسی کے ذریعہ نجات حاصل ہو سکتی ہی اور وہ اخبارات جہانِ آیندہ جو بہشت اور بہشتیوں کے باب میں ہیں - اور وہ حالات بھی جو دربارۂ آفرینشِ آدم و حوّا و خلقتِ زمین و آسمان و حالات حضرت نوح و ابراہیم و اسحاق و یعقوب و یوسف و موسیٰ و داؤد و سلیمان و خداوند مسیح کتابِ مقدس میں مذکور ہیں ہرگز منسوخ نہیں ہو سکتے ہیں کہ جو قرآن و حدیث میں اوسکے مخالف و مباین لکھا ہی اوسکو ناسخ قرار دیں +

آب باقی رہے احکام اوامر و نواہی سو اونکی نسبت بعض علما کا تو یہ قول ہی کہ نسخ احکام کا اوسی وقت معتبر ہو سکتا ہی جبکہ معارضہ ہو وے یعنے دو احکام معارضِ یکدگر ہوں اور روایتِ صحیح سے معلوم ہو کہ محمد صاحب یا اونکے صحابی نے بتلایا کہ یہ حکم منسوخ ہی اور یہ حکم ناسخ ہی و گرنہ ناجائز ہی چنانچہ ابن الحصار نے جو علماے قدیم سے ہی یہ لکھا ہی (انما یرجع فی النسخ الی نقل صریح عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم او عن صحابی یقول آیۃ کذا نسخت کذا) یعنی اِسکے سوا اور کوئی بات نہیں کہ نسخ میں نقلِ صریح کی طرف رجوع کیا جاوے جو محمد صاحب یا اونکے صحابی سے ہو کہ فلانی آیت کو منسوخ کرتی ہی - پھر لکھا ہی (ولا یعتمد فی النسخ قول عوام المفسرین بل ولا اجتہاد المجتہدین من غیر نقل صحیح ولا معارضۃ بیّنۃ لان النسخ

یتضمن رفع حکم واثبات حکم تقرر فی عہدہ صلی اللہ علیہ وسلم فالمعتمد فیہ النقل والتاریخ دون الرای والاجتہاد یعنی نسخ کے باب میں عوام مفسرین بلکہ اجتہاد مجتہدین کا بھی معتبر نہیں ہی بغیر نقل صحیح اور معارضہ ظاہر کے اسواسطے کہ نسخ متضمن ہی ایک حکم کی موقوفی اور دوسرے کے ثابت کرنے کو جو محمد صاحب کے زمانہ میں قرار پایا لہذا اس باب میں نقل اور تاریخ کا اعتماد ہی نہ کہ راے اور اجتہاد کا *

صاحبو جاے غور ہی کہ قرآن کی آیات کی ناسخیت ومنسوخیت کی نسبت یہ شروط اور احتیاط ہیں کہ اون میں سے ناسخ ومنسوخ اوسی وقت قرار دیسکتے ہیں جبکہ روایت صریح ونقل صحیح ملے کہ محمد صاحب یا اونکے صحابی نے ایسا کہا کہ یہہ آیت ناسخ ہی اور یہہ منسوخ ہی ورنہ ہرگز عوام مفسرین بلکہ اجتہاد مجتہدین تک کا معتبر نہیں ہی۔ مگر مسلمانوں نے کتاب مقدس کے نہ صرف چند آیتوں کو منسوخ کہا بلکہ ساری کتاب کو نہ ایک دو حکم کے ماننے کی ممانعت کی بلکہ تمام احکام اور جملہ ہدایات وتعلیمات واخبار وغیرہ سب کے پڑھنے لکھنے سننے کی قطعی ممانعت کی۔ اور نہ صرف یہ تھا کہ محمد صاحب یا کسی صحابی سے منقول نہیں کہ کتاب مقدس کی یہ آیت قرآن کی اس آیت سے منسوخ ہی بلکہ ایک ردی تا ہی نہیں ہاں ایک ضعیف حدیث بھی نہیں جسمیں کہا ہو کہ کتاب مقدس منسوخ ہی یا اسمیں کی کوئی آیت منسوخ ہی۔ بلکہ برخلاف اسکے خود قرآن کہتا ہی کہ اسپر ایمان لاؤ اور اہل کتاب

اگر اُسپر عمل نکریں تو اونکا ایمان ناقص او ربیکار ہی اور خود محمد صاحب کو حکم ہی کہ اوسکی پیروی کریں اور اُسکی ہدایت پر چلیں

پس اس حالت میں کیا تصور کیا جاوے بجز اسکے کہ تعصب مانع راہِ خدا ہی مگر جو حق جو اور خداترس ہی وہ بلا شبہہ اسبات کو یقین کریگا کہ درحالیکہ کتابِ مقدس اور قرآن کلامِ خدا ہیں اور نہ قرآن میں کہا کہ کتابِ مقدس منسوخ ہی اور نہ محمد صاحب نے ایسا کہا اور نہ کسی صحابی کی ایسی روایت ہی تو اگر قرآن میں کہ اوسمیں بھی آیات و احکام منسوخ ہیں اونکے باعث کل قرآن منسوخ نہیں سمجھا جاتا ہی تو اسی قیاس پر اگر کتابِ مقدس کی چند آیات یا احکام منسوخ بھی سمجھے جاویں تو اونکے باعث ساری کتاب منسوخ نہیں ہوسکتی ہی

اور بعض علمانے ایسا لکھا ہی کہ احکام دو قسم کے ہیں بعضے عام یعنی جو تمام انسانوں اونکی تعمیل فرض ہی اور بعض خاص ہیں کہ کسی خاص اُمت اور لوگوں ہی کیواسطے ہوتے ہیں یا کسی خاص وقت کے لیئے خاص ہوتے ہیں سو اون میں سے جو احکام عام ہیں وہ کبھی منسوخ نہیں ہوسکتے ہیں بلکہ ہمیشہ برقرار رہتے ہیں چنانچہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے تفسیر عزیزی میں لکھا ہی (احکام عامہ اصلا قابلِ نسخ نیستند تا ابد الابدین باقی و برقرار اند مثل تکلّم انسان و استوای قامت او ور احکام کونی و مثل حرمت شرک و زنا و لواطت و سرقہ در احکام شرعی یعنی حکمِ عام ہرگز منسوخ ہونے کے قابل نہیں ہیں ابد الآباد باقی اور

برقرار ہیں جیساکہ احکام کونی میں انسان کا بولنا اور اوسکے قد کا سیدھا ہونا اور

احکام شرعی میں حرام ہونا شرک اور زنا اور لواطت اور چوری کا *

الغرض بموجب اصول و قواعد نسخ کے جو مجتہدین و مفسرین اہل اسلام نے لکھے ہیں اونکے بموجب اصولِ ایمانیہ و اخبار و قصص و احکام عامّہ منسوخ نہیں ہو سکتے ہیں۔ تو کیا کتابِ مقدّس میں صرف احکامِ خاص ہی ہیں جو قرآن سے منسوخ ہو گئے اور ساری کتاب منسوخ متصوّر ہوئی۔ ہرگز نہیں سمیں تو تمام اصولِ ایمانیہ جنکا جاننا اور ماننا تمام انسانوں پر خدا نے فرض ٹھہرایا ہے مذکور ہیں اور اونکے سوا اخبارِ آفرینش زمین و آسمان و پیدایشِ مخلوقات و موجودات و خلقتِ آدم و آدمیان اور تمام انبیاء و مرسلین غرض حالاتِ این جہان و جہانیان و نیز اخباراتِ جہانِ جاودان مفصل و مکمل ضروری اور وہ سب احکامِ عام بھی جنکا جاننا اور تعمیل کرنا تمام کافۂ انام پر تا قیامِ قیامت فرض و واجب ہے بیان و عیاں کیئے ہیں۔ اسلیئے مطلق قرینِ قیاس نہیں بلکہ خلافِ محض ہے کہ کوئی کتابِ مقدّس کو منسوخ سمجھے *

خلاصہ یہہ کہ بموجب اصولِ اربعہ یعنی کتاب و سُنّت و اجماعِ امّت اور قیاس سبکے خلاف ہے کہ کوئی دعوی نسخ کتاب مقدّس کرے *

---

## امر ششم اس تنقیح میں کہ اگر قرآن کتاب مقدس کو منسوخ کرنیکا دعوی نہیں کرتا ھے تو باوجود اقرار کاملیت وجامعیت کتاب مقدس کے اپنے نازل ہونیکا کوئی مطلب اور غرض بتلاتا ھے یا نہیں

البتہ جب دیکھا جاتا ہی کہ قرآن جابجا کتاب مقدس کو کلام اللہ بتلاتا ہی اور یہ
کہ وہ تمام نیک امرون میں کامل اور ہدایت راہ خدا میں پوری ھی کہ ہر چیز کی
اوسمیں تفصیل ھی اور حق وباطل کی جدا کرنے والی ہی اور خدا کی رحمت اور ہدایت کی
جامع ہی دینداری اور راہ خدا بتلانے میں تو یہہ سوال دل میں آتا ہی کہ قرآن کس
لئے اپنا نازل ہونا بیان کرتا ہی۔ سو اسکا جواب قرآن ہی میں بسورہ انعام آیت
۱۵۷ میں مذکور ھی۔ (وَاَنْ تَقُوْلُوْا اِنَّمَا اُنْزِلَ الْكِتَابُ عَلَى الطَّائِفَتَيْنِ
مِنْ قَبْلِنَا وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغَافِلِيْنَ اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّا اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتَابُ
لَكُنَّا اَهْدٰى مِنْهُمْ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ) یعنی
شاید تم کہتے کہ ہمسے پہلے دوہی گروہوں پر کتاب نازل ہوئی اور ہم اوسکے پڑھنے
پڑھانے سے ناواقف ہیں یا شاید کہتے کہ اگر ہمپر نازل ہوتی تو ہم اونسے بھی
زیادہ تر ہدایت پاتے پس تمہارے رب نے شہادت اور ہدایت اور رحمت بھیجی۔

باتفاقِ مفسرین طائفتین دو گروہ سے مراد یہود اور نصاریٰ ہیں - پس اِس آیت میں غرض اصلی و علّت غائی قرآن کے نازل ہونے کی یہ بیان کی ہو کہ اہلِ عرب کو عذر باقی نہ ہے کہ ہم اُن زبانوں سے جنمین کتابِ مقدّس نازل ہوئی ناواقف ہیں تو اِس عذر کے دور کرنے کے واسطے قرآن نازل ہوا پس قرآن گویا ترجمہ اوس کتاب کا ہو کہ اوسکے مطالب و مقاصد کو زبانِ عربی مین اہلِ عرب کو بتلاتا ہو نہ کہ منسوخ اور رد کرنے کو آیا ہو +

## امرِ ہفتم اِس تنقیح میں کہ انجیل سے توریت منسوخ ہوئی یا نہین - اور اگر ہوئی تو قرآن سے انجیل کیون منسوخ نہیں ہو سکتی

اوّل واضح ہو کہ کتابِ مقدّس کے دو حصّے ہیں - عہدِ عتیق و عہدِ جدید عہدِ عتیق کی وہ کتابیں ہیں جو خداوند مسیح سے پہلے حضرت موسیٰ و یوشع و داؤد و سلیمان و اشعیا و یرمیا و دانیال و حبقوق و زکریا و ملاکی وغیرہ انبیائے کرام کی معرفت خداوندِ عالم نے لکھائیں - اون میں سے سب سے پرانی توریت ہی جو حضرت موسیٰ نے خداوند مسیح سے پندرہ سو برس پیشتر بالہامِ الٰہی لکھی اور آخر صحیفۂ ملاکی نبی کا ہو جو خداوند سے چارسو برس پیشتر

نہیں ہو سکتی

لکھا گیا۔ ان سب پاک نوشتوں کے مجموعہ کو توریت بھی کہتے ہیں ❖

عہدِ جدید کی وہ کتابیں ہیں جو حواریوں نے بعد صعودِ خداوند مسیح کے نوّے برس کے اندر بحکم والہامِ ربّانی مرقوم کیئے۔ جنمیں سے انجیل متی حواری کی سب سے اوّل لکھی گئی اور سب سے آخر مشاہداتِ یوحنّا۔ ان سب کتابوں کے مجموعہ کو عموماً انجیل بھی کہتے ہیں ❖

دوم یہہ کہ نسخ کے معنی اوپر مذکور ہو چکے کہ لغتہً منع کرنا و زایل کرنا اور بدلنا اور باطل کرنا ہی اور فقہاے اہلِ اسلام جو کتابِ مقدّس کو منسوخ کہتے اور سمجھتے ہیں تو کس مدعا سے یہہ کہ اوسکا پڑھنا لکھنا سننا منع ہی کہ گویا قرآن کے سبب کتابِ موصوف رد ہو گئی اور اوسکے مطالب و مقاصد اور ہدایات و تعلیمات جاننا فرض نہیں اور نہ اوسکا کوئی حکم واجب التعمیل ہی بلکہ وہ سبطرح منسوخ اور رد ہی۔ صرف اتنا ماننا کہ وہ کلام اللہ ہی جو پچھلی اُمتوں کیواسطے نازل ہوا تھا ❖

پس اس مدعا سے تو ہرگز مسیحیوں کا عقیدہ تورات کی نسبت نہیں ہی کہ وہ منسوخ ہی یعنی تورات میں سے کسی کتاب یا صحیفے کو بھی ممنوع التلاوۃ والکتابتہ جانیں یا اوسکو سمجھیں کہ وہ انجیل سے رد ہو گئی یا اوسکے مطالب و مقاصد کو جاننا فرض نہیں یا کہ اوسکا کوئی حکم واجب التعمیل نہیں یا ہم کو اوس سے کچھ سروکار نہیں ❖

بلکہ توراۃ کو بھی مثل انجیل کے کلام اللہ مانتے اور اسکو بھی سرچشمۂ ہدایت
جانتے اوسکی تلاوت اور کتابت فرض سمجھتے اور اوس سے بھی متواتر تعلیم
و تلقین اور وعظ و نصیحت اور ہدایت کرتے اور آپ پاتے۔ اور حواریوں
کے عہد سے ابتک متواتر توراۃ بھی مثل انجیل کے عبادتخانوں میں بوقت
عبادت پڑھی جاتی اور برابر پشت در پشت اوسکا استعمال اور برتاو رہتا ہی۔
کیونکہ توراۃ اور انجیل دونوں کلام خدا ہیں جو خدائے کریم و رحیم نے بنی
آدم کی ہدایت اور تعلیم کے واسطے عنایت فرمایا۔ اور دونوں میں نجات
و حیاتِ ابدی و خوشحالی سرمدی کی راہ بتلائی۔ پس ناممکن ہی کہ خدا اپنی
ایک کتاب سے دوسری کو منسوخ اور رد کرے اور اوسکا ایک کلام
اوسی کے دوسرے کلام کے پڑھنے لکھنے یا سننے سمجھنے کو منع کرے
اور رد کرے۔

انجیل شریف کے صحیفوں میں بھی ارشاد ہوا ہی کہ توراۃ منسوخ اور رد نہیں
ہوئی بلکہ اوسکے پڑھنے اور ہدایت پانے کو حکم ہی۔ چنانچہ اول قرنتیوں کے نامہ
کے باب ۱۰ کی آیت ۱۱ میں مرقوم ہی (یہہ سب باتیں (عہد عتیق کے) نمونوں کے
لیئے انپر پڑیں لیکن ہماری نصیحت کے واسطے جو آخری زمانہ میں ہیں لکھی گئیں)
اور نامۂ رومیاں باب ۱۵ آیت ۴ میں لکھا ہی (جو کچھ آگے لکھا گیا (یعنی عہد
عتیق) سو ہماری تعلیم کے لیئے لکھا گیا تا کہ صبر سے اور نوشتوں کی تسلی کے

وسیلے ہیں امید ہووے) اور نامہ دوم بنام طمطاوس باب ۳ آیت ۱۶ و
۱۷ میں مرقوم ہے (سارا نوشتہ (یعنی تمام کتاب مقدس عہد عتیق وجدید) الہام
سے ہے اور الزام اور سدہارنے اور راستبازی میں تربیت دینے کے واسطے
فائدہ مند ہے تاکہ مرد خدا کامل اور ہر نیک کام کے لیئے طیار ہو)

مدعا یہ کہ مسیحی مذہب کا ہرگز عقیدہ نہیں کہ انجیل سے توریت منسوخ
اور رد ہوگئی کہ اب قابلِ التفات واطاعت اور لایقِ تلاوت وکتابت نہیں
بلکہ تمام کلامِ الٰہی کو برحق اور کلام اللہ مانتے اور سبکا پڑہنا لکھنا سُننا سناتا
مشروع اور اُسکی اطاعت وفرمانبرداری اور ہدایت یابی واجب وفرض
مانتے ہیں +

صاحبو کتاب اللہ جسکو خداے تعالی بغرضِ ہدایتِ طریقِ حق وتعلیم راہِ راست
مرحمت فرمائے تاکہ لوگ اوسکے مطالب ومقاصد کو جانیں اور اوسکی ہدایت
کو مانیں اور خداے تعالی کی مرضی پہچانیں اور نجاتِ ابدی حاصل کریں
کیا ممکن ہے کہ پہر وہی کتاب ایسی بیکار وبیمصرف متصور ہو کہ منسوخ کیجاوے
اور ایسی لغو اور فضول ٹھہرے کہ اوسکا پڑھنا لکھنا تک ممنوع اور نامشروع ہو
ایک وقت تو اوسکی تلاوت وکتابت فرض وداخلِ حسنات ہو اور بعدہ ناجائز
وناروا بلکہ داخلِ سیئات قرار پاوے۔ العیاذ باللہ +

جو لوگ ایسا عقیدہ خلاف رکھتے ہیں اونکو بخوبی معلوم ہو کہ اگر اسبات کو

تسلیم کیا جاوے کہ گویا خدا اپنی کسی کتاب کو دوسری سے منسوخ کرتا ہی اور اوسکی تلاوت اور کتابت کو منع کرتا ہی۔ اس سے لامحالہ بالضرور دو امروں میں سے ایک کا ماننا لازم ہی اور وہ دونوں امر باطل ہیں اور خلافِ شانِ کبریا ہیں *

یا تو یہہ کہ گویا خداے تعالیٰ نے پہلے ایک کتاب کے ذریعہ ہدایتِ خلق اللہ چاہی اور اونکے روبراہ لانیکا ارادہ کیا مگر نہو سکا اس واسطے اُسنے اُسکو منسوخ کی اور دوسری تجویز ٹھہراکر دوسری کتاب جاری کی۔ مگر ایسا باطل خیال اوس حکیم و قدیر علی الاطلاق کی نسبت بالکل باطل اور جھوٹا ہی۔ ایسا کام تو محض انسان پُر قصور و نسیان اور بے تاب و توان کا ہی ہو سکتا ہی اور بس *

یا یہہ کہ گویا خدا کو خود منظور رہا کہ پہلے ایک لغو اور فضول اور بیمصرف کتاب کو جاری کرے بعدہ اوسکو موقوف و منسوخ کرکے دوسری کتاب جاری کی۔ لیکن ایسا گمانِ بد بھی ذاتِ منبعِ جمیعِ کمالات کی نسبت نہیں ہو سکتا ہی۔ اُسکے تو سارے کام عین حکمت اور ہدایت و دانائی و پیش بینی سے بھرے ہیں *

خلاصہ یہہ کہ اس باب میں جسقدر خوض و فکر کیجائی ہی اوسکا نتیجہ یہی نکلتا ہی کہ کوئی کتابِ الٰہی منسوخ اور ممنوع التلاوۃ والکتابۃ نہیں ہو سکتی ہی کہ ایسا ماننا بالکل مخالفِ شانِ خداے علیم و خبیر اور حکیم و قدیر کے ہی *

پس اہلِ اسلام کا یہہ عقیدہ کہ گویا کتابِ مقدس جسکو وہ کلام اللہ مانتے

ہیں قرآن سے منسوخ ہوگئی اور اوسکا لکھنا پڑھنا ناجائز و ناروا ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا بالکل بے اصل اور نادرست ہے *

اب ملاحظہ فرمائیے اس زمانہ کے بعض مولوی صاحبوں کا تعصب اور اون کی خلاف گوئی جنھوں نے کئی رسالے اور کتابیں اور رسالے رد دین مسیحی میں لکھیں اور جا بجا فخر کیا ہے کہ ہمنے دین مسیحی کو باطل اور دین محمدی کو حق ثابت کر دیا۔ یعنی مولوی رحمتہ اللہ کیرانوی۔ جب انھوں نے دیکھا کہ نسخ کتاب الٰہی کسی طور ثابت نہیں ہو سکتا ہے بلکہ ہر طرح سے کتاب مقدس کا منسوخ اور رد ہونا ناممکن و محال ہے تو اس حالت میں مقتضائے حق جوئی و خدا ترسی یہ تھا کہ اقرار کرتے کہ بلاشبہ یہ عقیدہ باطل ہے اور علماے مجتہدین محمدی کا اتفاق و اجماع ناجائز و ناروا ہے۔ مگر ایسا جگر کہاں سے لاویں حق جوئی و خدا شناسی منظور ہوتی تو ایسا کرتے وہاں تو پاسداری دین آبائی و طرفداری دین محمدی کی پیش نہاد خاطر تھی۔ اسواسطے صاف انکار کر دیا کہ اہل اسلام کا ایسا عقیدہ ہی نہیں ہے کہ کتاب مقدس یعنی تورات یا انجیل قرآن سے منسوخ ہے۔ اور نہ یہ عقیدہ ہے کہ تمام احکام شرائع سابقہ کے منسوخ ہو گئے۔ بلکہ صرف بعض احکام کو منسوخ جانتے ہیں۔ اور گویا علماے مسیحی اپنی ناواقفیت سے مسلمانوں پر ناحق تہمت لگاتے ہیں کہ مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ تورات و انجیل قرآن سے اور احکام شرائع سابقہ شریعت محمدیہ سے منسوخ ہو گئے ہم ہرگز اسکے معتقد نہیں ہیں *

چنانچہ تحفہ مذہبی میں لکھا ہے جو مولویصاحب اور ڈاکٹر وزیر خاں کی صلاح سے بنام نہاد سید عبد اللہ چھاپا گیا ہے۔ صفحہ ۲۸ (پادری صاحب نے سنکر فرمایا کہ آپ انجیل کو منسوخ تبلاتے ہیں یا نہیں مولویصاحب نے فرمایا بلاشبہہ ہم ان معنیوں سے جنکا اظہار کیا جائیگا منسوخ جانتے ہیں) صفحہ ۲۹ (مولویصاحب نے فرمایا کہ آپ نسخ کے معنی جو اہل اسلام کی اصطلاح میں مقرر ہیں اور اوسکے محل کو کسی اسلامی کتاب میں دیکھا ہے یا نہیں۔ پادریصاحب بولے آپ بیان کیجیئے۔ مولویصاحب نے فرمایا کہ ہمارے نزدیک نسخ صرف اوامر و نواہی میں ہوا کرتا ہے اسکے بعد تفصیل کی ہے کہ اوامر و نواہی میں سے کس کس قسم کے احکام منسوخ نہیں ہوتے ہیں اور کس کس طرح کے ہوسکتے ہیں اوس تفصیل کے بعد خلاصہ اوسکا مولویصاحب نے کیا ہے۔ صفحہ ۳۰ (پس اس تقریر کے مطابق اہل اسلام کے اصطلاح نسخ سے ایسے حکم عملی مطلق کی مدت کی انتہا کا بیان مراد ہے جو وجود و عدم کا احتمال رکھتا ہو اور ہمارے وہموں میں اوسکا دوام سمجھا جاتا ہو۔ پادری صاحب نے فرمایا کہ ان معنیوں سے انجیل کا کون کون سا حکم آپ کے نزدیک منسوخ ہے مولویصاحب نے فرمایا جیسا طلاق کا نا جائز ہونا اور مثل اسکے۔ پادریصاحب بولے کیا آپ کے نزدیک ان معنیوں سے ساری انجیل منسوخ نہیں ہے۔ مولویصاحب نے فرمایا کہ نہیں ان معنیوں سے ساری انجیل منسوخ نہیں ہے۔ کیونکہ اوسمیں قصص کی باب ۱۲ و ۲۰ و ۳۱ ورس میں یہ حکم بھی ہے اے خدا وند کو جو تیرا خدا ہے اپنے

سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری عقل سے اور اپنے سارے زور سے پیار کر اوّل حکم یہی ہے اور دوسرا جو اُسکی مانند ہے یہہ ہے کہ تو اپنے پڑوسی کو اپنے برابر پیار کر ان سے بڑا اور کوئی حکم نہیں ہے انتہی - اور ہم اس حکم کو منسوخ نہیں بتلاتے ہیں)

پھر صفحہ ۳۸ و ۳۹ میں مذکور ہے (مولوی صاحب نے فرمایا کہ جناب نے جو نسخ کے محال ہونے کی بابت چند صفحے لکھے ہیں سو وے نکال ڈالنے کے لایق ہیں کیونکہ نسخ کے معنیوں سے جو اہلِ اسلام کی اصطلاح میں ٹھہرے ہیں کچھ مناسبت نہیں ہے

اور کتاب ازالۃ الاوہام میں بھی مولوی صاحب لکھتے ہیں - باب و فصل اوّل وکید اوّل میں (جواب شبہۂ نسخ ظاہر این شبہہ از غفلت دلا علمی معنیِ نسخ کہ مصطلح اہل اسلام است پیدا شدہ - اوّلاً معنیِ نسخ بیان نمودن ضروری افتاد بدانکہ نسخ در لغت بمعنی زائل کردن ونقل نمودنست ودر اصطلاح اہل اسلام عبارت از قولیست کہ دلالت کند بر انتہاے مدتِ حکم واین چنانست کہ بمقتضاے حکمت ووقت وحالِ مکلفین حکمی از جانب او تعالی کہ در علم او موقت بود در وقتی بہ نسبت گروہی گشتہ باز چون آن وقت کہ تا آن جا توقیت آن حکم بمقتضاے امور مذکورہ بود گذشتہ وبیان آن از حضرتش بوضوح پیوستہ از ان در حق گروہ موجودہ از زمان آن حکمی نماند - پس میگوییم کہ اگر علماے مسیحی چنانچہ ظاہر ست از ین اصطلاح غفلت

داشتند دران صورت ہمین قدر جواب خدشۂ شان شد وہرچہ درین بارہ زبان آزہا
نمودہ بیہودہ چہرہٴ اوراق را سیاہ نمودہ اند چون بنای فاسد بر فاسد ست قابل
جواب نیست داگر ایمعنی را فہمیدہ باز ہمچنین نسخ را از محالات میشمارند درین صورت
پرسیدہ میشود کہ مراد چیست کہ آیا مزعوم ایشان چنانست کہ اہل اسلام بمعنی مذکور
نسخ کلی احکام شرائع سابقہ را یعنی نسخ جمیع مقاصد اصلیہ ومسائل غیر اصلیہ معتقد
اند یا نسخ جزئی یعنی نسخ بعض احکام را اگر مرادش اولست اہل اسلام ہرگز دعوی
آن نمے کنند +

یعنی ظاہرا یہ شبہ غفلت اور لاعلمی معنی نسخ سے پیدا ہوا ہی جو مسلمانوں کی
اصطلاح میں ہیں۔ اسلیئے پہلے نسخ کے معنی بیان کرنا ضرور ہوا۔ جاننا چاہیئے
کہ نسخ کے معنی لغت میں زائل کرنا اور نقل کرنا ہی اور مسلمانوں کی اصطلاح میں
مراد اوس قول سے ہی جو کسی حکم کی مدت پوری ہونے کو بتلاوے۔ اور یہ اسلیئے
ہی کہ باقتضاے حکمت اور وقت اور حال کے موافق کوئی حکم خداے تعالے
کیطرف سے کسی وقت یا گروہ کی نسبت ہوا جو اوسکی دانست میں مخصوص
اوسوقت کے ساتھہ تھا پھر جب وہ وقت گذر چکا جہانتک کیواسطے باقتضاے
امور مذکورہ کے اوسکا موقت ہونا تھا اور اوسکا بیان اوسکی جناب سے
ظاہر ہوا اسباعث سے اسوقت کے موجود لوگوں کے حق میں وہ حکم نہیں رہا
پس میں کہتا ہوں کہ اگر مسیحی علما اس اصطلاح سے غافل ہیں جیسا کہ ظاہر ہی

اِس صورت میں اُنکے خدشہ کا جواب اِسیقدر ہو چکا اور جو کچھ اسباب میں زبان درازی کی ہی اور بیہودہ ورق سیاہ کیئے ہیں چونکہ بنا فاسد کی فاسد پر ہی اسلیئے قابلِ جواب نہیں ہی۔ اور اگر اِس مدعا کو سمجھکر بھی ایسے نسخ کو محالات سے گنتے ہیں اِس صورت میں پوچھا جاتا ہی کہ مراد کیا ہی کہ آیا گمان اونکا ایسا ہی کہ اہلِ اسلام بمعنیِ مذکور تمام احکامِ شرائع سابقہ کے نسخ کے معتقد ہیں یعنی نسخ تمام مقاصدِ اصلیہ اور مسائلِ غیر اصلیہ کے یا نسخِ جزئی کے یعنی بعضِ احکام کے اگر اونکی مُراد اول ہی تو اہلِ اسلام ہرگز اوسکا دعویٰ نہیں کرتے ہیں +

پس خلاصہ تقریر مولویصاحب کا یہہ ہی کہ اہلِ اسلام معتقد نہیں کہ کتابِ مقدس یا انجیل ساری منسوخ ہی اور نہ اوسکے تمام احکام اور شرائع منسوخ ہونے کے معتقد ہیں بلکہ بعض احکامِ مخصوص کسی اُمت یا وقت کے اور بس۔ اور پادریصاحب صرف اپنی نادانی سے مسلمانوں پر تہمت لگا کر کہ اونکا عقیدہ نسخ نسبت تمام کتابِ مقدس اور تمامِ شرائع و احکامِ کتبِ سابقہ کے ہی۔ اعتراضات کرتے اور محالات ظاہر کرتے ہیں +

حال آنکہ کتبِ اصولِ فقہ و عقائد میں صاف صاف لکھا ہی کہ (اجمعنا جمیعاً اَنّ قرآءۃ الکتب الماضیۃ وکتابتہا منسوخۃ بقرآءۃ القرآن ونزولہا) جیسا کہ اوپر مذکور ہوا کہ باتفاق و اجماعِ امتِ محمدیہ کے پچھلی کتابوں کا پڑہنا لکھنا منسوخ ہی +

باقی رہے احکامِ شرائع سابقہ سو صرف ابو حنیفہ کا یہہ قول ہی (ممل حکم من

الاحکام السابقۃ اذا وجد نسخہ فی القرآن او فی الاخبار او فی اجماع الامۃ او یوجد ما یدل و یقتضی من القیاس الجلی بالنصوص یوجب النسخہ و ما سوی ذالک فیبقی مشروعًا) یعنی احکام سابقہ میں سے جس حکم کا ناسخ قرآن یا حدیث یا اجماعِ امت میں پایا جاوے یا ایسی بات پائی جاوے جو امر منصوص کے ساتھہ قیاسِ جلی سے اوسکے منسوخ ہونے کو مقتضی ہو اور دلالت کرے تو اوس حکم کا منسوخ کرنا واجب ہے اور اسکے سوا مشروع باقی رہینگے۔ مگر یہہ صرف کہنے کی بات ہے ورنہ جیسے قرآن و حدیث سے مسائل مستنبط کیئے کتابِ مقدس کے بھی احکام غیر منسوخہ کو اپنی شرائع میں داخل کرتے۔ جب کتابِ مقدس کا لکھنا پڑھنا ہی درست نہیں پھر شرائع کیونکر دریافت ہوں ❖

اور شافعی نے تو صاف صاف لکھا ہے (ان الاحکام السابقۃ کلہا صارت منسوخۃ بالقرآن سواءٌ وجد الناسخ اولم یوجد) یعنی پچھلے احکام سب منسوخ ہو گئے قرآن سے چاہے اوسکا ناسخ پایا جاوے یا نہیں ❖

اور امامیہ مذہب والے بھی شریعت محمدیہ کو ناسخ شرائع و احکام سابقہ کی کہتے ہیں چنانچہ حق الیقین میں اخوند نے لکھا ہے (شرع آنحضرت ناسخ جمیع شرائع بود) یعنی محمد صاحب کی شرع تمام شرائع کی ناسخ تھی ❖

پس اب ملاحظہ فرمائیے کہ مولویصاحب کا ایسا فرمودہ کہ گویا اہلِ اسلام کتابِ مقدس کے صرف بعض احکام جزئی کے نسخ کے معتقد ہیں نہ تمام احکام

شریعت کے اور صرف اسی مدعا سے انجیل کو منسوخ مانتے ہیں۔ کیسا خلاف ہے*

شاید کوئی کہے کہ کتاب مقدس کے پڑھنے اور لکھنے کو منسوخ جاننا اور بات ہے اور اوسکو منسوخ سمجھنا اور اوسکا بیکار و فضول متصور ہونا اور بات ہے لیکن ہر فہیدہ شخص سے پوشیدہ نہیں ہے کہ کسی کتاب کے پڑھنے لکھنے سے لوگوں کو منع کرنا اور ناجائز و ناروا بتلانا کس غرض سے ہو سکتا ہے*

یا تو اِس غرض سے کہ وہ کتاب خراب اور بد اور جھوٹی ہے پس ایسا عقیدہ تو بظاہر مسلمانوں کا نسبت کتاب مقدس کے نہیں معلوم ہوتا ہے*

اگر یہ نہیں تو بلا شبہہ اِس منشا سے ممانعت ہے کہ اب وہ بیمصرف اور بیفائدہ اور بیکار ہے اِسلیئے منظور نہیں کہ لوگ اوسے پڑھیں لکھیں اور اوسکے مطالب و مقاصد سے مطلع ہوں۔ پس وہی تین جیسی وہی ساٹھہ۔ فافہم*

الغرض مسیحی عقیدہ بموجب انجیل سے توراۃ منسوخ نہیں ہوئی بلکہ دونوں کلام اللہ ہیں جنکی ہدایات و تعلیمات کی واقفیت اور اطاعت اور اونکی تعلیمات و تلقینیات کو جاننا اور ماننا فرض ہے اور اسیطور اونکی تلاوت واجب اور کتابت مشروع ہے کہ سب کلام خدا ہے جو انسان کی تربیت اور سدھارنے اور راہ نجات بتلانے کے واسطے مفید و معین اور واسطہ و ذریعہ ہے اور یہ بھی کہ کوئی کتاب آسمانی منسوخ نہیں ہو سکتی ہے اور نہ اوسکی تلاوت

رو کتابت نا جائز و نا روا ہو سکتی ہے - پس مسلمانوں کو مناسب نہیں کہ کتاب مقدس کو

کلام اللہ مانکر پھر اوسکو منسوخ سمجھین یا اوسکے لکھنے پڑھنے کو ممنوع اور نامشروع

قرار دیں - یہ بات حقیقی ایمانداری اور خدا ترسی سے نہایت بعید ہے +

اب رہا یہ کہ تورات کے تمام شرایع یا بعض احکام انجیل سے منسوخ ہوئے

یا نہیں اور ہوئے تو قرآن سے کل شرائع یا بعض احکام انجیل کے کیون منسوخ نہین

ہو سکتے ہیں +

پس واضح ہو کہ احکام کی منسوخی و موقوفی سب ایک ہی طور کی نہیں ہوتی ہے

بلکہ دو قسم کی متصور ہے +

ایک وہ ہے کہ احکام ناسخ و منسوخ کو ملاحظہ کرنے اور غور کرنے سے واضح و آشکار

ہوتا ہے کہ حاکم کا ارادہ اور منشا ابتدا سے آخر تک ایک ہی پایا جاتا ہے ایک ہی

اوسکا قصد مفہوم ہوتا ہے +

دوسرے وہ کہ ایسا نہو بلکہ ناسخ و منسوخ احکام و قوانین کے دیکھنے سے واضح

ہوتا ہے کہ حاکم کا مطلب اور مقصد متحد نہیں بلکہ اوسکے ارادہ اور قصد میں تبدیل

و تغیر صریح نظر آتی ہے +

مثلاً فرض کرو کہ ایک حاکم نے چند شخصوں کو پہلے حکم دیا کہ تم سب فلانے

کھنڈ ان سے پتھر کھود و اور فلان مقام پر جمع کرتے جاؤ اور یہی کام برسوں تک

جاری رکھے اور بعدہ وہ حکم دے کہ اب پتھر کھودنا اور ڈھونا موقوف کر دو

جہاں جہاں میں بتاؤں نیو کھودنا شروع کرو اور یہ حکم بھی ایک عرصہ تک جاری رکھے بعدہ اُسکو بھی موقوف کرادے اور چونا بنانا اور گارا سانا اور نیو بھرنے اور دیوار چننے کا حکم دیوے اور اسطور بتدریج و ترتیب احکام اوس حاکم کے ایک مکان پورا ہوا اور بہمہ جہت آراستہ و پیراستہ ہوگیا۔ تو اِس صورت میں ہرچند اوس حاکم نے پہلے حکموں کو موقوف کرکے دوسرے حکموں کی تعمیل کرائی لیکن بظاہر ہی کہ منشا اور ارادہ اوسکا اوّل سے آخر تک ایک ہی پایا جاتا ہی اور مطلب و مقصد تمام حکام میں آغاز سے انجام تک متحد ہی کہ منظور اوسکو مکانِ مذکور کا بنانا اور اُس عمارت کا پورا کرنا تھا ✤

اب فرض کرو کہ ایک حکم نکلا اور لوگوں میں مشہور ہوا کہ حاکم نے حکم دیا ہی کہ اوس عمارت کو کھود ڈالو وہ سب رہنے سب کو گرادو سب ویرانہ کردو اور وہاں کے کچھ پتھر اور کنکر اور چونا مٹی لیکر ایک جگہہ لیجا کر اوپر تلے پٹکو اور چوپس چبوترہ سا طیّار کرو ✤

تو اِس حالت میں نہایت واضح و آشکارا ہی ہر شخص سمجھ سکتا ہی کہ اگر اِس حکم کو بھی اوسی حاکم کا مانیں تو لا بد بالیقین معلوم ہوگا کہ اب حاکم کا ارادہ اور قصد ہی بدلگیا اوسکا مقصد اور مطلب دگرگون ہوگیا ✤

پس قسمِ اوّل کی موقوفیِ احکام گو بظاہر نسخ معلوم ہوتی ہی لیکن اگر بنظر غور اور بدیدۂ انصاف دیکھو تو احکامِ اوّل منسوخ اور وا ور باطل نہیں ہوئے بلکہ مکمّل

ہوئے اور پورے ہوئے کہ ارادہ اور منشا حاکم کا احکام آخر سے کامل ہوتا اور انجام کو پہونچتا ہی۔ اور محاورہ میں متعارف بھی نہیں کہ کوئی ایسے احکام کو ناسخ و منسوخ کہے بلکہ فی الواقع اِس صورت میں تنسیخ احکام اوّل کہنا خطا ہی بلکہ مناسب اور لازم ہی کہ تکمیل کہا جاوے جیسا کہ فی الحقیقت اور نفس الامر میں ہی *

غرض لفظی بحث بڑھانے کی ضرورت نہیں ہی اصل مدعا ہی چاہئیے اسکو کوئی تنسیخ کہے چاہے تکمیل مگر اِس قسم کے احکام کا ہونا کلام اللہ میں ممکن ہی اور ایسے ہی احکام منافی اور مناقض اوسکی قدرت اور حکمت کے نہیں ہیں بلکہ بعینہٖ مثالیں اور نظیریں اوسکی مخلوقات و موجودات میں موجود ہیں *

پس اِس قسم کے احکام کی تکمیل کتاب مقدس میں پائی جاتی ہی بجنسہٖ و بعینہٖ کہ توراۃ کے بعض احکام جو خداوند مسیح تک جاری تھے جنکی تعمیل یہودیوں کو ضروری اور فرض تھی اونکی تکمیل احکام انجیل سے ہوگئی۔ اب احکام اوّل کی تعمیل مسیحیوں پر واجب اور فرض نہیں ہی جیسا کہ مختصر حال اِسکا آیندہ ذکر کیا جاویگا *

الغرض بعض احکام توریت جنکی تعمیل مسیحیوں پر واجب نہیں رہی نہ اِس جہت سے ہی کہ وہ بیکار و بے فائدہ تھے اور لاحاصل نکلے اِس لئے رد و باطل کئے گئے بلکہ کامل ہوگئے اور پورے ہوئے *

مگر قسم دوم کی موقوفی احکام بلاشک تنسیخ و تردید احکام اوّل کی ہی کیونکہ اوس سے صاف عیاں ہی کہ ارادہ اور منشا اور مرضی حاکم کی بدل گئی اور اوسکا مقصد اور

مطلب دگرگوں ہو گیا۔ پہلے اوسکو کچھہ اور منظور تھا اور پیچھے کچھہ اور عزم کیا ہو۔ ہرگز کسی طور ممکن نہیں ہو کہ احکام اوّل کی تکمیل احکام ثانی سے قرار دیں بایقین دریافت ہوتا ہو کہ حاکم کا ارادہ اور نیّت بدل گئی اور غرض اور مطلب اوس کا متغیر ہو گیا ہو۔

تو اس قسم کی تبدیلی اور موقوفی احکام اور نسخ شرائع کلام اللہ میں ہونا محال ہو اور بلا شک ایسے احکام خدائے علیم و خبیر و حکیم و قدیر کے نہیں ہو سکتے ہیں کہ بالکل خلاف اوسکی ذات و صفات کے ہیں +

پس اوسہی مثال و نظیر ہو کہ اگر تسلیم کیا جاوے کہ کتاب مقدس کی کل شرائع و احکامات قرآن و حدیث محمدی کے احکامات سے خدا نے منسوخ کر دیئے ۔ لہذا بدلیل کامل یقین واثق ہوتا ہو کہ قرآن و حدیث من جانب اللہ نہیں کیونکہ ہرگز ہرگز کسی طور ممکن نہیں ہو کہ شریعت محمدی ناسخ شرائع و احکامات کاملہ کتاب مقدس کی ہووے +

ہر چند بین و عین کیفیت اسکی اوس وقت ظاہر ہو سکتی ہو جب کوئی کتاب مقدس کو اوّل سے آخر تک دل لگا کر بغور و تامل مطالعہ کرے اور پھر قرآن و حدیث کا اوسکے ساتھہ مقابلہ کرے۔ پھر اوسپر آشکارا ہووے کہ کیسی موافقت و مطابقت و مناسبت و ارتباط جملہ صحف مقدسہ کے جملہ مطالب و مقاصد و تعلیمات و ہدایات و احکام و شرائع ظاہری و باطنی میں بخوش اسلوبی و حسن ترتیب و تدریج از آغاز تا انجام کامل و

تمام ہی۔ کہ وہ سب بلکہ بہمہ وجوہ وہمہ جہت مدارج ومراتب ومنازل عمارتِ
رفیع الشان خداشناسی وخداپرستی کے ہیں۔ جن میں سے توریت کتاب حضرت
موسی گویا انبیا داور نیو ہی اور صحفِ انبیاے کرام بمنزلہ مراتب ومنازل کے ہیں
اور انجیلِ مقدّس کے تمام پاک نوشتے مکان رفیع الشان متمم ومکمّلِ تعمیر الٰہی ہی۔
پھر اگر قرآن وحدیث کا اوس سے مقابلہ کرو تو بخوبی ظاہر ہوگا کہ اگر
اسکو بھی من جانب اللہ تصور کرو تو گویا اوس عمارتِ عالی کو ڈھاکر ویرانہ بنانا ہی۔
مگر بپاسِ خاطر آپ کے ایک بیانِ مختصر اسکا صرف احکامات کے باب
میں عرض کیا جاتا ہی۔ آپ متوجہ ہوکر اصغا فرمائیں اور اپنے دلون میں انصاف
کریں کہ اگر کتابِ مقدّس کے یہ احکام وشرائع من جانب اللہ ہیں تو پھر کسطرح
ممکن ہی کہ شرائعِ محمدی اوسکی ناسخ ہوسکیں۔ کسی نہج بھی قیاس میں نہیں
آسکتا ہی کہ شرائع سابقہ منسوخ اور رد ہوجاویں اور شریعتِ محمدی اوسکے بجاے
خداے علیم وحکیم ورب قدیر مقرر کرے +

واضح ہو کہ کتابِ مقدّس کے ارشادوں سے دریافت ہوتا ہی کہ جب انسان
ایک جانی اور روحانی دشمن یعنی ابلیس کی تلبیس کے باعث گنہگار اور اپنے
خالق ورازق اور شہنشاہِ معظم کا باغی اور نافرمان ہوا یہانتک کہ تمام جہان خالقِ
برحق وصانع مطلق کو بھول کر بُت پرستی وغیرہ مخلوقات ومصنوعات کی
پرستش کرنے اور آسمانی اور زمینی چیزوں بلکہ اپنے ہاتھ کی بنائی ہوئی

مورتوں تک کو پوجنے لگے اور اسکے سواے انواع و اقسام کی بدی اور ناپاکیوں میں مبتلا اور طرح طرح کے گناہ او معصیت میں گرفتار اور گمراہی و ضلالت میں پھنس کر خراب و تباہ ہوئے اور اس جہت سے اونکی عقل و فہم او طبیعت اور مزاج بالکل تیرہ و تار ہوگئے ✦

ایسی حالت میں بھی خداے کریم و رحیم نے انسان کو نہ چھوڑا کہ ہلاک ہووے اور بلاءِ ضلالت و جہالت میں چلا جاوے بلکہ اوسکی رحمت و شفقت اسکی مقتضی ہوئی کہ اس اندھیرے سے اوسے اُجالے میں لاوے اور گمراہی سے پھیر کر راہ حق کی راہ پر لے چلے اور اس خراب حالت سے نکال کر سعادتِ اُخروی عنایت کرے۔ اوسکو منظور ہوا کہ تمام انسان سراپا عصیان عرفانِ حقیقی و عبادتِ حقہ کے ذریعہ تقاضاے روحانی پورا کرکے خوشحالی جاودانی حاصل کریں اور وارثِ نجاتِ ابدی ہوں ✦

چنانچہ اوس حکیم برحق اور قدیرِ مطلق کی پاک و نیک نظر میں یہہ پسند آیا کہ ان کم فہموں اور بے شعوروں اور معارفِ الٰہی کے ناسمجھوں کو پہلے ایسی شریعت اور احکام سکھاوے جو اونکی عقل و گیاست کے درخور اور اونکی قوت و توانائی کے بموجب اونکی ترقی کے واسطے مفید اور مناسب ہو ✦

یعنی جیسا کہ میں نے اوپر ذکر کیا کہ جس طور کوئی معلم نادان بچوں کو پہلے حروف سکھاتا پھر کچھ لفظ اور عبارت وغیرہ بتدریج و ترتیب پڑھا کر اونکو خوگر تعلیم کرتا اور

روزبروز اونکی استعداد و لیاقت و عقل کی ترقی ہوتی جاتی ہے اور جب وہ اِن باتوں میں قابلیت بہم پہونچاتے ہیں تب اونکو علوم و فنونِ مقصودہ و مطلوبہ سکھاتا ہے۔ اسیطور جب تمام جہان کے لوگ علمِ الٰہی اور عرفانِ حقیقی اور خداپرستی کی نسبت محض جاہل اور مطلق نادان تھے تو اوس علیم و حکیم نے ایک قوم بنی اسرائیل کو انتخاب فرمایا اور بذریعہ حضرتِ موسیٰ کے اونکو ایسی شرائع و احکام عطا فرمائے جو اونکی حالت کے درخور اور اونکے سمجھنے اور عمل میں لانے کے موافق اور خداے تعالیٰ کی حکمت کے نزدیک مناسب تھے ✣

وہ شریعت اِس سبب سے کہ بنی اسرائیلیوں کے دل اور عقل اور مزاج اور طبیعت لائق علم و عمل شرائع کاملہ اور احکامِ روحانی کے نہ تھے۔ کامل نہ تھی اور بہت سی رسمی باتیں بھی مقرر تھیں ✣

مدعا اوسکا ہرگز ایسا نہیں کہ گویا نعوذ باللہ منہا خدا کو کامل اور روحانی شریعت معلوم نہ تھی یا یہہ کہ اوسنے ناکامل شریعت دیکر اونکو مرتکب گناہ کیا۔ کیونکہ یہہ دونوں امر خداے علیم و قدوس کی ذات و صفات کے برخلاف ہیں۔

بلکہ اوسی منشا اور ارادہ سے جیسا اوپر مذکور ہوا کہ بنی اسرائیل کے خوگر تعلیم کرنے اور لیاقت و استعداد علم الٰہی سیکھنے کی حاصل کرنے کو اوس قسم کی شریعت مرحمت فرمائی کہ رفتہ رفتہ احکامِ ربانی اور خدادانی اور پاکی و نیکی میں بترتیب و تدریج ترقی کریں چنانچہ جب اوس قوم نے بموجب شرائع موسوی کے

بتائید و تاکید و تشریحات و تفصیلات صحف مقدسہ انبیاے کرام مثل حضرت یوشع و داؤد و سلیمان و اشعیا و یرمیا و دانیال وغیرہم کے خداشناسی اور پاکی و نیکی میں ترقی کی اور درجہ بدرجہ و رتبہ برتبہ خداے تعالی کی مرضی پہچاننے اور ماننے کے لایق ہوے بلکہ غیر قوموں نے بھی رفتہ رفتہ ترقی کر کے خدا کا نام سُنا اور اسکے احکام معلوم کیئے اور نجات کی خبر پائی تب خداے کریم و رحیم نے اونکو بذریعہ انجیل مقدس کے اپنی کامل و روحانی شریعت مرحمت فرمائی اور اپنی مرضی اور حکموں کو اکمل طور پر ظاہر فرمایا اور بشرح و بفصل حکم دیا۔ اس طور تمام جہان کو عرفان حقیقی اور عبادت روحانی کاملہ کی طرف بلایا کہ سب نجات پاویں اور حیات ابدی حاصل کریں ٭

اور اگر کوئی خیال کرے کہ کیا خداے تعالی میں قدرت نہ تھی کہ سب انسانوں کو یک بار ہدایت کامل کرتا اور اونکے دلوں اور عقلوں کو روشن کر کے یکدم سے اپنی کامل و روحانی شریعت بتلاتا۔ تو اسکے جواب میں اسیقدر کافی ہے کہ بخوبی تمام دیکھا جاتا ہے کہ تمام مخلوقات و موجودات میں اوسکی عادت اسیطور جاری ہے اور اوسکی مرضی یوں ہی ہے کہ ہر چیز بتدریج و ترتیب رفتہ رفتہ پیدا ہوئی اور ترقی کرتی ہے۔ انسان خون سے گوشت و پوست و استخوان ہوتا پھر بچہ ہوتا پھر روز بروز رفتہ رفتہ بڑھتا اور رتبہ برتبہ پورا آدمی ہوتا ہے۔ اسیطور دوسری اشیا جملہ نباتات و حیوانات کا حال ہے۔ پس

جب یہہ سب اوسکی قدرت سے ہوتے اور رفتہ رفتہ بتدریج و ترتیب ترقی کرتے اور کامل ہوتے اور اوسکی عمیق حکمت اسی کی مقتضی ہو تو بلا شبہہ کمال روحانی بھی اسیطور بخوبی کہ ٹھیک عادت اللہ کے موافق اور اوسکی قدرت و حکمت کے مطابق ظہور میں آیا*

الغرض اس طور سے خداے تعالی نے تمام انسانوں کے واسطے حقیقی خداشناسی اور روحانی اور کامل عبادت بجالانے کی راہ بتدریج و ترتیب مذکورہ بالا تعلیم فرمائی کہ تمام جہان کیا بنی اسرائیل اور کیا دوسری قومیں خداے تعالی کی مرضی پہچانیں اور راہِ نجات پاویں*

لیکن اب مسلمان دعوی کرتے ہیں کہ شریعتِ محمدیہ ناسخ احکام و شرائع انجیل کی ہے پس مناسب ہے کہ مقابلہ کیا جاوے اور دیکھا جاوے کہ توریت میں شرائع کس کس قسم کے تھے اور اونکی تکمیل بذریعۂ انجیل ہوئی حسب بیان بالا یا نہیں اور اگر ہوئی تو پھر شریعتِ محمدی اوسکی ناسخ یا مکمل ہو سکتی ہے یا فی الواقع قرآن و احادیث کے احکام کسی طور ناسخ نہیں ہو سکتے ہیں اور ایسا ماننا خلافِ ذات و صفاتِ خداے غیر متغیر کے ہے*

واضح ہو کہ شریعتِ توریت دو قسم کی ہے ایک شریعتِ باطنی دوسری ظاہری* شریعت باطنی سے مراد شریعتِ اخلاقی سے ہے جو اصل شریعت اور خداے قدوس سبحان کی ذاتی پاکی و نیکی کا نمونہ اور پرتو اور انسان کے کمال کو ضرور ہے یعنی وہ شریعت جو انسان کی راستبازی اعمال و

افعال اور راستی گفتار و درستی رفتار و نیکی و پاکی افکار سے متعلق ہے *

پس شریعتِ مذکور جو توریت میں ہے وہی بجنسہ و بعینہ بلاتغیر و تبدیل انجیل میں ہے تمام و کمال کتابِ مقدس شریعت اخلاقی میں یکساں اور موافق و مطابق و محد و معاون یکدگر ہے *

البتہ جسوقت جہالت و نادانی اور نہایت معصیت و نافرمانی میں تمام جہان گرفتار اور مبتلا بدرجہ اتم تھا اوسوقت خداے تعالی نے اپنی مرضی کامل طور پر بیان نفرمائی بلکہ بغرض تعلیم و ہدایت اون ناقصوں کے شریعتِ اخلاقی بھی ناکامل بیان کی چنانچہ جو شریعتِ اخلاقی کہ توریت میں مذکور ہے وہ مجمل اور ناکامل ہے اسیواسطے جبکہ بنی اسرائیل اور اونکے ذریعہ سے اور قومیں بھی بہ نسبت سابق کے فی الجملہ تعلیم یاب ہونے اور مرضی الہی سے واقفیت حاصل کرنے اور جسقدر اونکو تبلایا گیا تھا اوسمیں ماہر ہونے اور تعمیل کرنے لگے اوسوقت حکیم برحق اور معلم صادق ظاہر ہوا اور شریعت مذکور کی تشریح و تفصیل و تکمیل فرمائی اور اس طور خداے تعالی نے اپنی پوری مرضی ظاہر و بیان فرمائی اور شریعتِ اخلاقی کو اکمل طور پر مشرح اور واضح و آشکار فرمایا *

چنانچہ توریت میں زنا کی ممانعت فرمائی تھی انجیل میں توضیحاً ارشاد ہوا کہ زنا صرف یہی نہیں کہ کوئی اوس فعل بد کو عمل میں لائے بلکہ جو شخص بیگانہ عورت کو بدنگاہ سے دیکھے وہ بھی زانی ہو چکا *

اسیطور توریت میں قتل و خون کرنے کی ممانعت تھی۔ انجیل میں تشریحاً و

توضیحاً ارشاد ہوا کہ خداے تعالیٰ کے حضور نہ صرف قاتل سزا پانے کے لائق ہی بلکہ
وہ شخص بھی جو دوسرے پر بے سبب غصہ کرے یا اوس سے بدزبانی کرتا ہی وہ
بھی سزاے مذکور کے پانیکا مستحق ہی +

اسی طور ازانجا کہ بنی اسرائیل نہایت سخت دل تھے اور اونکا شیوہ تھا کہ عورتوں
سے نکاح کرتے اور جب چاہتے چھوڑ دیا کرتے تھے پس بدیں ارادہ کہ اون کو
اس بے احتیاطی سے روکا جاوے اور فی الجملہ اونکو قید میں رکھیں توریت میں
ارشاد ہوا تھا کہ اگر کوئی شخص اپنی جورو کو کسی مکروہ سبب سے طلاق دے
تو اوسکو طلاقنامہ لکھدے + انجیل میں تشریحاً و تکمیلاً ارشاد ہوا کہ جو کوئی اپنی
جورو کو سواے حرامکاری کے اور کسی باعث سے طلاق دیتا ہی تو اوس سے
زنا کرواتا ہی اور جو شخص مطلقہ سے نکاح کرتا ہی زنا کرتا ہی +

اسی نہج توریت میں حکم تہا کہ اپنے ہمسایہ کو اپنی مانند دوست رکھو -
لیکن یہودی لوگوں نے ایسی محبت اور دوستی صرف اپنی ہی قوم کی نسبت سمجھی
اور مخصوص جانی اور وجہ اوسکی زیادہ تر اس سے بھی ہوئی ہوگی کہ خدا تعالیٰ
نے اونکے ہاتھ سے ایک قوم یعنی کنعانیوں کو قتل کرایا جنکا فنا کرنا اور پردہ جہان
سے نیست و نابود کرنا اوسکی پاک و نیک نظر میں بباعث افراط و گنہگاری و
بداعمالی کے جنسے اونکا پیمانۂ عمر لبریز تھا مناسب اور لازم ہوا - پس ازانجا کہ یہ
حکم قتل نہ اس غرض سے تھا کہ گویا ایمانداروں کو بے ایمانوں سے عداوت

متی ۵ باب ۳۱
استثنا ۲۴ باب ۱
متی ۵ باب ۴۳
احبار ۱۹

اور دشمنی کرنا اور اونکو ایذا و تکلیف دینا چاہیئے بلکہ صرف یہ غضب الہی تھا اوس بدکار قوم کنعانی پر جنکو نیست و نابود خدا نے بنی اسرائیل کے ہاتھہ سے کیا جیسا کہ سابق اوس سے آب طوفان و آتش و گندک سے اور قوم بد اعمال کو کیا تھا - پس یہودیوں کی اس نافہمی اور نادانی رفع کرنے کو انجیل میں جا بجا ارشاد ہوا کہ ہمسائے سے مراد صرف ایماندار یا یہودی نہیں بلکہ تمام انسان بامید گرہمسایہ اور بھائی ہیں - اس لیئے سب سے محبت اور الفت دل سے رکھنا فرض عین ہے اور یہانتک فرمایا کہ اپنے دشمنوں کو پیار کرو جو تمپر لعنت کریں اونکے لیئے برکت چاہو جو تم سے کینہ رکھیں اونکا بھلا کرو اور جو تمھیں دُکھہ دیں اور ستاویں اون کے لیئے دعا مانگو وغیرہ

الغرض جو شریعتِ اخلاقی توریت مین مذکور و مسطور ہے وہ سب کی سب ہو بہو انجیل مین بھی ہے بلکہ اوسکی تشریح و تفصیل و تکمیل زیادہ تر ہوئی - اور خداے تعالے نے اپنی مرضی بوضاحت و صراحت علی وجہ الکمال بیان و عیاں فرمائی -

اسطرح تمام و کمال شریعت اخلاقی جسکی تعمیل و بجا آوری انسان پر فرض اور خداے قدوس سبحان کی ذاتِ پاک کا نمونہ و نشان ہے ظاہر ہوئی جسکا خلاصہ خداوند مسیح نے جو شریعت کا نہ کا معلّم اکمل تھا - اِن دو حکموں میں فرمایا کہ (اپنے خداوند خدا کو اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری عقل اور اپنی ساری قوت سے پیار کر پہلا اور بڑا حکم یہی ہے اور دوسرا جو اوسکی

مانند ہی یہ ہی کہ اپنے پڑوسی کو ایسا پیار کر جیسا آپ کو ٭

آب ملاحظہ فرمائیے اور انصاف کیجیے کہ قرآن و احادیث محمدیہ آتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم بھی خدا کی طرف سے ہیں اور یہہ کہ تمام اہل کتاب اور ساری روے زمین کو اِس شریعت کی پیروی اور تعمیل واجب و فرض ہی اور یہہ شریعت آخر الزماں ہی جو تا قیام قیامت قائم و جاری رہے گی بلکہ خود مسیح بھی آخر زمانہ میں آسمان سے آویگا اور اِس شریعت کو مانیگا اور اوسکی پیروی کریگا۔

پس مناسب ہی کہ شریعت محمدیہ کو بغور و تامل ملاحظہ کریں اور دلی انصاف سے دیکھیں کہ اُسمیں کس کس قسم کے احکام اخلاقی مسطور و مذکور ہیں اور کیسی شریعت واجب یا سنّت یا فرض و مستحب قرار دی ہی +

پس واضح ہی کہ قرآن کہتا ہی اور حدیثیں اوسکی تائید کرتی ہیں کہ ایک بار تو مسلمانوں کو حکم ملا تھا کہ چاہے تم اپنے جی کی بات چھپاؤ چاہے ظاہر کرو خدا تعالیٰ اوسکا حساب لیگا پھر جسکو چاہے گا بخشیگا اور جسکو چاہے عذاب دیگا۔ الغرض دل کے خیالات پر حساب ہوگا۔ مگر جب محمد صاحب کے اصحاب روئے اور کہا کہ یہہ حکم مشکل ہی نہ ہو سکیگا اور دعا کی کہ ای خدا تو نے جیسا بوجھ پچھلی اُمتوں پر رکھا ہمپر مت رکھہ۔ تب یہہ حکم منسوخ ہو گیا اور کہا گیا کہ اُمّتِ محمدیہ کے خیالاتِ دل کا حساب نہ لیا جاویگا۔ غرض افکارِ مذمومہ اور بد خیالات کا محاسبہ نہو گا۔

ایک حدیث میں بھی آیا ہی کہ محمد صاحب نے کہا کہ جو شخص گناہ کا ارادہ اور عزم

کرے مگر عمل میں نہ لاوے تو وہ گناہ میں محسوب نہ ہوگا وغیرہ +

اسی طور مسلمانوں کو عموماً اجازت دی ہی کہ کسی سبب سے یا بلا سبب اپنی جورو
کو طلاق دیدیں تو روا ہی بلکہ بعضی صورتوں میں چاہے جورو اور خصم دونوں کی
رضامندی نہو تب بھی طلاق ہو جاتی ہی اور گویا خدا خود زبردستی سے دونوں
میں جدائی کراتا ہی اور اسی طلاق اور خلع کی نوبت یہانتک پونہچی ہی کہ ایک عورت
بیشمار خصموں کی جورو بنتی ہی - صدہا عورتیں مثل کسبیوں کے مکہ میں رہتی ہیں جو ہر سال
بعد حج کے مسافر حاجیوں سے نکاح کرتی ہیں اور جب وہ حاجی گھر کو جاتا ہی طلاق دے جاتا
ہی پیچھے دوسرے سال دوسرا حاجی آتا ہی - پس کسبیوں میں اور اِن عورتوں میں کیا
فرق ہی - اور تاہم بموجب شرع محمدی نکاح انکا مشروع ہی +

اسی طور قرآن اجازت دیتا ہی کہ ایک مرد چار جوروں تک کرنے اور حدیث میں
زیادہ نکاح کرنے کو مسنون اور موجب ثواب بتلاتے ہیں +

پھر محمد صاحب کو اور مسلمانوں سے الگ حکم ملا کہ چار جوروں کی بھی قید نہیں بلکہ
جتنی چاہیں کریں - اور لونڈیاں تو ہر مسلمان جتنی چاہے رکھ سکتا ہی +

پھر محمد صاحب کے زمانہ میں حجۃ الوداع تک جسکے چند ہی دنوں کے بعد انھوں
نے انتقال کیا متعہ مشروع تھا کہ جب ضرورت ہو رات دو رات کیواسطے
عورت کر لیا کریں # - اب سنی کہتے ہیں کہ پیچھے یہ حکم منسوخ ہوگیا اور شیعوں
کے نزدیک بدستور مشروع اور موجب ثواب ہی - اسی واسطے بڑے بڑے

نامی دیندار شیعے اس سنت کو ادا کرتے اور ایسی عورتیں رکھتے ہیں * بہرحال خواہ
وہ حکم منسوخ ہوا یا نہیں لیکن ایسا حکم شریعت محمدیہ میں ہوا۔ اور اگر بغور دیکھو تو متعہ
اور محمدی نکاح میں تھوڑا ہی فرق ہے۔ متعہ میں عورت کے رکھنے کی مدت پہلے
سے مقرر ہوتی ہے اور نکاح پہلے بلا قید مدت ہوتا ہے لیکن مرد کو اختیار ہے کہ جب چاہے
اوسے چھوڑ دے اور عورت بھی مرد کو راضی کر کے جدا ہو سکتی ہے *

اسی طور قرآن و حدیث میں جا بجا مسلمانوں کو حکم ہے کہ صرف آپس میں محبت رکھو
باقی دوسرے مذہب والوں سے چاہے کتاب مقدس کے ماننے والے ہی
کیوں نہوں اُنسے بھی دوستی نہ رکھو بلکہ ہر طرح دوسری قوموں کے لوگوں کو تنگ
کرو اور ستاؤ اور جہاد کے جو احکام ہیں وہ قابل غور ہیں کہ کیسے ظلم اور زبردستی
کرنے کو عمدہ ترین عبادت بتلایا اور تشدد اور سختی کو ارکان دین میں قرار دیا ہے

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا *

پس اے بھائیو آپ ہی اپنے دل میں انصاف کریں کہ کیا ممکن ہے کہ خدا تعالے
اپنے وہ پاک و نیک حکم منسوخ کر کے محمدی ان حکموں کو جاری کرے۔ کیا ہو سکتا
ہے کہ خدائے تعالیٰ جس نے انسان کو روز بروز تعلیم و تربیت دیکر اوسکو اپنی کامل
شریعت عنایت فرمائی تا کہ سب لوگ کمال حاصل کریں اب وہ اوسکو
رد کر کے ایسی ناقص اور کچی شریعت کو جاری کرے جو اوسکی پاک و نیک ذات
کے برخلاف ہے * شاید خیال کرو کہ احکام سابق ایسے مشکل و دشوار تھے کہ انکی

تعمیل نہیں ہو سکتی ہے جیسا کہ محمدی تعلیمات سے بہی ایسا دریافت ہوتا ہے۔ تو کیا خدائے تعالیٰ نے پہلے ناسمجھی سے ایسے حکم دیئے تھے کہ اب پشیمان ہوکر اُنکو منسوخ کردیئے یا اوسنے عمداً جان بوجھکر ایسا جبر اون پچھلوں پر کیا اور ناممکن کو بتلایا کہ کوئی اوسکو نہ کرسکے اسلیئے اب وہ بیکار تصور ہوکر موقوف کیئے گئے۔ نعوذ باللہ منہا +

الغرض شریعتِ اخلاقی جو قرآن وحدیث میں مذکور ہوئی کسی طور ممکن نہیں کہ ناسخ شرائع کتابِ مقدس کی ہووے +

اب باقی رہی توریت کی ظاہری شریعت یعنی جو یہودیوں کی رسم وعادات ودستوروں سے متعلق ہے اور وہ خود بذاتہ نہ نیک ہے نہ بد بلکہ حکم ہونے سے واجب التعمیل ہوگئی جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔ وہ بہی دو قسم کی ہے +

اوّل وہ شریعت ظاہری جو یہودیوں کے طریق عبادت اور اوسکے آداب سے متعلق تھی۔ وہ سب دستور اور رسمین اشارات وعلامات و کنایات عبادات روحانی کے تھے جو بوسیلۂ خداوند یسوع مسیح ظہور میں آئیں اور ان سے یہ بھی غرض حاصل ہوتی تھی کہ بنی اسرائیل بت پرستوں کی رسم ورواجِ مذہبی سے کنارہ کش ہوں اور اون سے ممتاز ہوں جو اوس جگہہ بلکہ تمام عالم میں پھیلے تھے +

پس جب ظاہری دستور اور طریق عبادت جو توریت میں مذکور اور مسطور ہوئی

بنی اسرائیل تعمیل کرنے لگے اور عبادتِ الٰہی کے خوگر اور عادی ہوئے اور تمام
بت پرستوں سے جدا ہوئے اور خداے تعالیٰ کی بتلائی ہوئی اوس شریعت کے
مطابق عبادت بجالانے لگے تب خداے تعالیٰ نے ان سب کی باطنی حقایق
و معارف کو بعینہ و بجنسہ ہوبہو بوسیلۂ خداوند یسوع مسیح کے ظاہر کردیا اور جن جن
باطنی اور حقیقی چیزوں کی تصویر اور نقشہ اور سایہ اور نشان بذریعۂ توریت
انسان کو دکھایا تھا وہ آپ نمودار و آشکار ہوئیں۔ لہٰذا اب آدمیتیم برخاست
وہ سب رسم و دستور ظاہری موقوف ہوئے اور عبادتِ روحانی بجاے
اُسکے مقرر ہوئی +

چنانچہ خداے تعالیٰ نے توریت کے بعض صحائف میں ایسا فرمایا بھی تھا
کہ ایسے دن آوینگے کہ عبادتِ ظاہری کے بدلے باطنی اور روحانی عبادت
مقرر ہوگی جیسا کہ حضرت یرمیاہ نبی کی معرفت فرمایا تھا۔ صحیفۂ یرمیاہ باب ۳۱-
آیت ۳۱ سے ۳۳ تک (۳۱) دیکھو وہ دن آتے ہیں خداوند کہتا ہے کہ میں
اسرائیل کے گھرانے اور یہوداہ کے گھرانے سے نیا عہد باندھونگا (۳۲)
اوس عہد کے موافق نہیں جو میں نے اونکے باپ دادوں سے باندھا جسدن
میں نے اونکی دستگیری کی کہ زمین مصر سے انھیں نکال لاؤں اور انھوں نے
میرے اوس عہد کو توڑا باوجود یکہ میں اونکا شوہر تھا خداوند کہتا ہے (۳۳)
بلکہ یہہ وہ عہد ہے جو میں اسرائیل کے گھرانے سے باندھونگا ان دنوں کے بعد

خداوند فرماتا ہی میں اپنی شریعت کو اونکے اندر رکھونگا اور اونکے دلپر اُسے لکھونگا اور میں اونکا خدا ہونگا اور وے میرے لوگ ہونگے ❖

پھر باب ۳۲ میں ارشاد ہی (۴۰) اور میں اونکے ساتھ عہد ابدی باندہونگا جو میں اُنسے نہ اوٹھائونگا کہ اُن سے نیکی کروں اور میں اپنا خوف اونکے دل میں رکھونگا کہ وے مجھسے پھر نہ جائیں)

پھر جب وقت پورا ہوا اور اُن سب باتوں کا ظہور ہوا تب خداوند تعالی نے اپنے مقدس رسولوں کی معرفت ارشاد فرمایا کہ یہ وہی عہد جدید ہی جسکا وعدہ میں نے فرمایا تھا چنانچہ نامۂ عبرانیاں کے باب ۸ وغیرہ میں مسطور ہی اور خاص اون ظاہری رسوم عبادت کے باب میں ارشاد ہوا کہ وہ سب آنے والی نعمتوں کی پرچھائیں تھیں نہ اُن چیزون کی حقیقی صورت اور یہ کہ وہ سب آنیوالی نعمتیں خداوند مسیح کے ذریعہ مرحمت ہوئیں ❖

پس جملہ احکام توریت جو ظاہری رسوم و طریق عبادت سے متعلق تھے نہ اس واسطے موقوف ہوئے کہ گویا وہ بیکار و بیصرف تھے بلکہ جس طور وہ بوقت تقرر مفید و مناسب اور پر مصلحت و حکمت تھی تعلیم بنی اسرائیل اور تربیت علم الٰہی کے واسطے اسیطور اونکی موقوفی بھی انسب ولائق و شایان شان اوس حکیم برحق کی ہوئی - جیساکہ ذیل میں چند نظیر اوسکی مرقوم ہونگی آب ملاحظہ کیجیئے کہ قرآن و حدیث پھر عبادت ظاہری اور جسمانی مقرر

کرنا چاہتے ہیں پس اگر اوس عبادت کو تسلیم کیا جاوے تو کیا مدعا ہوگا یہی کہ گویا خدا نے تعالیٰ نے پہلے توریت کے ذریعہ ایک شریعت اور طریق عبادت ظاہری تبلائے اور پھر اوسکو کامل کرکے عبادتِ باطنی وروحانی مقرر کی اُسکے بعد اب پھر باطن سے ظاہر کی طرف اور حقیقت سے مجاز کی طرف اور اصل سے نقل کی جانب اور روحانی سے جسمانی کی سمت اور مشارٌ الیہ سے اشارہ کیطرف اور معنی سے صورت کی جانب پھیرتا ہی تاکہ لوگ رجعتِ قہقری کریں اور منزلِ مقصود سے بے نیلِ مقصود واپس آویں اور ایسا کرنا بالکل مناقض ومخالف حکمت اوس حکیم علی الاطلاق کے ہی *

اسکے سوا یہہ بھی واضح ہووے کہ شریعتِ توریت کا مدعا اور مقصد نہایت عمدہ اور مناسب تھا بانتظامِ تمام۔ جنکی حقیقت اور ماہیت جو بذریعۂ خداوند مسیح ظاہر ہوئی بلاشبہہ وشک ضروری اور افضل اور اکمل تھی۔ مگر رسومِ عبادتِ محمدیہ میں وہ بات بالکل مفقود ہی کہ بعضی رسمیں تو شریعتِ توریت کی اونکا مدعا نہ سمجھکر بلکہ رسمی ورواجی تصور کرکے تھوڑا تبدیل وتغیر کرکے بتلائیں اور بہت سی بت پرستوں وغیرہ کی رسوم و طریق کو ادنی فرق وتفاوت کے ساتھہ بدستور جاری رکھے ہیں۔ چنانچہ بطور نمونہ چند مثال ذیل میں مرقوم ہوتی ہیں *

جیساکہ ملاحظہ کیجیئے کہ توریت میں حکم تہا کہ آمرزشِ معاصی اور گناہونکی بخشائش کیواسطے بے عیب جانورونکی قربانی بشرائط وضوابط چند کیاکریں۔ مگر صاف واضح ہی کہ جانورونکی قربانیں

اور گناہونکی معافی سے کیا مناسبت ہی بلکہ مراد و مدعا اوس سے ایک قربانی عظیم الشان تھی
اور مقصد و مطلب اوسکا صرف خدا کے بے عیب بَرّے خداوند مسیح کا فدیہ اور
کفّارہ تھا جو جہان کے گناہوں کا اُٹھانے والا اور ہم گنہگاروں کی عوض صلیبی
موت سے مظلوم و مقہور و قتل ہونے والا تھا جیساکہ ہزاروں برس پیشتر سے
خدا یتعالی نے اوسکے نمونے اور نشان اور علامت انسانوں پر ظاہر فرمائیں
اور صدہا سال پہلے سے حضرت داؤد و اشعیا وغیرہ انبیا کی معرفت اوسکی صاف
صاف پیشیں گوئیاں فرمائی‌ں۔ اور جب وہ قربانی ہوچکی خداے تعالی کے برگزیدہ
رسولوں نے جابجا اوسی کی منادی کی اور انجیل میں جابجا اُسکی بشارت
دی کہ وہ قربانی عظیم جسکے نشان پہلے مقرر تھے اور جسکی خبر سابق میں دیگئی
تھی وہی ایک مقبول قربانی گذرنے سے ایماندار لوگ پاک ہوتے اور مقدس
لوگ ہمیشہ کے لیئے کامل ہوتے ہیں ❊

الغرض خداوند مسیح کی قربانی جو حقیقت اور ماہیّت اُن ظاہری نشان
قربانیوں کی تھی ہوچکی کہ جو اوسپر بیر یا ایمان لاوے اور اوس فدیہ اور کفارہ
کو بدل قبول کرے اوسکے واسطے یہی حقیقی اور اصلی قربانی تمام گناہوں اور
بیشمار نافرمانیوں سے پاک کرتی ہی۔ پس اُسکے نشانوں اور نمونوں اور اشارون
کے عمل میں لانے کی حاجت اور ضرورت نہیں ہی اب خدا کے بندوں کو
اوس قربانی پر کلّی ایمان رکھنا اور پورا بھروسا کرنا اور بجناب ارحم الراحمین

ابد الآباد شکر و حمد کرنا واجب و فرض ہی اور بس *

مگر دیکھیے کہ شریعت محمدی میں اوسکا کچھ ذکر نہیں بلکہ پھر جانوروں کی قربانیاں مقرر کی ہیں پہلے اوائل اسلام میں عتیرہ تھا یعنی وہ قربانی جو مکہ کے بت پرست ماہ رجب میں کیا کرتے تھے اور فرع یعنی پہلوٹے بچے کا قربان کرنا۔ پھر پیچھے سے یہ حکم بھی منسوخ کردیا اور اضحیۂ یوم النحر واجب ٹھہرایا اور عقیقہ مسنون ہوا *

پس اے بھائیو مقام غور ہی کہ ایسا کرنا من جانب اللہ متصور ہوسکتا ہی۔ ہرگز ہرگز نہیں۔ کہ جس حالت میں خداے تعالی اپنی پیش بینی سے ہزاروں برس تک اوس قربانی اعظم کے نشان اور نمونے لوگوں کو سکھاوے اور انبیاے کرام کی معرفت اوسکے ظہور میں آنے کی خبر دیوے اور جب وہ قربانی مقبول ہوچکے اوسکی بنا دہی تمام جہان میں کرادے اور تمام جہان کے گنہگاروں کی نجات صرف اوسیکے ذریعہ بتلاوے اور بعد وہ پھر بھیڑ بکری اور بیل گاے اور اونٹ ذبح کرنے کا حکم دے اور یہہ دعا سکھاوے کہ (لحمہا بلحمی ودمہا بدمی و عظمہا بعظمی وغیرہ) جو مسلمان پڑھتے ہیں یعنی کہ اسکا گوشت میرے گوشت کی عوض اور اوسکا خون میرے خون کی عوض اور اوسکی ہڈی میری ہڈی کی عوض۔ اور اس طرح سے اسکو قبول کرے اور اپنے عزیز وہمتا بیٹے کے فدیہ اور کفارہ کو منسوخ کردے *

پھر توریت میں غسل و طہارت ظاہری بدن دہونے وغیرہ کو حکم تھا مگر بدعا

اوسکا یہ تہا کہ انسان کو معلوم ہو کہ جس طرح جسم کی صفائی پانی سے ہوتی ہی اسی نہج روح
بنی آدم کی بہ نسبت جسم کے زیادہ تر محتاج طہارت اور پاکی کی ہی جسکا بیان مفصل
ومشرح ومکمل یعنی طہارتِ باطن وتصفیۂ دل وتزکیۂ قلب کا حال بخوبی تمام خداوند
یسوع مسیح کے وسیلہ ہوا اور با یمانِ مسیحی بذریعۂ ہدایتِ روح القدس حاصل ہوتی ہی
پس ہرچند ایماندارِ حقیقی جو طہارتِ قلبی حاصل کرتا ہی اوسکو جسم وجامہ ومکان
وغیرہ کی صفائی بھی ضرور ہی اسلیئے کریگا مگر نہ اس غرض سے کہ گویا اس شست وشو
ظاہری سے اوسکی روح پاک ہوسکتی ہی یا اُسکے ذریعہ نجات ہوسکتی ہی حاشا وکلا
مگر شرایع محمدی میں پہر غسل وواجب وفرض ٹھہرایا اور اوسکی بابت عجیب
وغریب احکامات جاری کیئے ہیں کہ جو شخص شرائط وترتیب معینہ کے بموجب
وضو کرتا ہی اوسکے تمام گناہ دُھل جاتے ہیں اور وضو کرنیوالا جملہ معصیتوں
سے پاک وصاف ہوجاتا ہی اور یہ کہ اس شست وشوی ظاہری کو شرط نماز
ٹھہرایا ہی حتی کہ بدون اُسکے نماز درست نہیں اور خدای تعالی کے یہاں
مقبول نہیں ؞

پس فرمائیے کہ اگر شریعت محمدیہ کو من جانب اللہ تصوّر کریں تو ان احکام
کی نسبت کیا خیال کیا جاوے یہی کہ گویا خدای تعالی نے پہلے توریت میں
شست وشوی ظاہری مقرر فرمائی اور بعدہ بذریعۂ انجیل اوسکے بجای پاکی
باطن مقرر کی کہ وہی اوسکا مدعا اور مقصد تھا اور اب پھر اوسکو رد کرتا ہی اور پھر

ظاہری بدنی و لباس و مکان کی پاکی کو بجاے باطنی کے مقرر کرتا ھی یا یہہ کہ گویا یہ
سب احکام اوسکے بے مصرف ہیں کبھی مقرر کرتا ہی پھر موقوف کرتا ہی اور اب پھر
جاری کیئے ہیں مگر ایسا گمانِ بد اوس ذاتِ مقدس کی نسبت خلاف ہی لہذا یہہ
احکامِ ظاہری پاکی کے جو قرآن و حدیث میں مذکور ہیں ہرگز خدا کی طرف
سے نہیں ہو سکتے ہیں *

اسی طور بیت المقدس جو شہر یروشلم میں بحکمِ الٰہی یہودیوں کے واسطے معبد اور
قربانگاہ بنایا گیا تھا جہاں جنابِ باری جلّ جلالہٗ نے علاماتِ بیّنات سے ایسا
ظاہر فرمایا تھا کہ گویا وہ خالقِ زمین و آسمان وہاں سکونت کرتا اور رہتا ہی سو وہ
مکان نمونہ اور نشان جسمِ اطہر خداوندِ مسیح کا تھا اور اسکا یہہ بھی اشارہ اور مطلب تھا
کہ دلِ انسان منزل و مقام و مسکنِ خداے کریم و رحیم ہووے - پھر جب وقتِ
معیّن پر خداوندِ مسیح کا ظہور قالبِ انسانی میں ہوا اور اوس روحِ الٰہی قدوس
نے کالبدِ خاکی اور خانۂ تن کو مشرف فرمایا اور ہنوز فوق السما حی القیوم موجود
و برقرار ہی اور بروزِ حشر پھر اس جہان میں بکمالِ عظمت و جلال ملائکہ مقربین و جماعت
مقدسین ہمرکاب لیئے تشریف فرما ہوگا اور ہر شخص مومن کا دل عقیدت منزل
بشرفِ ایمانِ مسیحی بیت اللہ و خانۂ خدا بنتا ہی لہذا اب حاجت خانۂ سنگی کی
نہیں - چنانچہ اسیواسطے خداے تعالیٰ نے بعد عروجِ خداوندِ مسیح کے اوس
ہیکل اور معبد کو یعنی بیت المقدس کو برباد کر دیا اور اینٹ پر اینٹ نرہی چنانچہ

اِس کا بیان واضح انجیل میں مذکور ہے اور تواریخ سے ثابت +

مگر اب شرائع محمدی میں پھر ایک مکان کو خانۂ خدا ٹھہرایا ہے اور نہ صرف یہہ کہ اُسمیں مسلمان جاکر عبادت کریں بلکہ اُن پتھروں کی طرف مشرق و غرب و جنوب و شمال سے سجدہ کریں۔ پہلے محمد صاحب جب مکّہ میں تھے کعبہ کی طرف سجدہ ہوتا تھا جب مدینہ پہونچے بیضاوی لکھتا ہے کہ یہودیوں کی تالیف قلوب کیواسطے بیت المقدس کی طرف سجدہ کرنے کا حکم ہوا اوسکے بعد وہ حکم بھی منسوخ ہوا اور پھر کعبہ کو سجدہ کرنے کا حکم جاری ہوا جو شہر مکّہ میں بت پرستان عرب کا مندر تھا۔ جسکو محمد صاحب نے اپنے وقت کے بت پرستوں کے ساتھ ملکر از سر نو بنایا تھا اور جسمیں بڑے بڑے نامی بت اور مورتیں رکھی تھیں جسکی پوجا تری قریش اور دوسرے بت پرست کرتے اور سال بسال اوسکی جاترا ہوتی اور جوق جوق عرب کا میلا وہاں ہوتا تھا۔ اوسی بت خانہ کے پوجاری اور پروہت محمد صاحب کے آبا و اجداد ایکمدت سے ہوتے آئے تھے سو مسلمانونکو بھی حکم ہوا کہ ان بت پرستوں کی تمام رسوم اور دستوروں کی تعمیل کریں جیسے پرکرما دینا۔ دوڑنا۔ کنکڑی پھینکنا۔ پہاڑ پر چڑہنا بھدرا کرانا۔ ایک کالے پتھر کو چومنا اور سر اوسپر رکھنا اور دور سے اوسکی طرف جھکنا۔ ایک کوئے یعنی زمزم کا پانی تبرّکاً پینا وغیرہ۔ ہاں کچھہ ادنیٰ سا فرق اون رسوم میں کردیا ورنہ بدستور وہی رسمیں قائم رکھیں۔ اور یاپہ کہ آخرکو جبکہ تھوڑے ہی دنوں کے بعد محمد صاحب نے انتقال کیا ہے مسلمانوں کا تسلّط مکّہ

میں ہوا اوسوقت وہ بت جو اوسمیں رکھے تھے نکالے گئے مگر سجدہ اوسطرف متواتر رہا +

پس بھائیو خیال کرو کہ ان سب باتوں کا کیا مدعا ہے۔ توریت اور انجیل کے ملانے سے دریافت ہوتا ہے کہ پہلے خدا تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو تعلیم دینے اور پاک دین سکھانے کو بیت المقدس بنوایا کہ اونکا قربانگاہ اور عبادت خانہ ہووے اور اپنی عظمت وجلال کا ظہور وہاں متواتر دکھایا اور جب لوگ اس طور تعلیم یاب ہوئے اور خداشناسی اور عبادت حقیقی تعلیم پانے کے لائق ہوئے تب اونکو جسمانی اور ظاہری عبادت سے چھوڑاکر تکمیل باطن اور عبادت روحانی کی تلقین فرمائی۔ بھلا پھر اگر تسلیم کیا جاوے کہ شریعت محمدیہ بھی حق ہے تو کیا خدا تعالیٰ روحانیوں کو جسمانی اور باطن پرستوں کو ظاہر پرست بناتا ہے اور کامل تعلیم سے ناقص تلقین کرتا ہے فتامل + شاید کوئی اون ضعیف اور احاد بلکہ منکر حدیثوں کو سچ جانے کہ گویا کعبہ کی بنیاد تو فرشتوں نے اور حضرت آدم نے کی ہے جنکا مسلمانوں میں سے بھی معتمد اور مشہور قدیم علما نے انکار کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ حدیثیں نامعتبر ہیں۔ یا کوئی قرآن و حدیث کی اسبات کو پیش کرے کہ گویا کعبہ کو حضرت ابراہیم نے بنایا تھا اور اوسوقت سے عبادتخانہ ہے اور بیت اللہ حالانکہ کتاب مقدس سے اسکا ثبوت نہیں بلکہ خلاف اسکے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم کبھی اسمعیل کے پاس عرب کو نہیں گئے بلکہ اسوقت عرب ملک کنعان ہی تھا

لیکن ان باتون سے قطع نظر کرکے اور اس امر خارج از بحث کو اسوقت موقوف کرکے عرض کیا جاتا ہی کہ اگر بالفرض ملائکہ وحضرت آدم وابراھیم ہی نے اس گھر کو بنایا تھا اور تمام جہان کا مسجود تھا اور مقام حج وزیارت تو بھی قابل لحاظ ہی کہ حسب ادّعاے قرآن وحدیث کے پہلے خدا نے تعالی نے حضرت ابراھیم واسمعیل کے بعد تک تو خانہ کعبہ کو مسجودِ خلایق وبیت اللہ قرار دیا پھر اُسکو چھوڑ بنی اسرائیل کا معبد بیت المقدس ٹھہرایا اور اُسیکو بیت اللہ بتلایا پھر انجیل سے اوسکی پابندی موقوف ہوئی بلکہ عبادتِ روحانی اور باطنی کا حکم ہوا اوسکے بعد پھر کعبہ معبد و قبلہ مقرر ہوا اور جسمانی وظاہری عبادت کا بجالانا سب پر فرض ہوا بعدہ وہ بھی منسوخ ہوا اور بیت المقدس کی طرف سجدہ کرنے کا حکم ملا پھر یہ حکم بھی منسوخ ہوا اور پھر کعبہ قبلہ قرار دیا گیا اور جو رسمین وہاں کے بُت پرست لوگ کیا کرتے تھے وہی قرار پائین ۔ بس زیادہ گفتگو کی حاجت نہین ہی آپ ہی صاحب اپنے دلوں میں انصاف فرمائین کہ ایسے احکامِ خداے علیم وحکیم وغیر متغیر وقادرِ مطلق کی ہوسکتی ہیں ✦

اسیطور زمانۂ سابق بنی اسرائیل کو ختنہ کرنے کا حکم ہوا تھا وہ نمونہ اور نشان اس امر کا تھا کہ انسان ہوا وہوس وخواہشہاے نفسانی کو دل سے قطع کرے جیسا کہ اب بتعلیمِ انجیل وایمانِ مسیحی کے حقیقی اور روحانی اسرائیلی یعنے سچے مسیحی کی علامت اور نشان یہی ہی کہ بفیضِ ہدایت روح القدس دلی مختون ہوتا ہی

لہٰذا حاجت ختنۂ ظاہری باقی نہیں رہی جیسا کہ انجیل میں جابجا اِس بات کو شرح بیان کیا ہی بلکہ پُرانے عہد نامہ کی کتابوں میں اِسکی طرف اشارہ ہوا ہے۔

مگر اب شریعتِ محمدیہ میں پھر ظاہری ختنہ کرنے کا سب کو حکم دیا ہی جسکی تعمیل ضرور رہی۔ مگر ایسا حکم ہرگز من جانب اللہ نہیں ہوسکتا ہی جیسا کہ احکام بالا میں گذرا ۔

اِسی طور بنی اسرائیل کے واسطے توریت میں کئی جانوروں کے کھانے کو اجازت دی تھی اور بعضوں کو منع کیا تھا۔ پس اونکی حلّت و حرمت اِس باعث سے نہ تھی کہ گویا اونکا کھانا یا اونکا نہ کھانا بذاتہٖ نیک اور بد ہی جیسا کہ سابق ازین اوائلِ نیاز نامۂ ہذا میں مذکور ہوا۔ بلکہ محض اِن وجوہات سے کہ اُن نادانوں کو تعلیم دیجاوے اور بجا آوریِ احکامِ الٰہی کے خوگر بنا دے یہ بھی کہ وہ قوم اِس قسم کی ظاہری رسوم کے پابند ہوکر دوسری بُت پرست قوموں سے ممتاز ہوں اور علاوہ اسکے خدا تعالیٰ نے اون نادانوں کو جملہ ماکولات و مشروبات و ملبوسات ایسے حلال تبلائے جو اوس قوم کے واسطے صحت بخش و عافیت دہ تھے اور جو چیز اونکے جسم یا جان یا مال کے واسطے مضرّت رسان اور تکلیف دہ تھیں اونکی ممانعت فرمائی۔

پس جب لوگوں نے تعلیم پائی اور علم الٰہی میں استعداد بہم پہونچائی اور قابلِ تحصیلِ باطنی و روحانی پاکی اور نیکی کے ہوئے اور حاجتِ تخصیص

کسی قوم کی نہ رہی بلکہ عموماً ہر فرقہ و ملت کے واسطے دینِ الٰہی مقرر ہوا اور
تمام عالم کو اوسکی بشارت دی گئی اور اِسکے سوا دنیاوی کاروبار میں بھی
ہوشیاری و دانشمندی حاصل ہوئی تو ضرورتِ پابندی اون احکام کی
نہ رہی اور اونکی حلت و حرمت کی قید باقی نہ رہی ؎

البتہ جس شئے کا کہانا یا پینا یا استعمال کرنا موجب نقصان یا مضرت
یا تلفِ روح یا جسم یا مال کا ہو وہ اب بھی حرام ہے ؎

مگر شریعتِ محمدیہ پھر بہت سے ماکولات و مشروبات و ملبوسات کے کہانے
پینے یا استعمال میں لانے کو موجبِ حسنات و ثواب یا حلال و حرام قرار دیتے
ہیں جو اِس حساب میں نہ اِس شمار میں + ؎ الغرض توریت کی شریعت ظاہری
جو یہودیوں کے ظاہری اعمال یعنی طریقِ عبادت یا رسم و آداب سے متعلق
تھی وہ انجیل سے علی وجہ التکمیل پوری ہو چکی اور تمام ظاہری باتیں باطنی
اور روحانی امروں سے بدل گئیں نہ اِس طور پر کہ گویا وہ بیکار و بیمصرف تھیں
بلکہ بخوبی عیان ہوتا ہے کہ وہ سب اوس وقت اور اون لوگوں کیواسطے
مفید اور مناسب اور ضروری تھیں پھر جب وہ وقت پورا ہوا اور وہ
حالت اونکی نہ رہی اور اون سب باتوں کے ظہور کا زمانہ پہونچا جنکے
نمونے اور نشان اور کنایے اور اشارے اور تمہید اور مبادی تھے
تب اصلی اور حقیقی اور مدعا اور مطلب اور معنی کی تعمیل فرض و واجب ہوئی

مگر قرآن و حدیث میں اسکے بالعکس و خلاف پھر ظاہری اور رسمی دستورات قائم اور جاری کیئے ہیں جنکا ناسخ تصوّر کرنا ہرگز ممکن نہیں ہے *

توریت کے دوسرے ظاہری احکام وہ تھے جو یہودیوں کے انتظام سلطنت اور قوانینِ حکومت و ریاست سے متعلق تھے پس بوقت ظہور خداوند مسیح و تعلیم انجیل اونکی سلطنت جاتی رہی اور یہودی پراگندہ و منتشر ہوگئے۔ اب اون قوانین کی پابندی جو محض اون لوگوں اور اوس ملک سے مخصوص تھی دوسری قوموں اور ملکوں کو ضرور نہیں *

الغرض توریت میں جو شریعت مسطور ہے خواہ شریعتِ ظاہری یا باطنی دونو کی دونوں انجیلِ مقدس سے کامل اور پوری ہوئیں اس طور پر کہ جو امر توریت میں مجمل و مختصر تھے انجیل میں اونکی تفصیل و تشریح فرمائی یا جن باتوں کو اوسنے اپنی پوری مرضی کو پچھلے زمانہ میں جب انسان نہایت جہالت اور ابتر حالت میں تھا ظاہر نہ کیا تھا انجیل میں کامل اور پوری مرضی اپنی ظاہر کی یا جو رسوم عبادت وغیرہ زمانۂ سابق میں بنظر نادانی و کم فہمی و کم عقلی اوسوقت کے لوگوں کے بطور نمونہ و مثال و نشان و علامت بتلائیں اور مقرر کی تھیں اونکو بجنسہ ہوبہو آخر زمانہ میں ظاہر کیا۔ اور اون رسموں اور بیشتر باتوں کا مدعا و مطلب اور مقصد انجیل میں ظاہر کیا۔ اور ظاہر کو باطن کر دیکھایا اور جسمانی کو روحانی سے جو مطلوب و مقصود تھا بدل گیا۔ اور اس طور تمام

مرضیِ الٰہی انسان پر بتدریج و ترتیب ظاہر و منکشف ہوگئی اور تمام شریعت واحکامِ خدا علیٰ وجہ الکمال بیان و عیاں ہوئے ٭

مگر شریعتِ محمدیہ جسکو مسلمان ناسخِ شرایع و احکامِ کتابِ مقدس بتلاتے ہیں ہرگز ہرگز ناسخ اوسکی نہیں ہوسکتی ہی نہ احکامِ کُلّی میں نہ جزئی میں کہ اگر اوسکو منجانب اللہ تصوّر کریں بلاریب کامل کو ناقص اور حق کو باطل اور باطن کو ظاہر کے ساتھہ بدلنا اور احکام و مرضی الٰہی کی تردید و ابطال ہوتا ہی۔ لہذا قرآن و حدیث کے احکام کسی طور ممکن نہیں ہی کہ ناسخ شریعتِ کتابِ مقدس کے ہوں ٭

اور یہہ بھی واضح ہوا کہ وہ مباینت اور نقیض جو قرآن و حدیث کے اخبار و قصص و اصولِ ایمانیہ و ارکان دین و احکام کو کتاب مقدس کے مطالب و مقاصد و شرائع کے ساتھہ ہیں وہ دعوی نسخ سے رفع نہیں ہوسکتی ہیں بلکہ صاف واضح ہوتا ہی کہ اگر کتابِ مقدس کی تعلیمات و ہدایات منجانب اللہ ہیں تو قرآن و حدیث اوسکی طرف سے نہیں ہوسکتے ہیں ٭

## عرضِ مکرر

علاوہ اون سب باتوں کے جو اوپر مذکور ہوئیں جنسے یقین کُلّی ہوتا ہی کہ قرآن و حدیث محمدی ہرگز کتابِ مقدس کے ناسخ نہیں ہوسکتے ہیں نہ

تمام کتاب کے نہ انجیل کے نہ اوسکی تمام شرائع کے نہ کسی جزئی حکم کے۔
دوسری دلیل جس سے یقین کامل ہوتا ہے کہ انجیلِ شریف کبھی منسوخ نہو گی
بلکہ اوسکی تمام تعلیمات ہمیشہ قائم و برقرار و جاری و ساری رہیں گی یہ
ہے کہ توارت و انجیل میں ارشاد ہوا ہے اور آیاتِ بیّنات میں فرمایا ہے کہ عہد
جدید کے احکام و تعلیمات تا قیام زمین و آسمان جاری رہینگے اور ہرگز منسوخ
نہونگے *۔

چنانچہ اوپر جو چند آیات صحیفہ یرمیاہ کی مذکور ہوئیں جن میں خدا تعالیٰ
نے خبر دی کہ میں یہوواہ سے نیا عہد باندھونگا اور وہ عہد مثل عہد عتیق کے
ظاہری عبادات کا نہ ہوگا بلکہ باطنی اور روحانی عبادات کا ہوگا جسکی بابت
انجیل میں فرمایا کہ وہ عہد یہی ہے جو معرفتِ خداوند مسیح کے مقرر ہوا۔ اُسکی نسبت
اوسی صحیفۂ یرمیاہ میں یہ بھی ارشاد ہوا (باب ۳۲ آیت ۴۰) کہ میں اونکے ساتھ
عہدِ ابدی باندھونگا جو میں اونسے نہ اوٹھاؤنگا *

پھر انجیل مین ارشاد ہوا۔ متی باب ۲۴۔ آیت ۳۵ (آسمان اور زمین
ٹلجائینگے پر میری باتیں نہ ٹلیں گی) اور اسیطور مرقس باب ۱۳۔ آیت ۳۱
اور لوقا باب ۲۱۔ آیت ۳۳ مین مرقوم ہے *

پس اسمیں خداوند نے صاف صاف فرمایا کہ آسمان اور زمین ٹلجاوینگے
پر میری باتیں یعنی خداوند کا کلام جو انجیل سے مراد ہے نہ ٹلے گا یعنی زائل

یا باطل یا منسوخ نہ ہوگا۔ اور اس آیت میں لفظ عام لکھا ہی کہ میری باتیں اوس سے مراد تمام ارشاد خداوند ممدوح ہیں نہ کوئی خاص بات کہ یہ یا وہ

پھر یوحنا کی انجیل کے باب ۵۔ آیت ۲۲ سے ۲۴ میں مرقوم ہی (باپ کسی کی عدالت نہیں کرتا بلکہ اوسنے تمام عدالت بیٹے کو سونپ دی ہی ۲۳ تا کہ سب بیٹے کی عزت کریں جیسے باپ کی کرتے ہیں جو بیٹے کی عزت نہیں کرتا ہی باپ کی جسنے اوسے بھیجا ہی عزت نہیں کرتا ہی ۲۴ میں تمھیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ میرا کلام سنتا اور اوسپر جسنے مجھے بھیجا ہی ایمان لاتا ہی حیات ابدی اوسی کی ہی اور وہ عدالت میں نہیں آتا ہی بلکہ موت سے گذر کر زندگی میں پھونچا ہی) پس ان آیات میں ارشاد ہوا کہ بروز قیامت بیٹا یعنی مسیح عدالت کرے گا اور یہ کہ اوسکی عزت و اطاعت اور فرمانبرداری اور بندگی کریں اور یہ کہ جو اوسکے کلام یعنی انجیل کو سنتا اور مانتا ہی صرف وہی نجات حاصل کرے گا پس اس سے صاف ظاہر ہی کہ انجیل کبھی منسوخ نہ ہوگی ٭

پھر نامہ گلاتیاں کے باب ۱ کی آیت ۸ میں ہی (اگر ہم بھی یا آسمان سے کوئی فرشتہ کوئی خوشخبری تمھیں سناوے سوا اسکے جو ہمنے سنائی وہ ملعون ہووے) پس اسمیں خود ہی صاف کہتا ہی کہ اوس خوشخبری کے سوا کوئی دوسری کتاب یا تعلیم سناوے وہ ملعون ہووے ٭

اسیطور اور بھی کئی آیات بینات ہیں جن سے صاف ظاہر ہی کہ انجیل

کبہی منسوخ نہ ہوگی ٭

پس مسلمانوں کا یہ دعوی کہ قرآن سے انجیل منسوخ ہوگئی یا اُسکے احکام منسوخ ہیں بالکل باطل ہی۔ اور نہ اِس تاویل سے کہ گویا تورات وانجیل قرآن سے اور اونکے شرائع واحکامات شریعتِ محمدیہ سے منسوخ ہوگئے ہرگز وہ مخالفت وسبائنت رفع ہوسکتی ہی جو مضامین قرآن وحدیث کو مطالب ومقاصد کتاب موصوف کے ساتھ بکثرت وشدت ہی ٭

# خاتمہ

اب اے دوستو عزیزو اور بزرگو خلاصۂ التماس خیرخواہ کا آپکی خدمتوں میں یہ ہی کہ آپ اِن سب امروں کو بخوبی خوض وفکر کے ساتھ بلاتعصب وطرفداری احدے وبلالوثِ نفسانیت وبلاشائبۂ انانیت ملاحظہ فرمائیں کہ یہ دونوں دعوے یعنی تحریف وتنسیخ کتاب مقدس کے بالکل بے بنیاد وبلادلیل ہیں بلکہ بخوبی تمام واضح واشکار ہی کہ کتاب مقدس بجنسہ وبعینہٖ جملہ تعلیمات وہدایات و احکامات واخبارات میں اب اور ہمیشہ سے یکساں اصلی ہی اور یہ بھی کہ وہ ہرگز منسوخ اور رد اور باطل نہیں ہوسکتی ہی ٭

پس اِس حالت میں کہ قرآن واحادیث اِس کتاب کو سچا اور کلام اللہ بتلاتے اور جامعِ جمیع فضائل وکمالات کا ظاہر کرتے ہیں اور خود ہی اُسکے

مخالف کہتے اور وہ اوسکی ہدایات وتعلیمات واخبار کے سیاق وسباق ومعارض اور مناقض سکھاتے ہیں اور اس طور بظاہر جسکی تصدیق کرتے بباطن اسیکی تکذیب کرتے ہیں تو اس صورت میں قطعاً ویقیناً یہ بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ قرآن وحدیث محمدی تو بلاریب خدا کی طرف سے نہیں ہیں۔ بلاشک نہ قران خدائے عالم الغیب وخبیر وصادق کا کلام ہے اور نہ حدیث اوسکے الہام سے ہے۔ (فاتقوا یا اولی الالباب) *

بھائیو اس باب میں تغافل نہ فرمائیے بلکہ بخوبی غور کیجیے اور فکر آخرت سب سے مقدم جانئیے اپنے دلوں میں سوچیئے کہ جس حالت میں قرآن وحدیث کی یہ کیفیت ہے کہ وہ منجانب اللہ نہیں۔ یقیناً دریافت ہوتا ہے کہ نہ وہ کلام اللہ ہے اور نہ یہ بالہام خدا ہے تو پھر اوسکی تقلید کیا نتیجہ اور اوسکی پیروی سے کیا حاصل ہے عزیز خوب غور کیجیے اور سوچیئے کہ جب قرآن وحدیث خدا کی طرف سے نہیں جیسا کہ جابجا اسے مزید احتیاط آپ پر ظاہر کیا گیا ہے تو دین اسلام کیونکر حق ہو سکتا ہے اور محمد صاحب کیونکر رسول اللہ ہو سکتے ہیں *

پس بروز عدالت دیوم حساب خدائے تعالیٰ جسنے پیدا کیا ہے اور ہر طرح پرورش کرتا اور رزق دیتا ہے جب آپ سے حساب لیگا اور ہر ایک آپ سے حساب لیگا اور ہر ایک بدی اور نافرمانی کا جو متواتر اس عمر میں ہوئی ہیں شمار ہوگا تو اوس دن خوب جان رکھیئے کہ قرآن کی فصاحت آپ کے کام

آوئیگی اور محمد صاحب کی شجاعت نہ اونکو جراتِ شفاعت کی ہوگی نہ اوسوقت کا پشیمان ہونا مفید ہوگا بلکہ وہاں رونا اور دانت پیسنا ہوگا +

لہذا نہایت ضرور ہی کہ آج ہی اوسکی فکر کیجیئے اور دیکھیئے کہ خدا تعالی کا برحق کلام کونسا ہی جو خلق اللہ کی ہدایت کے واسطے الرحم الراحمین نے مرحمت فرمایا ہی جسمیں طریقِ نجات اور راہِ ابدی حیات کی بتلائی ہی تاکہ اوس ہولناک روزِ غضب قہرِ الہی سے رہائی پاؤ اور اوس خوشحالی و فارغ البالی لازوال اور خرسندی و ارجمندی دائمی کو حاصل کرو جسکا وعدہ یقینی اوسنے اپنے سچے طالبوں سے فرمایا ہی + خداوند کریم و رحیم اپنے لاانتہا فضلِ عمیم سے میرے تمام دوستوں آشناؤں عزیزوں اور بزرگوں کو ایسی ہی توفیق دیوے کہ میرا دل سے سچی توبہ کریں اور اوسکے حقیقی کلام کے ذریعہ اِس نجات اور مغفرت تک جو اوسنے تمام بنی آدم کے واسطے مقرر کی ہی پہنچیں اور اوسکی بے انتہا شفقت اور رحمت میں شامل ہوں آمین

یا رب العالمین